رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ

اے رب ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق کا فیصلہ کر دے اور تو ہی بہتر فیصلہ دینے والا ہے

للہ الحمد کہ قوم مہدویہ کے لئے یہ نافع اور ضروری کتاب مسمّی بہ

التنقید المفید

فی

الجمعۃ والعید

المعروف بہ

جواب الجواب

جسکو

احقر العباد سید امیر الدین بھروچی نے اپنے اُس استفتے کے جواب کے جواب میں تالیف کیا ہے جو مولانا شمسی صاحب حیدرآبادی کیجانب بجائے فتوے کے مجادلے و مکابرے کی صورت میں ملا بجد ڈھوبی کی جماعت مصدقین کیطرف سے چھپکر شائع ہوئی

عزیزی پریس آگرہ میں طبع کرائی گئی

قیمت

فی جلد عہ

۷۸۶

الاعتذار

طباعت و اشاعت کتاب میں غیر معمولی دیر ہو جانے کی نسبت میں ناظرین کرام سے عذر خواہ ہوں اور امید کرتا ہوں کہ بوجوہات ذیل مجھے معافی کے قابل سمجھینگے۔

(۱) یہ کتاب میری غیر حاضری میں چھپی ہے (۲) صاحب مطبع کی علالت نے مطبع کے کارپردازان کو بھی پریشان کر رکھا تھا۔

ان ہی دو وجہوں سے کتاب کے چھپنے میں ضرورت سے زیادہ دیر ہوئی اور غلطیاں بھی کثرت سے رہیں۔ پھر فاش غلطیوں کے لئے صفحات کے بدلوانے اور معمولی غلطیوں کے واسطے غلطنامہ چھپواتے اور اس اثنا میں میرے ضرورۃً سفر کو جانے کے باعث اشاعت کتاب میں اور بھی تاخیر ہوگئی۔

آخر میں میں حضرات ناظرین سے ملاحظۂ کتاب کے وقت غلطنامہ دیکھنے اور رہی سہی غلطیوں کو بطور خود درست فرمالینے کی زحمت گوارا کرنے کے متعلق اور نیز مذکورۂ بالا امور کی بابت بھی مکرر معذرت و معافی چاہکر رخصت طلب ہوں۔ وَالْعُذْرُ عِنْدَ كِرَامِ النَّاسِ مَقْبُولٌ۔

نوٹ۔ مولانا کی تحریرات کے سرے پر اور نیز بندے کی تحریرات کے سرے پر بھی جہاں جہاں "نقل مطابق اصل" چھاپا گیا ہے اُس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اصل بندے کے پاس نہیں ہے اس کی وجہ تو صرف یہی ہے کہ مطبع میں اکثر نقل ہی بھیجی جاتی ہے اصل نہیں۔ اصل تحریرات سب بندے کے پاس محفوظ ہیں۔

اس کتاب کے تاریخی نام دو ہیں (۱) **دلالت تبعیت** ۱۳۴۷ھ (۲) **نمونۂ خیر القرون** ۱۳۴۸ھ

اوّل سے تاریخ تالیف اور دوسرے سے تاریخ طباعت نمایاں ہے۔ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

خادم و طالب دعا

ابو عبد اللہ امیر الدین غفر لہ

۷۸۶

مختصر فہرست کتاب التنقید المفید

تمہید

حمد و صلوٰۃ اور سلام مسنون کے بعد۔

خطاب باہل گجرات

میرے بھائیو! میں نے اپنی تاریخ ۱۲ رجمادی الاول ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کی گجراتی تحریر (سمجھوتی) میں آپکو امید دلائی تھی کہ مولانا مولوی سید اشرف صاحب قبلہ شمسی حیدرآبادی مدظلہ العالی جب بہیلوٹ شریف کی زیارت سے مشرف ہوکر واپس ڈبھوئی میں تشریف لائینگے تب میرے سوالات کا صحیح جواب تحریر فرمائینگے اور اُس وقت قوم کے اِس بھاری جھگڑے کا فیصلہ بھی انشاء اللہ تعالے بالضرور ہو جائیگا۔

مولانا واپس ڈبھوئی میں تشریف لائے۔ بمجبوری لوگوں کے پیچھا نہیں چھوڑنے سے (جیسا کہ حضرت ممدوح کی تحریر سے ظاہر ہے) جواب کے نام سے ایک طویل پورے تیئس ۲۳ صفحوں کی تحریر بھی رقم فرمادی۔ سولہ سوالوں کے سولہ نمبر بھی لگادئے۔ لمبی چوڑی اس کی فہرست بھی لکھ ڈالی مگر افسوس اور صد افسوس ہے کہ با ایں ہمہ میرے سوالات کا جواب ادا نہیں ہوا۔ پھر فیصلہ کہاں سے ہو۔

مولانا کی مذکور تحریر تاریخ ۱۵ رجمادی الاخری ۱۳۴۶ھ یوم شنبہ کو شریف بھائی ابن میاں بھائی بھروچی ہوٹل والے کے توسط سے جن کے ساتھ تین شخص اور بھی تھے دن کے چار بجے بعد مجھے ملی۔ دوسرے روز مولانا پھر چانپانیر شریف زیارت کے لئے تشریف لیگئے۔ جب مجھے حضرت کی واپسی کی خبر ملی تو میں نے تاریخ ۱۸ ر ماہ مذکور سنہ مذکورہ یوم سہ شنبہ کو تخمیناً رات کے ساڑھے نو بجے ایک عریضہ جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ جواب مذکور میرے سوالوں کا جواب نہیں ہے اور اس کے متعلق کچھ نئے سوالات بھی درج

ہیں چھ آدمیوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں پیش کیا جن کے نام یہ ہیں (۱) راجے بھائی حاجی شریف بھائی بابوجی (۲) غنی بھائی شیخ محمد قریشی (۳) پیر بھائی چاند بھائی سیسے (۴) محمد بھائی جمال بھائی گھوڑہ (۵) رحیم بھائی دوست محمد کھاپری (۶) جمال بھائی رحیم بھائی کوٹھیئے۔

مولانا نے اس عریضے کو پورا پڑھا اور حاضرین کو سنایا بھی مگر رکھا نہیں۔ اس کے نیچے وہ عبارت جسکی نقل اس عریضے کی نقل کیساتھ ضمیمے میں مرقوم ہے لکھکر واپس فرمادیا اور دوسرے روز یعنے تاریخ ۱۹ رجمادی الاخری ۱۳۳۶ھ یوم چہارشنبہ کو شام کے چھ بجے کی ٹرین سے اپنے وطن حیدرآباد دکن تشریف لیگئے۔

غرض میں آپ حضرات سے شرمندہ ہوں کہ جس بات کی میں نے آپ کو امید دلائی تھی وہ پوری ہونے نہیں پائی خیر۔ اِرَادَۃُ اللّٰہِ غَالِبٌ عَلٰی اِرَادَۃِ النَّاسِ۔

التماس بہ خاص و عام

چونکہ مولانا کا اجمالی جواب گجراتی حرفوں میں شائع ہونیکے بعد میری طرف سے (سمجھوتی) گجراتی حروف اور گجراتی ہی زبان میں شائع ہوچکی ہے ہمارے وطنی بھائی اس بات سے تو واقف ہوگئے ہیں کہ میرے مذکورہ سولہ سوالات مولانا کی خدمت میں کس وقت پیش کئے گئے تھے اور اس پر کتنی مدت گذری۔ اور گو کہ سوالات کرنے کا سبب سمجھوتی میں ظاہر نہیں کیا گیا ہے مگر مقامی واقعہ ہونے کی وجہ سے شاید وہ بھی ان پر مخفی نہو لیکن بیرونی حضرات کی وقفیت کے لئے ان دونوں باتوں کا اظہار یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے

واضح ہو کہ مصلح قوم سید مرتضیٰ صاحب اور معدودے چندان کے ساتھی یوں تو جب سے انہوں نے ہوش سنبھالا ہے تب سے وقتاً فوقتاً کیا چانپانیر میلے کے موقع پر اور کیا وعظ میں جس طرح اور ذرائع سے اپنا مطلب نکالنا اور نیتھ بڑہانا چاہتے ہیں اس طرح نماز جمعہ کے ذریعہ سے بھی اپنی مطلب براری اور جماعت کو ترقی دینے کی امکانی کوشش کیا ہی کرتے تھے۔ اور بعض وقت خصوصاً میلے کے ہنگام میں تو اس دینی ٹٹی کی آڑ میں ایسا ہنگامہ بپا کردیتے تھے کہ مصدقوں میں فساد اور نااتفاقی پیدا ہوجانے کی نوبت آجاتی تھی مگر بندہ اور بندے کے بزرگ محض اس خیال سے کہ مصدقوں کے اتفاق میں فرق نہ آنے پائے اُن کی ایسی کارروائیوں کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے تھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ بمجواے لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی کے میلے کے وقت اُن کے کاموں میں ایک حد تک آسانیاں بھی بہم پہنچایا کرتے تھے جس کی زندہ مثال وہ پچھلا میلہ ہے جو ۱۳۳۴ھ میں بندے کی ذمہ داری میں گیا تھا۔ یہ میلہ بڑے معرکہ کا میلہ تھا اور حضرات اہل جمعہ کی کارروائیوں کے لحاظ سے اپنی نوعیت میں دوسرے میلوں سے نرالا تھا۔ اس کا تعین ہوتے ہی دو تین ماہ پیشتر سے

اِن حضرات نے بڑے پیمانہ پر اپنی کارروائی شروع کردی تھی ایک طرف تو کانفرنس میلا میں لانے کی دھوم تھی اور دوسری طرف خلاف معمول جمعہ اپنی جگہ پر پڑھنا چھوڑکر مسجد خوند میر میں جہاں ہمیشہ ظہر ہی کی نماز ہوا کرتی ہے ادا کرنے کا گیت گایا جارہا تھا۔ بندے نے یہ دھوم دھام دیکھکر حفظا امن و الفاق کی غرض سے میلے کے لئے چند قواعد و ضوابط مرتب کئے جن میں سے دسویں قاعدے کی نقل یہ ہے۔

(۱۰) جمعہ کے روز حسب دستور جمعہ پڑھنے والے اپنے مقام پر اور ظہر پڑھنے والے اپنی جگہ پر اپنی اپنی نماز ادا کریں اور اگر جمعہ پڑھنے والے بھی مسجد میں آنا چاہیں تو ظہر والوں کی نماز ہوگئے بعد آویں۔ اور ظہر پڑھنے والے ڈیڑھ بجے فارغ ہو جاویں تاکہ جمعہ پڑھنے والوں کو بھی وقت ملے۔

مگر وہ اس پر راضی نہوئے بلکہ اس کے برخلاف انہوں نے گودھرا ڈویزن میں اس مضمون کی عرضی کی کہ "امیر الدین نامی ایک شخص ہے جو بڑا مفسد ہے اس کا ارادہ ہے کہ میلے کے موقع پر ہمارے دینی امر میں مزاحم ہو کر ہمیں نماز جمعہ نہ پڑھنے دے اور میلے کے سرپرست و میر قافلہ ہم ہی لوگ ہیں جن کے دستخط عرضی ہذا میں درج ہیں لہذا سرکار انسداد فساد کے لئے اس کا معقول انتظام کرے"

اور اُس کا نتیجہ جو آیا وہ مقامی اور غیر مقامی تمام حضرات کو معلوم ہے یعنے اُسمیں انہیں کامیابی کے عوض سخت ذلت اُٹھانی پڑی اور اسی وجہ سے کانفرنس بھی اپنی جگہ پر رہ گئی۔

غرض یہ حضرات ہمیشہ سے اِس قسم کی شرارتیں کرتے آئے ہیں اور ہم اُسی وجہ سے جو اوپر مذکور ہوئی چشم پوشی کیا کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا طرز عمل ایسا ہو اور جو جاہ حشمت اور نام و نمود کا بھی طالب ہو اُسے ان کے ساتھ اُلجھنے اور بیٹھے بٹھائے خواہ مخواہ سوال و جواب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ اور وہ بھی اپنے اندر اندر۔ ہاں اگر کسی دشمن اسلام کے مقابلے میں ہو تو وہ اور بات ہے۔ مگر جب ۱۳۲۹ھ میں سید مرتضی صاحب نے جمعہ پڑھنے اور پڑھانے پر ڈبھوئی میں ضرورت سے زیادہ زور دیا اور میرے عزیز بھائی مولوی حکیم سید عبد اللہ عرف الجی میاں صاحب ابن حضرت شہر نو میاں صاحب کے ساتھ مباحثہ کی نوبت آئی تب جناب مصلح قوم نے مولانا مولوی سید اشرف صاحب قبلہ شمسی مدظلہم العالی کو حیدرآباد جا کر بلانے کے لئے چودہ روز کی مہلت مانگی۔ مہلت دی گئی۔ انکے حیدرآباد روانہ ہونے سے پہلے جماعت کے دو آدمی بطور وچ بندے کے پاس آگئے۔ اُس وقت تخمیناً پانچ سال سے بندہ کسی خاص وجہ سے ڈبھوئی آیا جاتا نہیں تھا۔ معہذا یہ بھی خیال تھا کہ اُستاد سے مخاصمانہ مناظرہ کرنا ترک ادب ہے اور برادر موصوف ڈبھوئی میں موجود ہیں جو اس کام کے لئے کافی ہیں۔ اور فی زمانہ مناظرہ آخر تک اپنی اصلی ہیئات پر قائم بھی نہیں رہ سکتا بلکہ آخر میں مکابرہ اور مجادلہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اُس کی غایت جو تحقیق حق ہے پوری ہو نے نہیں

باقی لہذا ایک نتیجہ خیز بات دل میں ٹھانکر ایسے موقع پر ڈبھوئی آنے سے بندے نے انکار کر دیا اور جو دو آدمی بلانے کے لئے بھڑوچ آئے تھے اُن کو واپس کر دیا لیکن اُنکے ڈبھوئی پہنچنے سے پہلے ہی رشید اے بلّت عفیا سیدنا مرتضیٰ صاحب کے حضرت سیّد قطب الدین صاحب خوندمیری عرف خوبمیا لصاحب پالنپوری کے توسط سے تمام جماعت کے روبرو برادر موصوف سے معافی چاہنے اور ایسا اقرار کرنے کے باعث کہ اب سے جمعہ کے متعلق میں کسیکو کچھ نہیں کہونگا سب معاملہ درہم برہم ہوگیا تھا جس کی اطلاع بندے کو اُس وقت ہوئی جبکہ دل میں ٹھانی ہوئی بات عمل میں آچکی تھی یعنے یہی سولہ سوالات کا استفتاد معہ ایک دوسرے استفتے اور ایک فتوے کے کہ وہ دونوں صلوٰۃ جنازہ کے متعلق تھے۔ تاریخ ۳ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ یوم پنجشنبہ کو بذریعہ رجسٹری نمبری (۱۲۹) مولانا کی خدمت میں روانہ کر چکا تھا جس کا جواب مولانا نے اپنے یکم جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کے عنایت نامے میں یہ دیا کہ اس کا جواب تم ہی لکھو مگر آپ جانتے ہیں کہ جواب لکھنا سائل کا کام نہیں ہے اس لئے بندے نے تاریخ ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ یوم دوشنبہ کی رجسٹری میں دوبارہ اُس کے جواب کا مطالبہ کیا۔ لیکن افسوس ہے کہ کچھ بھی جواب نہ ملا اور نہ ہی آجتک میری مرسلہ چیزیں واپس آئیں تفصیلی کیفیت ان کی نقلوں اور مولانا کے مذکور عنایت نامہ کی نقل کے ملاحظہ سے جو اسوقت آپکی خدمت میں حاضر ہیں معلوم ہوگی۔

پھر سات سال کے بعد یعنے ۱۳۴۶ھ میں مولانا رونق افزائے گجرات ہوئے اور آپ کی تشریف آوری کا واقعی سبب یہ ہے کہ مصلح قوم سید مرتضیٰ صاحب اپنے اُس قضئے کے انفصال کے لئے جو انہیں ڈبھوئی کی جماعت کے ساتھ ہے خصوصاً حیدرآباد جاکر بلا لائے تھے اور یہ بات اہل گجرات پر ظاہر ہے تاہم اس امر پر غور کرنے سے اور بھی مستحکم ہو جاتی ہے کہ مولانا اگر محض زیارتوں کے لئے ہی تشریف لاتے تو بغیر بلائے آتے سید مرتضیٰ صاحب کو بلانے جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ مولانا کے ہمراہ اُنکے فرزند اور بھتیجے سید ابراہیم صاحب بھی تھے۔ لہذا رستے کی تکلیف کا بھی اندیشہ نہیں تھا اور تاوقتیکہ زیارتوں سے فراغت نہوتی ڈبھوئی میں زیادہ قیام بھی نہ فرماتے مگر ایسا نہیں ہوا۔ آپنے زیارتوں کا نام اُسوقت لیا ہے جبکہ بندے کی دعوت قبول فرمانے کا موقع آیا یعنے جب بندہ بھڑوچ سے ڈبھوئی آیا اور قدمبوسی سے مشرف ہو کر باصرار تمام دعوت دینے لگا تب فرمایا کہ مجھے یہاں بہت روز ہوگئے ہیں اور حیدرآباد سے ایک دم طلبی کا تار بھی آگیا ہے۔ زیارتوں کا ارادہ ہے مگر وہ بھی خدا جانے پورا ہوتا ہے یا نہیں۔ اگر اُس تار کا جواب جو بھیجے یہاں سے کیا ہے اچھا آیا تو میں کل بھیلوٹ شریف کی زیارت کو چلا جاؤنگا۔ ورنہ حیدرآباد روانہ ہو جاؤنگا۔ بہرحال کل میں ڈبھوئی میں ہرگز نہیں رہونگا۔ اِس کے جواب میں بندے نے عرض کی کہ اگر خدا حیدرآباد کی خیریت سنائے

توجناب والا براہ عنایت بندے کی دعوت کھائے بعد زیارت کو تشریف لیجائیں اور اگر یہ نہیں ہوسکتا ہے تو بھیلوٹ تشریف سے آئے بعد رکھیں یہیں تب تک یہیں ٹھیرا رہونگا۔ بھڑوچ نہیں جاؤں گا۔ تب تو مولانا نے یہ فرماکر فیصلہ ہی کردیا کہ تم کچھ بھڑوچ سے میرے واسطے نہیں آئے ہو کہ میں تمہاری دعوت کھاتا بیٹھوں مختصر یہ کہ بہید اصرار کرنے پر بھی مولانا نے بندے کی دعوت قبول نفرمائی اور بالآخر بندے کو مایوس ہوکر واپس آنا پڑا۔ اُس وقت مولانا کا مقام نور بھائی ہوٹل والے کے مکان پر تھا اور اُن کے لوگوں کا پورا مجمع تھا وہ سب اور نیز وہ تین شخص بھی اِس بات کے گواہ ہیں جو میرے ساتھ تھے جن کے نام یہ ہیں۔

(۱) چاند بھائی میاں بھائی ڈابھی (۲) فتح بھائی جمال بھائی چھیپے والے۔

(۳) راجے بھائی جمال بھائی نمک والے۔ اور یہ تاریخ ۵ رجادی الاول سنہ ۱۳۴۶ھ کی شب کا واقعہ ہے جس روز کہ بندہ بھڑوچ سے آیا تھا۔

تاریخ ۶ کو حسب بیان بالا مولانا کو یا تو بھیلوٹ شریف یا حیدرآباد ضرور تشریف لیجانا چاہیئے تھا مگر وہ نہوا آپ رہگئے اور رات کو جناب مصلح قوم نے وعظ میں جمعہ کے متعلق پر زور چیلنج دیا جس کی وجہ سے بندہ تاریخ ۷ کو استفتائے مذکور کی نقل مندرجہ ذیل عرضی کے ساتھ مولانا کی خدمت میں پیش کرنے پر مجبور ہوا۔

نقل عرضی مطابق اصل

کنتوال محلہ۔ ڈبھوئی۔ ۷ رجمادی الاولے سنہ ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ

عالیجناب مخدومنا و مولانا صاحب قبلہ مدظلہ وفیضہ۔ ما واجب کے بعد یقین ہے کہ حیدرآباد سے خیریت کا تار آگیا ہوگا اور جناب والا بالکل مطمئن ہوگئے ہونگے۔ اور غالباً یہی وجہ کل رکجانیکی ہوگئی ہوگی۔

نماز جمعہ کے متعلق آجکل قوم مہدویہ میں جو اختلاف ہورہا ہے اور اس کے بُرے نتائج جو ظہور میں آرہے ہیں وہ محتاج بیان نہیں ہیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ خوش قسمتی سے اندنوں جناب والا یہاں رونق افروز ہیں اگر اس موقع پر اس کا تصفیہ حضور کے ہاتھ سے ہوجائے تو قوم خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃَ کا مصداق بننے سے بچ جائے اور حضور کے لئے دارین کی نیکنامی اور اجر عظیم کا موجب ہو۔ لہٰذا اس موقع کو غنیمت جانکر اُسی استفتے کی نقل ارسال خدمت کرتا ہوں جو ۳ رجمادی الاول سنہ ۱۳۳۹ھ کو خدمت علیا میں پیش کیا گیا تھا اور لفحوائے کُلَّ اَمْرٍ مَرْهُوْنٌ بِاَوْقَاتِهٖ اسکے جواب میں آجتک تعویق ہوتی رہی۔

امید اور قوی امید ہے کہ استفتاء مذکور کا مفصل و مدلل عام فہم سلیس اردو میں جواب تحریر فرماکر قوم کی نزاع دور فرمائینگے زیادہ نیاز

خاکسار۔ امیرالدین

تازہ قلم

امید کہ اظہار حق میں کسی کی رعایت و مروت روا نہیں رکھی جائیگی۔ فقط تازہ قلم۔ امیر الدین

۷۸۶

یونانی دواخانہ۔ نیاپورہ۔ بھروچ

علاقہ بمبئی۔

۱۳ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ یوم پنجشنبہ

نقل مطابق اصل اُس استفتے کی جو تاریخ مذکور کو حیدر آباد دکن عالیجناب مخدومنا و مولانا مولوی سید اشرف صاحب قبلہ شمسی کی خدمت میں روانہ کیا گیا بذریعۂ رجسٹری نمبر ۱۲۹

اَلاِستفتاءُ

مَا قَوْلُكُمْ اَدَامَ اللهُ تَعَالىٰ عَلَيْنَا ظِلَّكُمُ الْعَالِيْ وَفِيْنَا فَيْضَكُمُ الْمُتَعَالِيْ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ

(۱) مہدویوں پر مہدیؑ کے قول وفعل کی پیروی واجب ہے یا نہیں؟

(۲) مہدیؑ کا قول وفعل کتاب اللہ تعالیٰ اور حدیث رسول اللہ کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۳) مہدیؑ نے یا آپ کے صحابہؓ نے یا تابعینؒ نے یا تبع تابعینؒ نے خود امام ہوکر اپنے مقام پر جمعہ کی نماز کبھی پڑھی ہے یا نہیں؟ یا اسکے ادا کرنیکے لئے کسی کو زبانی بھی حکم فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی وجہ کیا؟

(۴) جمعہ کے روز حضرت سیدنا مہدیؑ جو جامع مسجد میں تشریف لیجایا کرتے تھے اُس سے آپ کا مقصود بالذات کیا ہوا کرتا تھا۔ نماز پڑھنا یا تبلیغ؟ اگر امر اول ہی کے لئے تکلیف فرمائی جاتی تھی تو اسکی تفصیلی کیفیت بیان ہونی چاہیئے کہ کسطرح اور کن واسطے پڑھتے تھے اور کس کی اقتدا میں؟

(۵) ساکت کی حد تام کیا ہے اور اُسمیں اور منکرین میں کتنا فرق ہے؟

(۶) جناب سیدنا مہدی موعودؑ نے یا آپ کے توابعؓ نے ساکت کے پیچھے کبھی نماز مکتوبہ بھی ادا فرمائی ہے یا نہیں ؟ اور اگر ادا فرمائی ہے تو اِسوقت ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ اور اگر نہیں پڑھی ہے تو اُس کے پیچھے جمعہ پڑھنے اور اُس کے نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے ؟

(۷) آپؑ کے نزدیک جمعہ کی فرضیت ثابت نہونے کی صورت میں آپؑ کا اُسے غیر کی اقتدا میں محض اِس اندیشہ سے ادا فرمانا کہ لوگ آپؑ پر اور آپؑ کے لوگوں پر شعار اسلام کے ترک کرنے کا الزام رکھینگے آپؑ کی مہدیت پر (خاکم بدہن) کوئی حرف لا سکتا ہے یا نہیں ؟

(۸) خلیفۃ اللہ کے لئے اپنے سے ادنیٰ درجہ والے کی خصوصاً اُس شخص کی جو ہنوز تصدیق سے بھی محروم ہے اقتدا کرنا کیسا ہے ؟

(۹) ساکت کا تحقق تبلیغ کے بعد ہوگا یا پہلے ؟

(۱۰) سیدنا مہدیؑ نے جن لوگوں کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی ہے اُنکا حال نماز پڑھنے سے پہلے اپنا دعویٰ سنا کر دریافت فرما لیا کرتے تھے یا نہیں ؟

(۱۱) ساکت تبلیغ کے بعد کیا عذر پیش کر کے تصدیق سے محروم رہتا تھا اور اُس کا عذر مہدیؑ دور فرما سکتے تھے یا نہیں ؟

(۱۲) ساکتؔ ۔ منکر اور معاند تینوں کافر ہیں یا نہیں ؟

(۱۳) علامہ بندگی عبدالملک سجاوندیؒ جو شیخ مبارک ناگوری کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "قَالَ الْمَهْدِیُّ تَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَ نَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَ نُصَلِّی الظُّهْرَ لِئَلَّا یَقُوْلَ النَّاسُ اِنَّهُمْ تَرَكُوْا اِسْتِعَارَ الْاِسْلَامِ وَ عُلَمَاءُ بِلَادِنَا اَفْتَوْا بِفَوَاتِ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ مُذْ مِائَتَیْ سَنَةٍ" صحیح ہے یا نہیں ؟ اور اسکے معنے کیا ہوتے ہیں ؟

(۱۴) آپؑ ادائے جمعہ کے بعد احتیاطی بھی پڑھتے تھے یا نہیں ؟ اور پہلی صورت میں آپؑ کے لئے فرضیت جمعہ میں اور اُس کے ادا میں شک ثابت ہوتا ہے یا نہیں ؟ اور مہدیؑ کا شکی فعل کو اختیار کرنا مخلِّ مہدیت ہے یا نہیں ؟

(۱۵) پنج فضائل میں جو حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور بلا ناغہ ہر جمعہ کو نماز ظہر پڑھنے کے بعد حلفیہ محضرہ ہونے کا تذکرہ ہے وہ درست ہے یا نہیں ؟

(۱۶) اِس وقت ہمیں نماز جمعہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں اور اگر پڑھیں تو جس طرح مہدیؑ اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہوا اسی طرح پڑھیں یا جس طرح ہمارا جی چاہے اور اس آخری شق میں ہم مہدیؑ کے سچے پیرو

کہلائے جانے کے مستحق ہونگے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا اَبَیَانًا شَافِیًا وَ تُوْجَرُوْا اَجْرًا وَّافِیًا

ضروری گذارش

جواب عام فہم اُردو میں ہوتا اس کی غایت پوری ہو جاوے اور بیرنگ ہی روانہ فرمایا جائے تاکہ گم ہو جانیکا کھٹکا نہ رہے

بندۂ کمترین

تازہ قلم۔ امیر الدین عفی عنہ

ڈبھوئی میں اس کی نقل مولانا کی خدمت میں بھیجتے وقت تازہ قلم کرکے بڑہائی ہوئی عبارت

امید کہ جواب باصواب تحریر فرمائیے بغیر جناب والا ڈبھوئی نہیں چھوڑینگے۔

امیر الدین عفی عنہ

نقل مطابق اصل اس استفتے کی جو استفتا جمعہ کے ہمراہ تاریخ ۳ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو مولانا ممدوح کی خدمت میں حصول جواب کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا مگر کم قسمتی سے اُس کا بھی وہی حشر ہوا جو استفتاء جمعہ کا ہوا حالانکہ اِس کے جواب کی نسبت تو مولانا خط میں وعدہ بھی فرما چکے ہیں۔

استفتاء

علماء دین و مفتیان شرع متین سے مسائل ذیل کا خواستگار ہوں۔

(۱) ایک قبرستان بستی سے بہت دور ہے۔ وہاں ایک مسجد ہے جس کا خصوصیت سے نماز جنازہ کے لئے تعمیر ہونا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ وہ اثناء تدفین میں وقتیہ نماز جماعت سے پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ منجملہ قرائن کے ایک وہ ہے جو اوپر مذکور ہوا کہ قبرستان بستی سے بہت دور ہے اور مسجد مذکور کے سوا اطراف میں اور کوئی مسجد بھی نہیں ہے (۲) مسجد سے متصل ہی ایک مکان بھی ہے جو اسواسطے سمجھا جاتا ہے کہ دفن میں دیر ہونیکے وقت موسم گرما و بارش میں لوگ اُس کے اندر آرام سے بیٹھیں۔ جنازہ اُس میں رکھا جائے اور اُس کی نماز بھی پڑھی جائے۔ (۳) لوگ گواہی دیتے ہیں کہ جب سے یہ مسجد

بنی ہے تب سے آجتک برابر اُسمیں اذان و عت جماعت ہوتی رہی ہے اور اب تک ہوتی ہے بندے نے بھی اُسمیں دو چار وقت جماعت سے نماز پڑھی ہے۔ اس وقت تک اُس کا نام چبوترہ٭ کوئی نہیں جانتا تھا اور نہ یہ سمجھتا تھا کہ یہ مسجد خاص جنازہ ہی کی نماز پڑھنے کے لئے بنائی گئی ہے جب سے یہ مسئلہ ظہور میں آیا کہ "مسجد میں میت کی نماز مکروہ ہے" تب سے مذکورۂ بالا دونوں باتیں ہی زبان پر آئیں (۴) اس طرف خصوصیت سے جنازے کی نماز پڑھنے کے واسطے مسجد بنانے کی عادت نہیں ہے۔ غرض مسجد مذکور کے خاص میت ہی کی نماز پڑھنے کے لئے بنائے جانے کا ثبوت بجز اِس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ یہ ڈیڑھ سو۱۵۰ یا سوا سو۱۲۵ برس سے بنی ہوئی ہے اور وقتیہ باجماعت اور صلوٰۃ جنازہ دونوں اس میں پڑھی جاتی ہیں"

اب گزارش یہ ہے کہ مسجد مذکور میں جس طرح قدیم الایام سے چلا آتا ہے ویسا ہی جاری رکھا جائے یعنے نماز مکتوبہ باجماعت اور صلوٰۃ جنازہ دونوں اسمیں پڑھی جائیں یا ایک پڑھی جائے اور دوسری موقوف کیجائے اور اگر موقوف کیجائے تو کونسی نماز موقوف کیجائے۔ وقتیہ باجماعت یا نماز جنازہ ؟

(۲) مسجدِ معلوم میں دونوں مذکورہ بالا نمازیں جاری رکھنے میں کوئی حرج ہے یا نہیں؟

(۳) یہ مسجد وقتیہ نماز جماعت سے پڑھنے کے واسطے سمجھی جائے یا خاص میت ہی کی نماز پڑھنے کے لئے ؟

(۴) اگر خصوصیت سے صلوٰۃ جنازہ ہی کے لئے سمجھی جائے تو نماز مکتوبہ باجماعت کے لئے کیا کیا جائے اور وہ کہاں ادا کیجائے اور اس وقت مسجد مذکور پر بورڈ وغیرہ علامت فارقہ لگانے کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟

(۵) مسجد کی موجودگی میں نماز مکتوبہ جماعت کے ساتھ اور جگہ ادا کرنا کیسا ہے اور صلوٰۃ جنازہ مسجد سے باہر پڑھنا کیسا اس میں کسی قسم کی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں؟

(۶) میت کی نماز کے لئے مسجد کی ضرورت ہے یا نہیں؟

(۷) مسجد میں میت کی نماز مکروہ ہونے کی علت کیا ہے؟

(۸) حدیث مَنْ صَلّٰی عَلٰی مَیِّتٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَہٗ اَوْ فَلَا شَیْءَ لَہٗ اَوْ فَلَا صَلٰوۃَ لَہٗ مطلق ہے یا نہیں؟

(۹) بنا مسجد میں بانی کی نیت معتبر ہے یا اسوقت نماز پڑھنے والوں کا عمل؟

(۱۰) مسجد میں میت کی نماز پڑھنا سنت جاریہ کے خلاف ہے یا نہیں ؟

(۱۱) کتب معتبرہ میں جو لکھا ہے کہ جامع مسجد اور عیدگاہ میں بھی میت کی نماز مکروہ ہے وہ کہاں تک صحیح ہے اور مکروہ

٭ اس مسجد کے دو مینار اور تین محرابیں ہیں کرسی کسی قدر اونچی ہے۔ شمال و جنوب اور مشرق کی سمتوں میں تھوڑی تھوڑی دیواریں اٹھا کر حد بندی کی ہوئی ہے صحن پختہ ہی چڑھنے کے لئے مشرق کی طرف زینہ ہے مگر چھپر اور چھت نہونے کی وجہ سے طرف ثانی والے اُسے چبوترہ کہتے ہیں۔

تحریمی ہے یا تنزیہی؟

براہِ عنایت حنفیہ کا قول فیصل مُدَلّل اور مشرح بیان فرمائیگا تا مسلمانوں کی نزاع دور ہو اور راہ راست ہاتھ آئے آمین۔

خادم العلما۔ سیّد امیر الدین بھروچی عفی عنہ

اِسی استفتے کی ایک نقل تاریخ ۸ صفر ۱۳۳۹ھ یوم پنجشنبہ کو دیوبند بھی بھیجی گئی تھی۔ وہاں سے جو جواب آیا ہے اسکی نقل حسب ذیل ہے۔ جواب گو مختصر ہے مگر جامع اور بشرط انصاف رفع نزاع کے لئے کافی وشافی ہے۔ مناسب سمجھا گیا ہے کہ اس مدرسہ کی چٹھی کے بھی نقل درج کیجاتی ہے جو جواب کے مختصر ہونے کے متعلق جواب کے ساتھ وہاں سے آئی ہے۔

نقل مطابق اصل

الجواب

مسجد مذکور نماز وقتیہ کے لئے ہے۔ اسمیں نماز جنازہ حسب مذہب حنیفہ مکروہ ہے جیساکہ حدیثِ مذکور اور روایات فقہیہ سے مستفاد ہے۔ پس اُس مسجد کو خاص نماز پنجگانہ کے لئے مقرر کیا جاوے اور نماز جنازہ اُسمیں نہ پڑہی جاوے اور تفصیل دلائل کتب فقہ میں ہے اُنیں دیکھ لیا جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند۔ ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

نقل چٹھی مذکور مطابق اصل

جناب من! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ بوجہ بیماری کے تفصیل سے قاصر ہوں مختصراً حاصل جواب لکھ کر مرسل ہے فقط عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ از دیوبند۔ ۱۳ صفر ۱۳۳۹ھ

دیکھئے استفتے کا جواب ایسا ہوتا ہے نہ ویسا جیساکہ مولانا نے دیا ہے۔ حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہٗ و فیضہ بھی بندے کے اُن اُستادوں سے ہیں جن سے بندے نے بہ نسبت مولانا کے بہت زیادہ تعلیم پائی ہے۔

نقل مطابق اصل

اِس فتوے کی جو تاریخ ۳ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کو استفتاء جمعہ کے ساتھ حضرت مولانا شمسی صاحب قبلہ کی خدمت میں اس غرض سے بھیجا گیا تھا کہ اگر یہ صحیح ہے تو اسپر اپنے دستخط فرما دیں تا جو لوگ کہ محض مفتی یعنے امیر الدین کی

کہ سے حق بات نہیں مانتے ہیں اُنکو انکار کی جگہ نہ رہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو اس کی غلطی ظاہر کر دیتا ایسرالدین کی اور نیز اُن لوگوں کی بھی جو اِس فتوے کو ملنتے ہیں اصلاح ہو جائے مگر افسوس کہ نہ یہ ہوا اور نہ ہی وہ ہوا۔ فتوی ابتک حیدرآباد ہی میں پڑا ہوا ہے۔

استفتاء

(۱) کیا فرماتے ہیں علمار دین و مفتیان شرع متین اس امر میں کہ میت کی نماز مسجد میں پڑھنا حنفی مذہب کی رو سے کیسا ہے؟

(۲) جنازے کو کاندہا دینا کیسا ہے؟

محمد عبدالرسول سوداگر سورتی

الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط حامداً و مصلیاً

(۱) واضح ہو کہ بے عذر جنازے کی نماز مسجد میں پڑہنا حنفیوں کے نزدیک مکروہ ہے خصوصاً جبکہ جنازہ مسجد کے اندر رکھا ہوا ہو۔ اور وہ جو حضرت سہیل اور اُن کے بھائی اور حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے جنازے کی نسبت مشہور ہے کہ ان بزرگوں کی میت کی نماز مسجد میں پڑہی گئی ہے اُسمیں محدثین اور فقہا کو کلام ہے

غرض فقہار حنفیہ رحمہم اللہ کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا عذر کسی میت کی نماز مسجد میں ادا کرنا ثابت نہیں ہے حالانکہ آپ تمام لوگوں سے افضل و اشرف ہیں۔

اب یہ بھی سن لیجئے کہ نماز جنازہ مسجد میں کیوں مکروہ ہے۔ اسمیں دو قول ہیں (۱) یہ کہ اگر جنازے کی نماز مسجد میں پڑہی جائیگی تو اندیشہ ہے کہ میت کے جسم سے کچھ ناپاکی نکلکر مسجد میں گر جائے اور مسجد کو ناپاک کر دے حالانکہ ہم کو حکم ہے کہ مسجد کو بہت ہی پاک صاف رکھو (۲) یہ کہ مسجدیں خاص نماز پنجگانہ ہی کے لئے (جو فرض عین ہیں) بنائی جاتی ہیں گو اُن کی تبعیت میں سنن و نوافل بھی وہاں پڑھ لینا جائز ہو۔ اور جب یہ ہے تو مسجد وں میں وہی چیز ادا ہونی چاہیئے جس کے لئے یہ بنی ہیں۔

پھر اس اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر میت مسجد کے باہر رکھی جائیگی تو پہلے قول والوں کے نزدیک مکروہ نہیں ہوگی کیونکہ اس صورت میں مسجد کے ناپاک ہونیکا اندیشہ نہیں ہے۔ اور دوسرے قول والوں کے پاس ہر حال میں نماز جنازہ مکروہ ہوگی۔ چاہے میت اندر ہو یا باہر۔

ان پچھلے قول والوںکے نزدیک اُن لوگوں کا قول بھی قابل اعتبار نہوگا جو یہ کہتے ہیں کہ "اُس مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنے

ہیں کوئی مضائقہ نہیں ہے جو اسی کے لئے تعمیر کی گئی ہوئے کیونکہ اُن کا تو صاف صاف یہی کہنا ہے کہ مساجد کی تعمیر رواجاً پنج وقتہ نماز ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور جنازے کی نماز کے واسطے مسجد بنانا معمول کے خلاف ہے۔ اور حق یہ ہے کہ اُن کا کہنا بہت ہی بجا اور درست ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مطابق ہے۔ چنانچہ حدیث و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک مساجد نماز پنجگانہ ہی کے لئے مخصوص تھیں حتیٰ کہ فرضوں کے سوا سنتوں اور نفلوں کو بھی آپ مسجد میں پڑھنا پسند نہیں فرماتے تھے اور مسجد کا نام بھی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ وہ سجدے کی جگہ ہے اور اُن ہی نمازوں کے لئے بنائی گئی ہے جن میں سجدہ پایا جاتا ہو۔ بھلا ایسی نماز کے واسطے مسجد کی کیا ضرورت ہے جسمیں سجدہ نہو۔ اور اگر ضرورت ہوتی تو بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے اسکا عام رواج ہوتا۔ ہاں بارش اور گرمی سے بچاؤ ہونے کے لئے اگر نماز جنازہ کے واسطے کوئی مکان تیار کرایا جاوے تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے لیکن اسکا نام مسجد نہوگا۔ اور نہ ہی اُسمیں محراب و منارے وغیرہ مسجد کی کوئی علامت ہونی چاہیئے ورنہ وہ مکان مسجد سمجھا جائیگا اور اُسمیں جماعت ہونے لگیگی پھر مسجد جماعت کا اور اُسکا ایک حکم ہوگا عام ازیں کہ جماعت روزانہ ہو یا کبھی کبھی اور وہ مکان شہر میں ہو یا قبرستان میں۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ مَنْ صَلّٰى عَلٰى مَيِّتٍ فِي الْمَسْجِدِ فَلَا اَجْرَ لَهٗ وَرُوِيَ فَلَا شَيْءَ لَهٗ یعنے جو کوئی جنازے کی نماز مسجد میں پڑھے گا اُسے کچھ ثواب نہیں ملیگا اور ایک روایت میں ہے فَلَا صَلٰوةَ لَهٗ یعنے اُسکی نماز نہیں ہوگی۔

الحاصل بے عذر مسجد میں میت کی نماز پڑھنا ہر حال میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جاریہ اور اولویت و افضلیت کے خلاف ہے كَمَا حَقَّقَهُ الْعَلَّامَةُ ابْنُ قَيِّمٍ فِي زَادِ الْمَعَادِ۔

یہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ شرح وقایہ کی مندرجہ ذیل عبارت کا خلاصہ اور اُس کی توضیح ہے۔

وَكُرِهَتْ فِي مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ اِنْ كَانَ الْمَيِّتُ فِيْهِ وَاِنْ كَانَ خَارِجًا اِخْتَلَفَ الْمَشَائِخُ اِخْتِلَافُ الْمَشَائِخِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّ عِلَّةَ الْكَرَاهَةِ عِنْدَ الْبَعْضِ تَوَهُّمُ تَلْوِيْثِ الْمَسْجِدِ فَاِنْ كَانَ الْمَيِّتُ خَارِجَهٗ فَلَا تُكْرَهُ عِنْدَهُمْ وَعِنْدَ الْبَعْضِ اَنَّ الْمَسْجِدَ لَا يُبْنٰى اِلَّا لِلصَّلٰوةِ الْخَمْسِ۔ فَالْمَيِّتُ وَاِنْ كَانَ خَارِجًا تُكْرَهُ عِنْدَهُمْ اَيْضًا

(۲) جنازے کو کاندھا دینا عبادت ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص جنازے کے چاروں پایوں کو کاندھا دیگا خدا تعالیٰ اُس کے گناہ بخشدیگا پس ہر مسلمان کو سزاوار ہے کہ عبادت کی طرف دوڑے اور جنازے کو کاندھا دیکر اپنے گناہوں کی مغفرت چاہے۔ ہمارے آقا جناب احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی میت کو کاندھا دیا ہے چنانچہ حدیث شریف سے آپ کا حضرت سعد بن معاذ کا جنازہ اُٹھانا ثابت ہے۔

قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ مَنْ حَمَلَ جَنَازَۃً بِقَوَائِمِہَا الْاَرْبَعِ غَفَرَ اللّٰہُ لَہٗ مَغْفِرَۃً حَتْمًا وَحَمْلُ الْجَنَازَۃِ عِبَادَۃٌ فَیَنْبَغِیْ لِکُلِّ اَحَدٍ اَنْ یُّبَادِرَ فِی الْعِبَادَۃِ فَقَدْ حَمَلَ الْجَنَازَۃَ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ فَاِنَّہٗ حَمَلَ جَنَازَۃَ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ ؓ فقط وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّہْدِیْہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ہَادِیَ لَہٗ۔

تاریخ ۲۹ ر ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ
نیا پورہ۔ بھڑوچ

احقر
امیر الدین عفی عنہ

نقل مطابق اصل مولانا شمسی صاحب حیدرآبادی کے جواب کی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ حامداً و مصلیاً۔ مخلص من مولوی سید امیر الدین سلمہ رب العالمین۔

السلام علیکم و قلبی لدیکم۔ تمہارا خط ۳ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ ہجری کا لکھا ہوا مجھے پہنچا خط کے دیکھنے سے دل کو بہت مسرت ہوئی کیونکہ ایک طویل زمانہ کے بعد ایں روحانی تکلم کا اتفاق ہوا۔ میں تمہاری اس محبانہ روش سے بہت خوش ہوں کہ باوجود اس کے کہ میں نے تمہارے متعدد خطوط کے جوابات نہیں دئے اور ضعف و ہستی کی وجہ سے جواب نویسی میں قاصر رہا تاہم تم نے اپنی مخلصانہ طرز باقی رکھی اور کبھی نہ کبھی اپنی خبر خیریت سے مسرور کیا اس سے تمہاری محبت صمیمی کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو دارین میں خوش رکھے۔

تمہارے خلوص کی وجہ سے تم کو دیکھنے کا دل بیحد مشتاق ہے مگر ضعف اور سفر بعید ایسے موانع ہیں کہ اشتیاق دلی منزل ذہنی سے طے مراحل خارجی نہیں کر سکتا۔ ایک زمانہ سے دھولقہ کے خیال نے بیچین رکھا ہے لیکن مرض ضعف اعصاب و تشنج اعضا ہمیشہ سد راہ ہیں۔ تم کو بھی کوئی ایسا موقع نہیں ملتا کہ چند روز کیلئے تم حیدرآباد آتے اور میرے پاس ٹھیرتے کچھ زمانہ اچھا گزر جاتا۔ افسوس ہے کہ دوری مسافت جانبین میں سخت مزاحم ہے۔

صدمات متواترہ اور شکایت اعصابی نے دل کو اور بھی بٹھا دیا ہے۔ مدتیں ہوگئیں کہ کسی کام میں دلچسپی نہیں ہوتی۔ نہ تدریس کا شوق رہا نہ تحریر و تالیف کا مذاق۔ مجبوراً نہ کالج جاتا ہوں اور دو تین سبق پڑھا کر گھر چلا آتا ہوں اس کے بعد اگر مزاج موزوں رہا تو تفسیر قرآن مجید کی دس پندرہ سطریں لکھ لیں ورنہ بستر پر لیٹا رہتا ہوں۔ اس تفسیر کی ایک جلد لکھ چکا ہوں دوسری جلد کی تیاری ہے۔ قرآن مجید کا چودہواں جزو قریب الختم ہے۔ غرض عمر کے دن اس طرح کٹ رہے ہیں ایک دن کٹ ہی جائینگے۔

تم نے اپنے خط میں ایک فتویٰ اور دو استفتے روانہ کئے ہیں تمہارا فتویٰ بڑا اچھا لکھا ہے[۱] مگر اسمیں کتب فقہیہ کا حوالہ

---

[۱] یہ مولانا کے دستخط کے قائم مقام ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا کے نزدیک بھی فتویٰ بالکل صحیح ہے ۱۲۔ امیر الدین عفی لہ

ضرور تھا کیونکہ مفتی کا فریضہ ہے کہ اپنے ہر دعوے پر کسی کتاب فقہ کا مفتی بہ قول پیش کرے۔ بلکہ ضرور تھا کہ اولاً آئمۂ اربعہ رحمہم اللہ کے اختلاف سے بحث کیجاتی اور پھر مذہب حنفیہ کی طرف توجہ ہوتی۔ اس مسئلہ میں تمنے جو استفتا کیا ہے اس کا جواب انشاء اللہ روانہ کرونگا۔

دوسرا استفتا جو نماز جمعہ میں کیا گیا ہے اسکے متعلق میری کم فرصتی اور طبیعت کی پستی کا یہ فیصلہ ہے کہ جسطرح نماز جنازہ کے استفتا کا جواب تمنے لکھا ہے اِس کے جواب کی تکلیف بھی تم ہی گوارا کرو اور کتب فقیہ اور مرویات حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کرو تا ایک مدلل جواب ہو جائے پھر میرے پاس روانہ کرو اگر اسمیں ترمیم کی ضرورت ہو تو کردونگا۔ ہر سوال کا جواب ایک ایک جداگانہ فصل میں لکھو۔ خصوصاً اس فصل میں زیادہ بحث کرو کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تابع تام اور مساوی سرورکائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں تو آپ کے اعمال تقرب وہی ہونے چاہئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال تقرب ہیں ورنہ تابعیت تامہ ثابت ہوگی نہ مساوات۔

چونکہ مرویات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قرون ثلثہ میں مثل احادیث سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تدوین نہیں کی گئی ہے تو امید نہیں ہے کہ ہر جزئی مسئلہ میں کوئی روایت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مل سکے۔[51] اِس صورت میں اُن احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے استدلال کیا جائے جو آپکی مبارک شان میں منصوص ہیں۔ اور نیز تم کو اِس مسئلہ میں بھی بحث کرنا ہوگا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام داعی الی اللہ اور خلیفۃ اللہ ہونے کی مستحکم وجہ سے کسی امام و مجتہد کے تابع نہیں ہو سکتے بلکہ آپ پر حقایق شرعیہ کا انکشاف اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسی طرح تھا جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بذریعہ جبرئیل علیہ السلام انکشاف ہوتا تھا۔[52] مجھے تمہاری روشن دماغی اور ذہانت سے امید قوی ہے کہ تم اِن مسائل میں عمدہ بحث کروگے۔[53]

میں نے اس کام کی تکلیف تم کو اِس وجہ سے دی ہے کہ میں اور میرے اسلاف اور تم اور تمہارے پیر و مرشد جناب خوبصاحب میانصاحب مرحوم و مغفور نماز جمعہ پڑھنے میں متحد ہیں[54] اور خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اِس اتحاد قدیم کو ہمیشہ قائم رکھیگا۔[55]

---

[51] یہ اس بات کا اقبال ہے کہ جو روایتیں اہل جمعہ نے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق اپنی کتابوں میں لکھی ہیں وہ قرون ثلثہ کی تدوین شدہ نہیں ہیں ۱۲۔ امیر الدین

[52] یہ اس امر کا اقرار ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز جمعہ کی حقیقت اور اس کا مشروط و مقید بالشرائط ہونا منجانب اللہ معلوم ہوا ہے نہ کسی امام و مجتہد کی تبعیت سے ۱۲ امیر الدین

[53] یہ بندہ کی اس ناچیز تحریر کے لئے قائم مقام تقریظ ہے ۱۲۔ امیر الدین غفرلہ

[54] یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مولانا در پردہ مسئلہ جمعہ میں بندہ کے اور بندہ کے بزرگوں کے ساتھ ہیں ۱۲۔ امیر الدین۔

امید کرتا ہوں کہ میری اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس رائے سے تم متفق ہو جاؤ گے[۱]۔ میں بہت خوشنود ہونگا۔ اگر تم اس استفتا کا جواب ایک رسالہ کی صورت میں لکھکر میرے پاس روانہ کروگے۔ اگر تم کو میری تالیف تنویر الھدایہ کے مطالعہ کی ضرورت ہو تو اسکو منگوا لیجئے ابھی اس کے چند نسخے میرے پاس موجود ہیں۔ تمہارے متعلقین مصلیین مسجد اور قدما کو میرا سلام کہو۔

مرقوم یکم جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ۔

راقم اشرف غفرلہ۔
چینچل گوڑہ محلہ۔ حیدرآباد دکن

نقل مطابق اصل اُس رجسٹری خط کی جو بند کیطرف سے مولانا کے جواب کے جواب میں لکھا گیا

۷۸۶

نیاپورہ۔ بھڑوچ۔ علاقہ بمبئی۔ ۲۶ / جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ یوم دوشنبہ

عالیجناب مخدومنا و استادنا قبلہ مدظلہم العالے۔

قدمبوسی۔ قریبًا دو مہینے ہوئے ایک رجسٹری عریضہ مع ایک فتوے اور دو استفتوں کے ارسال خدمت کیا گیا ہے مگر آجتک نہ تو فتوی ہی حضور کے دستخط سے صحت یا عدم صحت کی سند لیکر واپس آیا اور نہ ہی استفتوں کے جواب سے سرفرازی ہوئی۔ ہوالغش بخیر باد۔ امید کہ نیازنامۂ ہذا کو ملاحظہ فرماتے ہی فورًا تینوں چیزیں بندے کی حسب درخواست مرحمت فرماکر عزت بخشیں گے۔

۱۴ / جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کو ایک رجسٹری خط حضور کے نام سے مجھے بمقام نہتوڑہ ملا ہے مگر مجھے اس کے حضور کی طرف سے ہونے میں کسی طرح سے شک ہے۔

(۱) اگر یہ واقعی حضور ہی کی جانب سے ہوتا تو اس کے ساتھ میری مرسلہ تینوں چیزیں میرے حسب الطلب ہوتیں یا کم سے کم میرا فتوی تو ضرور ہی واپس آجاتا۔

(۲) فتوے میں کتاب زاد المعاد اور شرح وقایہ کا نام بلکہ آخر الذکر کی عبارت تک درج ہونے کی حالت میں یہ تحریر نفرمایا جاتا کہ "اسمیں کتب فقہیہ کا حوالہ ضرور تھا"۔

(۳) سوال میں حنفی مذہب کی قید ہونے کی صورت میں یہ نہ لکھا جاتا کہ "بلکہ ضرور تھا کہ اولًا ائمہ اربعہ رحمھم اللہ کے اختلاف سے بحث کیجاتی اور پھر مذہب حنفیہ کی طرف توجہ ہوتی"۔

---

[۱] یعنے استفتاء مذکور کا جواب تم خود لکھوگے اور مسئلہ جمعہ میں جو میں در پردہ تمہارے اور تمہارے بزرگوں کے ساتھ ہوں اسکو مان لوگے ۱۲۔ امیر الدین عفی عنہ

(۴) استفتاء جمعہ کے متعلق خود سائل سے جواب کی درخواست نہ کیجاتی خصوصاً جبکہ اُس کا نماز جنازہ کی بابت دیا ہوا فتوےٰ قابل قبول نہ سمجھا جاتا ہو۔

(۵) اس تحریر کے بعد کہ مَیں اور میرے اسلاف اور تم اور تمہارے پیرو مرشد جناب خواجہ صاحب میاں صاحب مرحوم و مغفور نماز جمعہ پڑھنے میں متحد ہیں اور خدا تعالیٰ سے امید ہے کہ اس اتحاد قدیم کو ہمیشہ قائم رکھیگا" یہ نہ لکھا جاتا کہ یہ امید کرتا ہوں کہ میری اس تحریر کو پڑھنے کے بعد اس رائے سے تم متفق ہو جاؤ گے"

اور اور بھی بہت سی متضاد اور گول مول باتوں سے مذکور خط مملو ہے لہٰذا میں اسکی نسبت حضور کی طرف سے ہونے کا یقین نہیں کر سکتا۔

مکرر گزارش ہے کہ بندے کی ناچیز درخواست کی طرف بہت جلد توجہ فرمائی جائے اور جہاں تک ممکن ہو جلد سے جلد فتویٰ اور دونوں استفتے بندے کے حسب الطلب روانہ فرمائے جائیں۔

امید کہ اظہار حق میں کسی کی رعایت و مروت روا نہیں رکھی جائیگی ۔ اے خاک درت کعبہ ارباب ارادت ۔ ۔ گردی بسوئی تو نیارم بکہ آرم ۔ زیادہ حد ادب۔ سب کی خدمت میں ما وجب۔ احقر امیر الدین عفی عنہ

نوٹ ۔ اِس خط کا جواب مولانا کی طرف سے آج تک نہیں ملا ۔

بندے کے اِس جواب کی نسبت مولانا اپنے اس طویل جواب کے شروع میں میرے سوالات پر نا جائز نکتہ چینی کرنیکے بعد فرماتے ہیں " مگر تم نے میری تحریر میں غور نہیں کیا اور اپنی عادت کے برخلاف ایسے انداز میں جواب دیا جسمیں شائستگی نہیں تھی "

ناظرین کرام انصاف فرمائیں کہ میرے مذکور جواب میں شائستگی کے خلاف کون بات ہے۔

جب سوالات کرنے کا سبب اور ساتھ ہی اس کی مدت بھی حضرات ناظرین پر ظاہر ہو گئی تو اب اُن کے جوابات کی طرف توجہ کیجاتی ہے۔

تاریخ ۲۰ جمادی الاول ۱۳۲۶ھ یوم پنجشنبہ کو ڈبھوئی میں مذکور عرضی کے ساتھ جو استفتاء مذکور کی نقل مولانا کی خدمت میں پہنچی تھی اُس کے جواب میں مولانا کی طرف سے جو تحریر مجھے ملی ہے اس کی نقل یہ ہے۔

نقل مطابق اصل

عزیز من مولوی سیّد امیر الدین صاحب سلمہ

السلام علیکم ۔ تمہاری تحریر و استفتاء مرقومہ ۲۰ جمادی الاولے ۱۳۲۶ھ یوم پنجشنبہ کا مطالعہ کیا یہ تحریک تمنے بڑی دیر کے بعد کی ۔ اگر اس کے پہلے کی ہوتی تو مناسب تھا کیونکہ مجھے یہاں آکر سترہ یوم ہو گئے اور میں آج زیارت

بھیلوٹ شریف کے لئے آمادۂ سفر ہوں۔ ایسے تنگ وقت میں تمنے استفتا کیا ہے کیا تم کو اس کے پہلے یہاں میرے آنے کی خبر نہیں ملی۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اسوقت میں اپنے مذہبی اصول کے موافق تمہارے سوالات کا اجمالی جواب دیتا ہوں۔ اور وطن جانے کے بعد اس استفتا کا تفصیلی جواب لکھونگا انشاء اللہ تعالی۔

تم نے اس خط میں لکھا ہے کہ "اظہار حق میں کسی کی رعایت و مروت روا نہیں رکھی جائیگی۔ میری بھی یہی عادت ہے اور اسی طرح جواب دیا کرتا ہوں مگر مشکل یہ ہے کہ اظہار حق کے بعد جب سائل اپنے مطلب کا خلاف دیکھتا ہے تو امر حق کو نہیں[۱] مانتا۔ اللہ تعالے سب کو حق بات کو ماننے کی توفیق دے۔ اب میں مختصر جواب لکھنے کی طرف توجہ کرتا ہوں۔

واضح ہو کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعوے مہدیت کے ثبوت میں دو دلیلیں پیش کی ہیں ایک اتباع کلام خدا دوسری اتباع شریعت محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ اِن ہی دو دلیلوں کو اپنے دعوے مہدیت پر پیش فرماتے تھے۔ عقیدہ شریفہ و متن شریف میں یہ روایت موجود ہے۔ اسی طرح مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب اپنی مہدیت کا عام دعوی کیا تو یہی فرمایا کہ انی عبد اللہ تابع محمد رسول اللہ بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تام ہیں۔ اور رسالہ بعض الآیات میں تابع تام کی یہ تعریف کی ہے کہ تابع تام وہ ہے جو اپنے متبوع کے اقوال و افعال و احوال کی پوری اتباع کرے۔ اگر کسی شخص میں اسطرح کی اتباع نہیں ہے وہ تابع تام بھی نہیں ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ تابع تام وہی ہے جو امور متقرب من اللہ میں اپنے متبوع کے ہر فعل کی اتباع کرے۔

اس تقریر سے ثابت ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وجہ سے کہ آپ رسول کریم صلوٰۃ اللہ علیہ وعلی آلہ التسلیم کے تابع تام ہیں آپ کا ہر قول و فعل و حال وہی تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا۔ اور آپ کا تابع تام ہونا امر قطعی ہے کیونکہ اس پر اجماع مہدویہ ہے پس جو افعال عبادات حکم قرآن مجید سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض ہیں وہ سب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض ہیں مگر بعض مستثنیات مثلاً جہاد و بعض احکام نکاح وغیرہ کیونکہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات ہیں اور خاصہ شے وہی چیز ہے جو دوسرے شے میں نہ پائی جائے غرض اِن امور کے سوائے جو احکام قرآنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض و واجب ہیں وہ سب حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی فرض و واجب ہیں۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احکام عبادات مثلاً نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ۔ حج و جمعہ و عیدین وغیرہ صادر ہوتے تھے۔ اسی طرح حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ

---

[۱] حق ہمیشہ غالب رہتا ہے۔ کسی کے دبانے سے ہرگز نہیں دب سکتا اگر سائل بے انصافی کر جائے اور حق پوشی کے گناہ میں مبتلا ہونا بھی عیاذاً باللہ قبول کر لے تو بھی حق کی حقیقت میں کوئی فرق نہیں آسکتا اور آخر وہ ناظرین کرام کے ذریعہ سے ظاہر ہو کر ہی رہتا ہے مگر اس فقرہ سے مولانا نے اس جواب کی وہ حقیقت جو آپکے دل میں تھی ظاہر فرمادی ہے یعنے سوال کے مطابق اور ماننے کے لائق بالکل نہیں ہے (بقیہ حاشیہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ ہو)

والسلام سے بھی احکام مذکورہ صادر ہوا کرتے تھے۔ اگر یہ نہ ہوگا تو آپ کی تبعیت تامہ نہ ہوگی اور جب آپ تابع تام ثابت نہ ہونگے تو آپ کی مہدیت بھی ثابت نہ ہوگی۔ غرض یہ امر یقیناً ثابت ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح ہمیشہ نماز جمعہ ادا فرمائی ہے[ع] اگر کسی کو اس امر میں شک وشبہہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ اسکو حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع تام ہونے میں شک وشبہہ ہے اور جسکو تابع تام ہونے میں شک وشبہہ ہے اسکو مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مہدی ہونے میں بھی شک وشبہہ ہے۔ اس صورت میں اسکو مصدق حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہنے میں بھی شک وشبہہ[۵۱] ہوگا۔

واضح ہو کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث کی تدوین ہوئی ہے اس طرح پر روایات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تدوین نہیں ہوئی۔ اگر اس طرح کی تدوین ہوتی تو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی قدر روایتیں موجود ہوتیں جسقدر کہ روایتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجود ہیں تاہم ہماری نقلیات کی کتابوں میں حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز جمعہ پڑھنے کا ذکر موجود ہے اگر بالفرض یہ روایتیں ہماری نقلیات میں موجود نہ ہوتیں تو بھی ہمارے پاس یقینی طور پر ثابت ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تام ہیں آپ سے ہر ایک عمل جو عبادات سے متعلق ہے اسی طرح ادا ہوا ہے جسطرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ادا ہوا ہے۔ یہ بات بھی لائق اظہار ہے کہ احکام دین کلام خدائے تعالیٰ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل سے ثابت ہوتے ہیں اور احکام دین کے اثبات میں یہی چیزیں حجت ہوتی ہیں ان کے سوا کسی چیز سے نہ احکام دین کا ثبوت ہو سکتا ہے اور نہ انکی نفی۔ پس قول صحابی وتابعی سے کسی امر دین میں حجت نہیں ہو سکتی۔ ہاں ان سے امر ثابت میں تائید ہو سکتی ہے چنانچہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ سید محمود اور سید خوندمیر سے کوئی فعل ضعیف صادر نہ ہوگا مگر دین کلام خدا اور سنت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بندہ پر ہے۔ اس فرمان قدسی کے اعتبار سے ہمارا یہ فرض ہے کہ جو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے آپ کے تابع تام ہونے کی حیثیت سے ثابت ہو جائے اس پر عمل کیا جائے اور اسپر قول صحابی یا تابعی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر قول صحابی وتابعی موافق کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروایات مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہو تو اس کو صحیح تسلیم کرنا چاہیئے اور اگر موافق نہ ہو تو اسکو ترک کرنا چاہیئے اسوجہ سے کہ صحابی وتابعی معصوم نہیں ہیں۔ اس بنا پر ہم یہ کہتے ہیں کہ صحابہ کے جو روایات دنقول قرآن مجید وحکم وقول وفعل خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے خلاف کتابوں میں نظر آئیں یا سماعی روایات ہوں تو قابل استدلال نہیں ہیں۔ اگر کسی نے ان کو معارضہ پیش کیا تو وہ جاہل اور گمراہ ہے اسکا

[۵۱] یہ سب اول سے آخر تک مغالطہ اور ناداںوں کا دل خوش کرنے کی باتیں ہیں تفصیل کیلئے (بقیہ حاشیہ آخر کتاب میں ملاحظہ فرمائیں)

قول قابل التفات نہیں ہے۔

غرض میرے پاس ادائے نماز جمعہ کتاب اللہ اور عمل خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام سے بطور فرض ثابت ہے۔ میں اور فقہا اس کے منکر کو کافر سمجھتے ہیں۔ یہی میرا قول ہے اور یہی میرا مذہب ہے۔

میں نے اس تحریر میں جو کچھ تحریر کیا ہے اظہار حق کیا ہے تم اس میں غور صادق کرو اور حق کو اختیار کرو۔ اور آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

مرقوم ۸ ر جمادی الاولے ۱۳۴۶ھ روز پنجشنبہ

راقم خادم العلما۔ سید اشرف غفرلہ

نوٹ۔ اس تحریر میں تمہارے اُن سوالات کا اجمالاً و تحقیقاً جواب دیا گیا ہے۔ جو نماز جمعہ سے متعلق ہیں مگر وہ سوالات جو بیکار و بے محل ہیں ان کے جواب پر التفات نہیں کیا گیا۔

راقم خادم العلما
سید اشرف غفرلہ

یہ تحریر مجھے ۸ ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ کو دن کے تخمیناً پانچ بجے جناب منشی فاضل سید ابراہیم صاحب برادر زادہ مولانا کی وساطت سے جن کے ساتھ چار آدمی اور بھی تھے اُسوقت پہنچی جبکہ مولانا بھیلوٹ تشریف جانیکے لئے اسٹیشن پر پہنچ چکے تھے۔ چونکہ تحریر مذکور میرے استفتے کا جواب نہیں تھی میں نے اسکے متعلق گفتگو کر کے منشی صاحب کو قائل کیا اور کہا کہ ادائے جواب سے پہلے مولانا کا ڈھوئی چھوڑنا مناسب نہیں ہے تب منشی صاحب کہنے لگے کہ کیا تاریخ ۱ ر جمادی الآخر ۱۳۴۵ھ کی تحریر کو بھی آپ جواب نہیں مانتے؟ میں نے کہا نہیں اور پھر اس کی نقل میں سے مندرجہ ذیل عبارت دکھا کر انہیں خاموش کیا جو یہ ہے" دوسرا استفتا جو نماز جمعہ میں کیا گیا ہے اسکے متعلق میری کم فرصتی اور طبیعت کی سستی کا یہ فیصلہ ہے کہ جس طرح نماز جنازہ کے استفتا کا جواب تمنے لکھا ہے اسکے جواب کی تکلیف بھی تم ہی گوارا کرو اور کتب فقہیہ و مرویات حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استدلال کرو تا ایک مدلل جواب ہو جائے۔ پھر میرے پاس روانہ کرو اگر اسمیں ترمیم کی ضرورت ہو تو کردونگا۔ ہر سوال کا جواب ایک ایک جداگانہ فصل میں لکھو" منشی صاحب موصوف نے کہا کہ اب تو مولانا اسٹیشن پر پہنچ چکے ہیں اس لئے مجبوری ہے مگر بھیلوٹ شریف سے واپس آئے بعد انشاء اللہ تعالےٰ اِس کا معقول جواب لکھا جائیگا۔ حاصل یہ کہ منشی صاحب نے مانلیا کہ مذکورہ دونوں تحریریں استفتا مذکور کا جواب نہیں ہیں۔ اُسوقت منشی صاحب کے ہمراہیوں کے علاوہ اور بھی بہت سے حضرات شریک محفل تھے جو اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ قصہ کوتاہ منشی صاحب اور ان کے ہمراہی یہاں سے رخصت ہو کر اسٹیشن پر گئے اور مولانا معہ اپنے ساتھیوں کے بھیلوٹ شریف روانہ ہوگئے۔

بندہ ڈبھوئی میں مولانا کی واپسی کا انتظار کر رہا تھا کہ یکایک مولانا کی دیہی ۸ / جمادی الاول ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ کی تحریر گجراتی حرفوں میں جواب کے نام سے چھپکر شائع ہوئی جسپر بندے کو گجراتی حروف و زبان میں اسکی تفہیم یعنی مذکورہ "سمجھوتی" شائع کرانی پڑی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا کی مذکور تحریر میرے سوالات کا جواب نہیں ہے چونکہ مولانا کی دو تحریریں جو جواب کے نام سے مشہور کیگئی تھیں غیر جواب ثابت ہوچکی تھیں اور بھیلوٹ سے واپس آئے بعد بھی بجائے اسکے کہ کوئی اور معقول و مدلل جواب لکھا جاتا ان ہی مذکورہ دونوں تحریروں کو نبھانے پر وعظوں۔ لفاظیوں اور پرچہ بازیوں میں ناحق زور لگایا جارہا تھا اور اس کی وجہ سے عوام الناس میں ایک طرح کی بھینی پیدا ہو کر فساد کا قوی اندیشہ ہوگیا تھا اس لئے جماعت نے تاریخ ۲۴ / نومبر ۱۹۲۷ء کو بنام مولانا و جناب سید مرتضی صاحب گجراتی حروف و زبان میں ایک نوٹس دی جس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمۂ نوٹس

جناب مولانا مولوی سید اشرف صاحب شمسی حیدرآبادی و سید مرتضی صاحب حیدرآبادی کو اس نوٹس سے اطلاع دیجاتی ہے کہ چونکہ آپ حضرات مولوی سید امیر الدین صاحب بھروچی کے سوالات کا جواب سات برس ہوئے نہیں دیتے اس کے متعلق قسم قسم کی باتیں بناتے ہیں اور نماز جمعہ کی بابت کیا مکان میں اور کیا وعظ میں رستی دکھا کر بیچارے نادانوں کو اشتعال دلاتے ہیں۔ اشتعال آمیز تحریریں شائع کرتے ہیں اسوجہ سے لوگ بہت مشتعل ہو گئے ہیں اور شر و فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہوگیا ہے مگر مولوی سید امیر الدین صاحب روک رہے ہیں لہذا جہانتک ممکن ہو جلد سے جلد سوالات کا صحیح اور فیصلہ کن جواب لکھکر مولوی صاحب موصوف کی طرف روانہ فرماویں۔ اگر جواب صحیح ہوگا تو مولوی صاحب اپنے سوالات کے ساتھ اسے چھپا کر شائع کر دینگے اور اس طرح ہونے سے اس بھاری جھگڑے کا انجام آکر فیصلہ بھی ہوجائیگا۔

اپنے حسب منشا جواب لکھکر وعظوں میں نادانوں کو سنا دینے اور پھر اپنی ہی طرف سے باہر و باہر چھپا کر شائع کر دینے سے کبھی فیصلہ نہیں ہوگا بلکہ الٹا روز بروز فساد اور جھگڑا بڑھتا ہی جائیگا جسکے ذمہ دار آپ حضرات ہی ہونگے اور نہ ہی اس قسم کا جواب جواب شمار کیا جائیگا۔

فیصلہ کی صورت تو یہی ہے جو عرض کی گئی۔ اب آپ کو اختیار ہے جیسا مناسب سمجھیں ویسا کریں۔

مولوی سید امیر الدین صاحب اگر اپنی بات نبھانے کے لئے ہٹ دھرمی کر کے صحیح جواب کو غلط کہینگے اور حق بات پر پردہ ڈال کر بیچارے ان پڑھ لوگوں کو اندھیرے میں رکھینگے اور الٹے رستے چلائینگے تو دونوں جہان میں ان کا منہ کالا ہوگا ورنہ یہی بات آپ صاحبوں پر آئیگی۔

حسب المطلب جواب کتنی مدت میں عنایت ہوگا اس سے براہ کرم ضرور مطلع فرمائیں۔

راقم جماعت مصدقین ڈبھوئی ہے مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۲۷ء

اس نوٹس کا جواب تو نہیں دیا گیا مگر کچھ مدت کے بعد مولانا کی وہ طویل تحریر جس کا مسودہ مولانا کے حسب تحریر تاریخ ۲۶ر جمادی الاولےٰ ۱۳۴۶ھ روز سہ شنبہ کو تیار ہوا ہوگا اور جو اسوقت زیر بحث ہے تاریخ ۱۵ر جمادی الاخرے ۱۳۴۶ھ کو شنبہ کے روز بندہ کی طرف بھیجی گئی جس کا ذکر ابتدا میں ہو چکا ہے۔

بیان مذکور الصدر سے ظاہر ہے کہ میرے استفتاء مذکور کے جواب کے نام سے مولانا کی تین تحریریں عوام الناس میں مشہور ہیں (۱) جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کی جو اس سے پہلے کبھی چھپکر شائع نہیں ہوئی (۲) ۸ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ کی جو ڈبھوئی میں بحروف گجراتی طبع ہوکر شائع ہو چکی ہے (۳) ۲۶ر جمادی الاول ۱۳۴۶ھ روز سہ شنبہ کی جو تاریخ ۱۵ر جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ یوم شنبہ کو میرے پاس آئی ہے اور اب وہ بھی گجراتی حروف میں چھپکر شائع ہو گئی ہے۔

اور بیان مذکور سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اول الذکر دونوں تحریریں جواب نہیں ہیں۔ رہی آخری تحریر تو اس کے متعلق گزارش ہے کہ اگر آپ حضرات میرے اس جواب الجواب کو ملاحظہ فرمانے سے پہلے ہی اس کی کیفیت پر مطلع ہونا چاہتے ہوں تو مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیے۔

۱- میرے سوالات کو مولانا کی تحریر سے ملا کر دیکھئے فوراً معلوم ہو جائیگا کہ یہ تحریر بھی میرے سوالات کا جواب نہیں ہے کیونکہ میں پوچھتا ہوں کچھ اور مولانا لکھتے ہیں کچھ۔ گویا جواب کو سوالات سے کوئی مناسبت ہی نہیں ہے۔ میرے تمام سوالات کا ماحصل اور خلاصہ صرف اتنا ہی ہے کہ اس وقت جس طریقہ سے کہ ہمارے بعض بھائی نماز جمعہ شروع کر بیٹھے ہیں اور جامع مسجد کو نہ جاکر اپنے اپنے مقاموں میں پڑھا کرتے ہیں وہ حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کی پیروی کے موافق ہے یا نہیں؟ اور نیز ان کا یہ عمل کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہؐ کے بھی مطابق ہے یا نہیں؟ فقط جس کا جواب اس تیس ۳۰ صفحے کی تحریر میں بھی نہیں ہے جیسا کہ اول کی دونوں تحریروں میں نہیں ہے پھر یہ تحریر بھی قومی نزاع کو دور کرنے والی اور میرے سوالات کا جواب کیسے ہو سکتی ہے۔

۲- مولانا کی تحریر پڑھتے وقت میرے اس واپس شدہ عریضے کو بھی ملاحظہ فرماتے جائیے جو جواب الجواب ختم ہوئے بعد "ضمیمہ" میں منقول ہے۔

۳- میرے سوالات کا جواب اثبات و نفی میں دائر ہے پس اگر مولانا کی تحریر میں ان کا جواب ہوتا تو یا تو اثبات میں ہوتا یا نفی میں۔ یعنے یا تو اسمیں یہ ثابت کیا جاتا کہ مذکور جمعہ پڑھنے والوں کا طرز عمل کتاب و سنت اور دور نبوتؐ و ولایت کے خیر القرون کے عمل کے مطابق ہے۔

یا یہ ثابت کیا جاتا کہ اِس کے مطابق نہیں ہے۔
پہلی صورت میں میرا فرض تھا کہ میں اُن کے طرزِ عمل کو اختیار کر لیتا اور ان کی طرح نماز جمعہ پڑھنے لگ جاتا اور اگر خدا کو منظور ہوتا تو قوم کے اِس تباہ کن جھگڑے کا بھی ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاتا۔ سب کو چھوڑ و کم سے کم اتنا تو ضرور ہی ہوتا کہ میں ہینچ کی نوٹس میں لکھے ہوئے مضمون کا مصداق بنجاتا اور اس شرمندگی کو دور کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے یہاں سے روپوش ہو جاتا۔ اور جب ایسا نہیں ہوا تو ثابت ہو گیا کہ یہ تحریر امر مذکور سے خالی ہے اور میرے سوالات کا جواب نہیں ہے۔
دوسری صورت میں جمعہ پڑھنے والوں کا فرض تھا کہ اپنے اس فعل سے باز آجاتے اور وہ بات اختیار کرتے جو جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے توابع رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کے موافق ہونیکی وجہ سے کتاب و سنت کے بھی مطابق ہے یا کم سے کم اپنے مذکور فعل کے اِن چیزوں کے مطابق ثابت ہونے تک بحث کو ختم نہ ہونے دیتے۔ میرے مذکور عریضے کو واپس نہ آنے دیتے اور مولانا کو بھی ہرگز ہرگز جانے نہ دیتے۔ مگر جب یہ بھی نہ ہوا یعنے جمعہ پڑھنے والوں نے اپنے فرض کو ادا نہ کیا اور اسوقت جو کام انہیں کرنا چاہیئے تھا وہ نہ کیا اور نہیں کرنے کے کام کر ڈالے تو یہی ثابت ہو گیا کہ جس فعل پر وہ اڑے ہوئے ہیں اور جس سے ابتک باز نہیں آتے اُس پر سے اس تحریر میں پردہ نہیں اٹھایا گیا اور نہ ہی آیندہ کبھی اس کو اٹھانا پسند کیا جاتا ہے۔ پھر اس کا نام ضد اور ہٹ دہرمی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور جب یہ ہے تو میرے سوالات کا جواب ملنے کی امید کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔ مطلب یہ کہ مولانا کی مذکور تحریر میرے سوالات کا جواب نہیں ہے اور آیندہ دوسرا جواب ملنے کی امید بھی نہیں ہے۔ ضد اور ہٹ دہرمی کا بازار گرم ہے۔
اور یہ بات میں اپنی طرف سے نہیں لکھتا بلکہ خود مولانا کی تحریر سے ثابت ہے جسکی تفصیل وہ "ضمیمہ" میں مذکور ہے جہاں میں نے اپنے واپس شدہ عریضہ کے نیچے مولانا کی لکھی ہوئی مختصر عبارت کا جواب دیا ہے۔
(۴) میں پوچھ رہا ہوں کہ مہدویوں پر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی واجب ہے یا نہیں؟ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے یا نہیں؟ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا صحابہؓ نے یا تابعینؓ نے یا تبع تابعینؓ نے خود امام ہو کر اپنے مقام پر کبھی جمعہ کی نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ یا اس کے ادا کرنیکے لئے کسی کو زبانی حکم ہی فرمایا ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی وجہ کیا؟ اسوقت ہمیں نماز جمعہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ ہیں تو جسطرح حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہؓ سے ثابت ہوا اسی طرح پڑھیں یا جسطرح ہمارا جی چاہے؟ اور اس آخری شق میں ہم سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیرو کہلائیجانے کے مستحق ہونگے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ مثلاً تو ان سوالات کے جواب میں اثباتاً یا نفیاً جو لکھنا چاہیئے وہ نہ لکھکر ثبوت مہدیت کی دلیل " انی عبداللہ و تابع محمد رسول اللہ "، وغیرہ لکھدینا بظاہر سوال آز آسمان جواب از ریسماں کا مصداق اور

حقیقت میں مغالطہ ہے۔ اور اگر یوں کہا جائے کہ تمہارے سوالات کا جواب اِس دائرے سے باہر نہیں ہو سکتا تو بھی غلط
ہے کیونکہ سوالات ایسے وقت میں کئے گئے ہیں کہ گروہ مہدویہ میں جمہور کے خلاف ایک چھوٹی سی ٹکڑی کے اپنی اپنی مسجدوں
میں جمعہ قائم کر لینے سے سخت اختلاف اور نزاع واقع ہو کر بُرے بُرے نتائج ظہور میں آرہے ہیں لہذا تفصیل و تعین طلب اور
رفع اختلاف و نزاع کے خواہاں ہیں تو جب تک اِس تفصیل و تعین کے ساتھ جواب نہیں دیا جائیگا کہ (مہدویوں پر
مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی واجب ہے اس لئے کہ آپ کا ہر قول و فعل کتاب اللہ تعالیٰ اور حدیث رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ اور نماز جمعہ کے متعلق آپ کا قول و فعل یہ ہے کہ آپ نے خود امام ہو کر اپنے مقام پر
جمعہ کی نماز کبھی نہیں پڑھی ہے اور نہ ہی اِس کے ادا کرنے کے لئے کسی کو زبانی حکم فرمایا ہے۔ صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعین
تک یہی عمل رہا ہے۔ یعنی انہوں نے بھی کبھی اپنے مقام پر خود امام ہو کر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے اور نہ ہی کسی کو اِس
کا حکم فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز جمعہ کی فرضیت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک کتاب اللہ تعالیٰ
اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مشروط ہے اور شرطیں پائی نہیں گئیں۔ اسوقت جو معدودے چند
آدمی اپنی اپنی مسجدوں میں جمعہ کی نماز پڑھنے لگ گئے ہیں وہ آپ کی پیروی کے موافق نہیں ہے لہذا وہ آپ کے پیرو
کہلانے کے مستحق بھی نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ مثلاً) تب تک ایسی دوراز و مبہم دلیلیں کہ جن کو ظاہر میں ہر فریق اپنے
موافق سمجھ سکتا ہے لکھدینے اور اسی قسم کی اور بھی خارج از سوال باتوں سے صفحے کے صفحے بھر دینے سے سوالات کا
منشا کیسے پورا ہوگا۔ قومی اختلاف اور جھگڑا کیونکر دور ہوگا۔ اور اسے سوالات کا جواب کون کہیگا۔

(۵) امام عالی مقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واجب الاذعان فرمان "وہ انی عبد اللہ" کا مقتضا یہ ہے کہ آپ ہر حال
میں فرمان الٰہی کے تابع رہیں اور "تابع محمد رسول اللہ" کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ہر دینی امر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے قدم بقدم چلیں۔ اور جب یہ ہے تو آپ کا فرض ہوگا کہ نماز جمعہ میں بھی آپ فرمان الٰہی کے تابع رہیں اور
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پوری پوری پیروی کریں جس حالت میں خدا یتعالےٰ نے آیت کریمہ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ
اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ الخ میں نماز جمعہ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اس
حالت میں پڑھیں اور جس حالت میں نہیں فرمایا ہے اس حالت میں نہ پڑھیں یعنے شرائط کی موجودگی میں پڑھیں اور اُن کی
عدم موجودگی میں نہ پڑھیں جیسا کہ آیت مذکورہ کا مفہوم ہے۔ اسی طرح جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے
ادا فرمایا ہے اُسوقت ادا فرمائیں اور جس وقت ادا نہیں فرمایا ہے اُسوقت ادا نہ فرمائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
آیت قرآنی کے مفہوم کے موافق نماز جمعہ اُسوقت ہی ادا فرماتے تھے جبکہ شرطیں پائی جاتی تھیں اور جب وہ نہیں
پائی جاتی تھیں تو ادا نہیں فرماتے تھے چنانچہ باوجود جمعہ فرض ہونے کے حکومت و شوکت اسلامی حاصل نہ ہونیکے سبب
مکہ معظمہ میں اور مصریت و اقامت کی شرط فوت ہونے سے ہجرت کے وقت قبیلہ بنی عمرو بن عوف کی بستی (قبا) میں

اور حجۃ الوداع کے موقعہ پر عرفات میں آپ نے اِس کو ادا نہیں فرمایا - اور آخرالذکر بات کو مولانا بھی قبول فرماتے ہیں -
ملاحظہ ہو میرے پندرہویں سوال کے جواب میں مولانا کی یہ تحریر "واضح ہو کہ صحرا میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے" الخ اور
اس سے اُس روایت کی صحت وعدم صحت بھی واضح ہو جاتی ہے جسمیں یہ مذکور ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرکے آخری جمعہ پڑھنے کے بعد ترک کی نیت آباد البلد کی تھی کیونکہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
آخری جمعہ پڑھا ہی نہیں ہے تو یہ آپ کی پیروی کس طرح ہو سکتی ہے - اس صورت میں فرمان مذکور سے استدلال کرکے
مطلقاً بلاقید عمر الخ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے جمعہ کی فرضیت اور آپ کا اُسے خواہ سفر ہو یا
حضر، شرطیں پائی جائیں یا نہ پائی جائیں ہر حال میں برابر اور ہمیشہ بطور فرض ادا فرماتے رہنا ثابت کرنا اور یہ لکھدینا
کہ "مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تابع تام اور مساوی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات ہیں تو آپ کے اعمال تقرب
وہی ہونے چاہئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال تقرب ہیں ورنہ تبعیت تامہ ثابت ہوگی نہ مساوات" اور
"چونکہ آپ تابع تام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اسلئے آپ پر فرض ہوگا کہ آپ نماز جمعہ پڑھیں" وغیرہ وغیرہ
جیسا کہ مولانا کی تینوں تحریروں میں لکھا ہوا ہے کیونکر صحیح ہوگا - اور پھر اُسے اِس وقت گھر گھر جمعہ پڑھنے والوں کا عمل
کتاب اللہ اور عمل خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہونے کا اپنے زعم میں ثبوت اور سائل کے سوالات کا دندان
شکن جواب سمجھنا - اور سائل کو بے وجہ اور بے سبب جاہل وگمراہ - گستاخ بے دین اور منافق وغیرہ لکھنا - اُس کے مصداق
ہونے میں شک وشبہہ پیدا کرنا - اور خواہ مخواہ اُسے جمعہ کا منکر قرار دیکر کافر جاننا - اُس کے سوالات کو مخالف کے سوالات
قرار دینا اور اُن پر بیجا نکتہ چینی اور حملے کرکے جابجا پھبتیاں اُڑانا - اُس کے سات سالہ استفتے کی نقل کو جو تاریخ ۳ رجمادی
الاول ۱۳۳۹ھ کا لکھا ہوا ہے ۲ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کا لکھا ہوا ثابت کرنے کی کوشش کرنا - اُس کے آگے
پیچھے کی عبارت اپنے لئے مضر سمجھکر اُڑا دینا - اُس کے ضروری اور معقول فقروں کو اپنا مطلب درست کرنے کے واسطے
حذف کر دینا - یکم جمادی الآخر ۱۳۳۹ھ کی تحریر میں سائل کے تمام سوالات معقول اور جمعہ ہی کے متعلق تسلیم کر لینے کے بعد
۸ رجمادی الاولی ۱۳۴۶ھ کی تحریر کی نوٹ میں اور اسی طرح ۲۶ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ روز سہ شنبہ کی تحریر میں بھی بعض
کو بیکار اور بے محل لکھنا - جو تحریریں جواب ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی ہیں اُن کو اول جواب مشہور کرنا پھر اپنے ہی ہاتھ
سے انہیں رد بھی کرنا - ۸ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ کی تحریر میں احکام دین کا اثبات کلام خدا تعالےٰ وسنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اور مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل پر منحصر کرکے اجماع اور قیاس کو حجج اربعہ میں سے خارج
کر دینا اور حدیث لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَۃِ وغیرہ سے بے پرواہی کرنا - پھر ۲۶ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ روز
سہ شنبہ کی تحریر میں اُن کی طرف رجوع کرنا - اور پھر بھی "اجماع کا اصل ہونا بھی ان ہی دونوں اصل سے ثابت ہے"
الخ "اور قیاس بھی قسم اول وقسم ثانی میں داخل ہے" لکھکر اپنی پہلی تحریر کو نباہنے کی کوشش کرنا - اول الذکر تحریر میں

حدیث عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ کا خیال نہ رکھکر قول صحابی سے مدد لینے کی ضرورت نہیں سمجھنا اور ثانی الذکر تحریر میں سوال سوم کے جواب کے آخر میں اُن لوگوں کے قول وفعل سے بھی مدد لینے کی ضرورت سمجھنا جو صحابی اور تابعی تو کیا تبع تابعی بھی نہیں ہیں۔ اِن دونوں تحریروں میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسب فرمان جناب ثانی مہدیؓ وجناب بندگی میاں سید خوندمیرؓ سے کسی ضعیف فعل کا صادر ہونا ثابت کرنیکے بعد اُن کے قول وفعل کو حجت نہ ماننا اور اِس بنا پر اُس حلفیہ محضر و اجماع صحابہؓ کی تردید کرنا جو حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور ہر جمعہ کو بلاناغہ نماز ظہر پڑھنے کے بعد بہیلوٹ شریف میں ہوا کرتا تھا اور جسکے درست یا نادرست ہونیکے متعلق میرے پندرہویں سوال میں بحوالۂ پنج فضائل پوچھا گیا ہے اور اِس ذریعہ سے نہ صرف حضرت ثانی مہدی وغیرہ بائیس ۲۲ سو صحابہ و مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے اجماع پر حملہ کرکے اُن کو ضعیف فعل اختیار کرنے والے۔ جھوٹی قسمیں کھانے والے اور گمراہی پر جمع ہونے والے ثابت کرنا بلکہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان بھی جھوٹا ثابت کرکے آپ کو معصوم تابع تام مہدی اور خلیفۃ اللہ نہ رہنے دینا۔ اور پھر خود کا حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ کے قول کو اسی جگہ دلیل وحجت میں لینا۔ اول الذکر تحریر میں جہاد کو جو فرض کفایہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصیات سے شمار کرنا۔ استفتے کا جواب مناظرہ بلکہ مجادلہ و مکابرہ کی صورت میں دینا وغیرہ وغیرہ صدہا باتیں ایسی ہیں جو ایک معمولی مفتی کی بھی شان کے لائق نہیں ہیں چہ جائیکہ مولانا کی شایانِ شان ہوں۔

بھلا مفتی کو کیا حق ہے کہ وہ مستفتی (سائل) کے سوالات پر جائز یا ناجائز بجا یا بیجا کسی قسم کا بھی اعتراض کرے اُس کا تو کام صرف یہی ہے کہ سوال کے مطابق جواب دیدے اور بس۔ باوجود اسکے مولانا نے جو مفتی ہونے کی حیثیت سے اپنے منصبی فرض کے خلاف کام کیا ہے یعنی جواب مطابق سوال نہ دیکر اول سے آخر تک میرے سوالات پر ناجائز اور بیجا اعتراض کی بوچھار کی ہے اور طرح طرح کے احتمالات پیدا کرکے نادانوں کا دل خوش کرنا چاہا ہے اُس کی فلسفی اہل علم حضرات پر مخفی نہ رہیگی۔

مولانا نے اپنے اِس جواب میں ایک مراسلہ بھی شامل فرما دیا ہے جس کی غایت ظاہر ہے اور اُس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ بھی محتاج بیان نہیں ہے۔

افسوس ہے کہ مولانا نے اس سے اور نیز اُس مضمون سے بھی کہ جو جواب کی ابتدا میں ہے لوگوں کو یہ سمجھنے کا موقع دیدیا ہے کہ آپ کے نزدیک استادی۔ شاگردی اور پیری مریدی کی غایت سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہے کہ شاگرد اور مرید پر بلکہ اُن کے متعلقین پر بھی استاد اور پیر کا دباؤ رہے اور وہ کسی دینی امر میں بھی ان کی مرضی کا خلاف نکرسکیں عام ازینکہ ان کی مرضی شرع شریف کے موافق ہو یا مخالف حالانکہ یہ آیت قرآنی وَاِنْ جَاهَدَاكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا کے بالکل خلاف ہے جسکے معنی یہ ہیں کہ (اے بندے) اگر تیرے ماں باپ تجھے

شرک کرنے پر مجبور کریں تو تو اُن کا کہا مت مان۔ اور استاد و پیر بھی ماں باپ ہی کے حکم میں ہیں۔ مدرسۂ شمسیہ کے قیام کی غایت بھی یقیناً یہی ہے کہ اُس کے ذریعہ سے بہت سے لوگ ہمارے دباؤ میں آجائیں اور روز بروز ہمارے اس قسم کے مطیعوں اور فرمانبرداروں کا دائرہ وسیع ہوتا رہے۔ ہمارے دیگر مطالب بھی آسانی سے نکلتے رہیں اور نام یہ کہ ہم دینی خدمت کر رہے ہیں۔

میرے جس خط کی نسبت مولانا مراسلہ مذکورہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جب تم ڈبھوئی آئے اور پہلا خط تم نے میرے پاس بھیجا تو اُس سے میں سمجھ گیا کہ تمہارے اور میرے درمیان مساوات ہے کیونکہ تم نے اُس خط میں بھائی بندی پر زور دیا ہے اور برادرانہ خطابات کئے ہیں" اس کی نقل یہ ہے۔

ڈبھوئی۔ کنواں محلہ۔ دائرہ - ۵ رجمادی الاول ۱۳۴۶ھ یوم سہ شنبہ

عالیجناب مخدومنا و مولانا صاحب قبلہ مدظلہم العالی۔ قدمبوسی۔

بندہ آج ڈیڑھ بجے کی ٹرین سے یہاں آیا ہے۔ چونکہ بندے کے مکان میں موت کا تازہ واقعہ ہوگیا ہے بندے کو جناب والا کی مربیانہ عنایات سے توقع تھی کہ حیدرآباد سے ڈبھوئی آتے وقت تعزیت کے لئے بطرح ضرور فروکش ہونگے۔ یہاں آئے بعد بھی اسی امید نے اسوقت تک انتظار میں رکھا مگر کم قسمتی سے نہ وہ ہوا اور نہ یہ۔ اس وقت چھ بج چکے ہیں۔ اب بندہ قدمبوسی کے لئے حاضر خدمت ہوا چاہتا ہے۔ فرصت کے وقت سے مطلع فرمائیگا زیادہ حد ادب

خاکسار امیرالدین عفی عنہ

نقل مطابق اصل مولانا کے جواب کی

خدمت مولوی امیرالدین صاحب سلمہ ربہ۔ السلام علیکم۔ تمہاری تحریر دیکھا۔ کیفیت مندرجہ سے مطلع ہوا۔ آپکی محبت آمیز تحریر کا شکریہ۔ میرا مزاج صاف نہیں ہے۔ چار قدم چلنا دشوار ہے۔ تم کو شاید معلوم نہو گا کہ میرے پاس بھی یہی واقعہ ہوا ہے جیسا کہ تمہارے پاس ہوا ہے یعنے میری بہو کا انتقال ہوگیا۔ چونکہ تم کو اس کا حال شاید معلوم نہو اس لئے تم نے یہ تحریر لکھی ہے۔ خیر یہ سب باتیں بھائی بندی کے ہیں لیکن تمہارے اور میرے درمیان جو نسبت ہے وہ اس بھائی بندی سے کوسوں دور ہے۔ مناسب تو یہی تھا کہ تم میرے آنے کی خبر سنکر مجھسے ملتے والسلام۔ مرقوم الصدر

راقم اشرف غفرلہ

نقل مطابق اصل بندے کے جواب کی

کنواں محلہ۔ ڈبھوئی - ۵ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ سہ شنبہ

عالیجناب! مادجب کے بعد۔ جواباً گذارش ہے کہ حضور نے بندے کی تحریر کا پورا جواب عنایت نہیں فرمایا۔ بندے نے ماحضری کے لئے وقت دریافت کیا ہے جس کی نسبت کچھ ارشاد نہیں ہوا۔ لہٰذا دوبارہ حارج اوقات ہوں اور جواب باصواب کا منتظر۔

خاکسار امیرالدین عفی عنہ

نقل مطابق اصل مولانا کے جواب کی

عزیزمن سلمہ۔ میں جہاں ٹھیرا ہوں ہر وقت مجھے فرصت ہے جب چاہیں تشریف لائیں مجھ سے ملنے کے لئے استفسار کی ضرورت نہیں کیونکہ تم سے وہی تعلق ہے جو پہلے تھا۔ اشرف غفرلہ

اس کے بعد بندہ اُن تین شخصوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں گیا جن کے نام اوپر لکھے گئے ہیں اور وہاں دعوت وغیرہ کے متعلق جو کچھ گفتگو ہوئی وہ بھی مذکور ہو چکی ہے۔ اب حضرات ناظرین انصاف فرمائیں کہ مولانا کی مذکورہ تحریر کہاں تک صحیح ہے اور میرے کس لفظ سے فیمابین مساوات ثابت ہوتی ہے اور میں نے کس جگہ برادرانہ خطابات کئے ہیں۔

اور وہ جو مولانا نے اسی مراسلہ میں کچھ آگے چلکر لکھا ہے کہ "سخن سازی کرکے مجھ سے ڈبھوئی آنے کا وعدہ لیا جو میں ڈبھوئی آیا تو سوال وجواب شروع کیا۔ اور یہ مشہور کردیا کہ سات برس تک میرے سوالات کے جوابات نہیں دیے" اس سے مولانا کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ تمنے دغے سے مجھے ڈبھوئی بلوایا اور اس کے دو پہلو ہیں یعنی یا تو حیدرآباد سے بلوایا یا بھیلوٹ شریف سے

پہلا پہلو باطل ہے اسلئے کہ واقع کے خلاف ہونیکے علاوہ سیاق عبارت کے بھی خلاف ہے اور اول بالتصریح معلوم ہوچکا ہے کہ حیدرآباد جاکر آپ کو بلا لانے والے جناب مصلح قوم سید مرتضیٰ صاحب ہیں نہ بندہ اور نہ بندے کا کوئی خط۔ اور یہ بات مولانا کے اُس فقرے سے جو میرے بھڑوچ سے ڈبھوئی آئے بعد میرے پہلے خط کے جواب میں درج ہے کہ "مناسب تو یہی تھا کہ تم میرے آنے کی خبر سنکر مجھ سے ملتے" اور بھی صاف ہوجاتی ہے۔

"دوسرا پہلو بھی ایسا ہی ہے کیونکہ میری اس آخری درخواست کا کہ (اگر حیدرآباد سے خیریت کا تار آجائے تو جناب والا بندے کی دعوت کھاکر بھیلوٹ شریف تشریف لیجائیں اور اگر یہ نہیں ہوسکتا ہے تو وہاں سے آئے بعد کبھیں بندہ تب تک یہیں ٹھیرا رہیگا۔ بھڑوچ نہیں جائیگا) یہ جواب دیکر مولانا نے فیصلہ فرمادیا تھا کہ "تم بھڑوچ سے کچھ میرے لئے نہیں آئے ہو کہ میں تمہاری دعوت کھاتا بیٹھوں" جسکی تفصیل گذر چکی ہے تو اب میں نے سخن سازی کرکے مولانا سے ڈبھوئی آنے کا وعدہ لیا تو کس جگہ اور کس وقت لیا؟

بعد کی عبارت میں مولانا یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ سوال و جواب کی ابتدا آپ کے زیارات سے فارغ ہو کر واپس ڈبھوئی میں تشریف لانے کے بعد ہوئی ہے حالانکہ یہ بھی خلاف واقع ہے جیسا کہ اول معلوم ہو چکا ہے۔ اور مولانا کے یہ دو عنایت نامے جنکی نقلیں درج ذیل ہیں اس کے گواہ ہیں۔

نقل مطابق اصل پہلے عنایت نامے کی

عزیز من سلمہ۔ السلام علیکم۔ میں نے تمہارے حسب خاطر جو تحریری جواب لکھا ہے اسکو میرے بھتیجے سید ابراہیم صاحب منشی فاضل کے ساتھ روانہ کیا ہے وہ تم کو سنا کر تم کو دیدینگے۔ ان کے ساتھ دو چار آدمی رہیں گے۔ ف۲ تحریرات میں ما وجب لکھنا مسنون نہیں ہے اسکو ترک کرو۔ السلام علیکم جو جملہ مسنون ہے لکھا کرو۔

مرقوم ۸ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ۔ اشرف غفرلہ۔

نوٹ۔ مذکورہ عنایت نامہ پڑھ ہے بعد اس عبارت کو بھی ایک نظر دیکھ لینا مناسب ہے جو اسکے ساتھ کے مذکور تحریری جواب کی ابتدا یں ہے۔ "تمہاری تحریر و استفتا مرقوم ۷ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کا مطالعہ کیا۔ یہ تحریک تمنے بڑی دیر کے بعد کی۔ اگر اس کے پہلے کی ہوتی تو مناسب تھا کیونکہ مجھے یہاں آکر سترہ یوم ہو گئے اور میں آج زیارت بھیلوٹ شریف کیلئے آمادۂ سفر ہوں ایسے تنگ وقت میں تمنے استفتا کیا ہے۔ کیا تم کو اس کے پہلے یہاں میرے آنے کی خبر نہیں ملی۔ خیر کچھ مضائقہ نہیں۔ اس وقت میں اپنے مذہبی اصول کے موافق تمہارے سوالات کا اجمالی جواب دیتا ہوں اور وطن جانیکے بعد اس استفتا کا تفصیلی جواب لکھونگا انشاء اللہ تعالیٰ"

اس عبارت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کا ارادہ زیارتوں سے فارغ ہو کر یا ہر و باہر وطن چلے جانے کا تھا واپس ڈبھوئی میں آنے کا نہیں تھا مگر مولانا کا مذکور جواب گجراتی حرفوں میں چھپکر شائع ہوتے ہی بندہ کی طرف سے اسکی تفہیم (سمجھوتی) جسمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مولانا کی یہ تحریر میرے سوالات کا جواب نہیں ہے گجراتی حروف و زبان میں طبع ہو کر شائع ہونے اور اسکی خبر بھیلوٹ شریف پہنچنے سے جناب الوالامثال سید مرتضیٰ صاحب وغیرہ آپ کے ساتھی آپ کو جبراً ڈبھوئی میں لے آئے تھے۔

اور نیز عبارت مذکورہ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مولانا نے میرے سات سالہ یعنے تاریخ ۳ رجمادی الاول ۱۳۳۹ھ یوم پنجشنبہ کے لکھے ہوئے استفتے کی نقل کو، ۷ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کا لکھا ہوا استفتا قرار دیا ہے اور اس کے اوپر کی منقولہ تاریخ و عبارت کو حذف فرما دیا ہے بلکہ اصل اردو قلمی جوابکے ساتھ تو جو بندہ کی طرف بھیجا گیا ہے سرے سے استفتا ہی نہیں رکھا گیا جس کی وجہ ظاہر ہے اور ایسا کرنے کا موقع مولانا کو غالباً اُس عرضی کے سبب مل گیا جو تاریخ ۷ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کو بندے نے لکھکر نقل مذکور کے ہمراہ مولانا کی خدمت میں بھیجی تھی۔ بس مولانا نے

عرضی مذکور کو تحریر سے کہ جو عرضی اور نقل استفتاء دونوں کو شامل ہے تعبیر کرکے "وہ تمہاری تحریر و استفتاء مرقوم ۷ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم پنجشنبہ کا مطالعہ کیا" لکھدیا۔ عرضی ۲۶ جمادی اور نقل استفتا کو استفتا لکھڈالا۔

مولانا نے اپنے مذکور عنایت نامے میں مجھے تحریرات میں ماد جب لکھنے سے منع فرمایا ہے مگر قدمبوسی لکھنے سے منع نہیں فرمایا جسکی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ خلاف سنت ہونے میں اس کا درجہ بڑھا ہوا ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ مولانا خود اس پر عامل ہیں چنانچہ جس روز بندہ حاضر خدمت ہوا تھا اُس روز بندے نے مجمع عام میں مولانا کو جناب ابو الامثال سید مرتضی صاحب کے قدموں کو ہاتھ لگا کر قدمبوسی کرتے دیکھا تھا جس کی وجہ سوائے اسکے اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس ذریعہ سے جناب موصوف کا کام اچھا بنے۔ عوام الناس میں اُن کی عزت و توقیر زیادہ ہو اور وہ اِن کے مطیع و منقاد ہو جائیں ۱۲ امیر الدین عفی عنہ

مولانا کے دوسرے عنایت نامے کی نقل مطابق اصل

از مقام ڈبھوئی۔ مکان نور بھائے

عزیز من مولوی سید امیر الدین صاحب

السلام علیکم۔ پرسوں میں زیارات شریفہ سے واپس آیا۔ یہاں آنیکے بعد معلوم ہوا کہ تم نے جواب الجواب لکھکر گجراتی حروف و زبان میں شائع کیا ہے۔ براہ کرم اصلی مسودہ یا ترجمہ جو خاص تمہارے قلم سے لکھا ہوا روانہ کرو تا میں اسکو پڑھوں اور معلوم کروں کہ تمنے اُس میں کیا لکھا ہے فقط مرقوم ۲۰ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ۔ راقم اشرف غفرلہ

اِن دونوں عنایت ناموں سے صاف ظاہر ہے کہ سوال و جواب کی ابتدا مولانا کے زیارتوں کو تشریف لیجانے سے پہلے ہوچکی تھی یعنے میرے مذکور استفتے کی نقل خدمت والا میں پیش ہوچکی تھی پھر مولانا کا یہ فرمان کیونکر صحیح ہوگا کہ "جو میں ڈبھوئی آیا تو سوال و جواب شروع کیا"

رہا سات برس تک سوالات کے جوابات نہ دینے کا مشہور ہونا تو یہ کوئی جھوٹی بات نہیں ہے ۱۳۳۹ھ اور ۱۳۴۶ھ کی جانبین کی تحریریں اسکے ثبوت کے لئے کافی ہیں۔ اور اس کی شہرت کا الزام بندہ کی طرف اُس وقت عاید ہوسکتا تھا جبکہ بندہ اِس سات سال کی مدت میں کسی نہ کسی وقت اسکو بے وجہ اور بے سبب ظاہر کر دیتا۔ اور جب ایسا نہیں ہوا بلکہ ۱۳۴۶ھ میں مولانا کے اور بندے کے ڈبھوئی میں جمع ہونے مولانا کے علانیہ مُصلح قوم کی طرفداری کرکے بندے کی دعوت رد فرمانے۔ مصلح قوم کے جمعہ کے متعلق شد و مد کے ساتھ چیلنج دینے۔ بندہ کے مجبوراً استفتائے مذکور کی نقل خدمت اقدس میں پیش کرنے اور مولانا کی طرف سے جواب کے نام سے ایسی تحریر شائع ہونیکے بعد کہ جو جواب ہونیکی صلاحیت نہیں رکھتی اور جسمیں بندہ کی مرسلہ نقل استفتا کی تاریخ وغیرہ میں بھی غیر معمولی تصرف کیا گیا ہے

یہ بات مشہور ہوئی ہے تو ظاہر ہے کہ بندے کا اسمیں کوئی قصور نہیں ہے۔

مولانا کا یہ فرمان: "افسوس ہے کہ علم پڑھنے کے بعد سب آداب فنا کر دئے" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ تحقیق حق کی نیت سے بھی استادوں سے کوئی دینی مسئلہ دریافت کرنا خلاف ادب ہے۔ اگر یہ درست ہے تو پھر دین کا خدا ہی حافظ ہے۔

اور آپ کا وہ فقرہ جو مراسلۂ مذکورہ کے شروع میں ہے کہ: "میں نے اپنی قدرت ممکنہ کی حد تک اظہار حق میں کوشش کی ہے" اس فقرے کے خلاف ہے جو آگے آتا ہے کہ "میں نے ان جوابات کی تحریر میں تضییع اوقات کی ہے" مگر سچ پوچھئے تو مولانا کے دونوں فقرے بجائے خود صحیح ہیں۔ پہلا فقرہ صحیح ہونیکی وجہ یہ ہے کہ مولانا نے اپنے اس جواب میں درپردہ اتنا ضرور ثابت کر دیا ہے کہ فی زماننا ہمارے بعض بھائی جس ڈھنگ سے نماز جمعہ پڑھ رہے ہیں وہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپکے توابع رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی پیروی کے برخلاف ہے اور جب یہ ہے تو ضرور ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی برخلاف ہو کیونکہ حضرت امام ہمام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دینی امر میں کوئی قول وفعل ان دونوں کے مخالف نہیں ہوسکتا۔

دوسرا فقرہ اسلئے صحیح ہے کہ اس اظہار حق کے بعد آپ آپنے اُن احباب کی خاطر رکھنے پر بھی مجبور ہوئے ہیں جن کی تحریک سے یہ جواب لکھا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسا جواب سائل کے سوالات کی غایت کو جو قومی اختلاف ونزاع کو برطرف کرنا ہے پوری نہیں کرسکتا تو پھر تضییع اوقات ثابت۔

جب میرے سوالات کی غایت وغرض (قومی اختلاف ونزاع کو دور کرنا) خود سوالات سے ظاہر ہے تو مولانا کا یہ لکھنا کہ "بعض سوالات کے اندازے سے میں اب بھی یہی خیال کرتا ہوں کہ یہ سوالات کسی مخالف مذہب کی تفہیم کے لئے کئے گئے ہیں کیونکہ کسی مہدوی سے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طریقہ کا سوال کرے جس سے معاذاللہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت پر الزام آتا ہو" کس طرح صحیح ہوگا۔ اور یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ الزام مذکور حضرات اہل جمعہ کے قول وفعل سے لازم آتا ہے نہ کہ سائل کے سوالات سے۔ سوالات تو فقط اُن حضرات کو اس الزام کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور انہیں ہشیار کرتے ہیں کہ دیکھو آپ کے قول وفعل سے یہ بات لازم آتی ہے۔ اور اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ سائل کے سوالات سے لازم آتا ہے تو بھی مفتی کا فرض ہے کہ اس ڈھنگ سے جواب دے کہ الزام مذکور دفع ہو جائے نہ یہ کہ مستفتی کے سوالات ہی پر ہاتھ صاف کرنے لگے۔ معہذا مولانا کے کلام میں تضاد بھی ہے کیونکہ "یہ سوالات کسی مخالف مذہب کی تفہیم کے لئے کئے گئے ہیں" سے ثابت ہوتا ہے کہ سوالات کسی مہدوی کے ہیں جو مخالف مذہب کو سمجھانے کے لئے کئے گئے ہیں۔ اور "کسی مہدوی سے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طریقہ کا سوال کرے الخ" سے ثابت ہوتا ہے کہ سوالات مہدوی کے نہیں ہیں اور مخالف مذہب کو سمجھانے کے واسطے نہیں کئے گئے بلکہ خود

مخالف مذہب کے ہیں۔

یہ فقرہ کہ "اگر میں وطن میں ہوتا تو اور بھی مفصل لکھتا۔ یا مطلقاً جواب ہی نہ لکھتا کیونکہ مجھے ان سوالات سے دلچسپی نہیں" مولانا کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ میرے سوالات کے جواب میں آپ نے اس سے پہلے کچھ بھی نہیں لکھا اور آپ کی اول کی دونوں تحریریں (یکم جمادی الاخرے ۱۳۳۹ھ و ۸ر جمادی الاولے ۱۳۴۲ھ کی) جواب نہیں ہیں

واضح ہو کہ بندے کے متعدد استاد ہیں۔ منجملہ ان کے ایک مولانا بھی ہیں۔ مگر زمانہ کی افتاد اور بعض ایسے وجوہ سے جن میں سے ایک مولانا کی تضییع اوقات کے ذکر میں مذکور ہوئی بندے کو مولانا سے زیادہ تعلیم پانے کا موقع نہیں ملا۔ پہلے پہل بندہ ۱۳۱۳ھ میں مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا اُس وقت صرف تین یا چار مہینے رہکر حیدرآباد ہی سے براہ راست دیوبند چلا گیا۔ پھر ۱۳۲۲ھ میں مولانا کی مربیانہ عنایات نے مجھے دیوبند جانے سے بازرکھکر دوبارہ حیدرآباد پہنچایا۔ اِس مرتبہ بھی کچھ ایسا ہی موقع پیش آیا کہ دو تین مہینے کے بعد بندہ وہاں سے نکلکر مدرسۂ نظامیہ میں داخل ہو گیا۔ اور مولانا عباس علیخاں صاحب قبلہ و مولانا سید نصرت صاحب قبلہ سے بھی فارغ وقت میں حدیث واصول وغیرہ کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ غرض بندے کا نام مولانا قبلہ کی شاگردی کے رجسٹر میں بھی داخل ضرور ہے اور جس طرح بندہ اپنے دیگر اُستادوں کے بے پایاں احسانات سے گرانبار ہے اس طرح مولانا کے بار احسان سے بھی سبکدوش نہیں ہے۔ اور میرے ضرورۃً و مجبوراً دینی مسائل کے استفسار سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ میں اپنے زمانۂ تعلیم کو بھول گیا ہوں بلکہ اس سے تو اُس زمانہ کی یاد اور تازہ ہوتی ہے۔ مطلب یہ کہ جیسا میں مولانا کے ڈبھوئی میں تشریف لانے سے پہلے آپ کا نیاز مند تھا ویسا اب بھی ہوں۔ اور مجھے یقین نہیں آتا کہ مولانا نے بھی اس نیاز مند کو دل سے فراموش فرمایا ہو۔ یہ ظاہری گلے شکوے محض اُن احباب کی رعایت سے ہیں جو آپکی تضییع اوقات کے موجب ہیں۔ اگر یہ حضرات آپ کو تضییع اوقات پر مجبور نہ کرتے تو یقیناً اس ظاہری رنجش کا بھی موقع نہ آتا۔ خیر خدا اُن کا بھلا کرے جنھوں نے اپنا مطلب سنوانے کے لئے مولانا کو حیدرآباد سے لاکر اس کشمکش اور مالا یطاق تکلیف میں مبتلا کیا ہے۔

اب میں مولانا کی اُس دعا پر آمین کہکر اِس مضمون کو ختم کرتا ہوں جو آپ نے مراسلہ کے آخر میں میرے لئے فرمائی ہے کیونکہ مومن کی نشانی یہی ہے کہ اچھی باتوں اور نیکیوں پر حریص ہو اور اُن سے کبھی سیر نہو۔

مولانا نے مراسلہ کے شکایتی مضمون کو بتغیر الفاظ تمہید جواب میں دوہرایا ہے جہاں کچھ نئے فقرے بھی لکھے گئے ہیں جن میں سے جواب طلب فقروں کا جواب عرض کیا جاتا ہے۔

۱۔ جب تم حیدرآباد میں تھے تو مہینوں میرے ساتھ خود تم نے نماز جمعہ پڑھی ہے۔ الخ مسئلہ کی تحقیق سے پہلے جو کام ہو جائے اُس کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چاند۔ سورج اور ستاروں کو ھٰذا ربّی کہنے کا اعتبار نہیں ہے۔ آپ کے ساتھ میں نے ایک وقت بھی نماز جمعہ نہیں پڑھی کیونکہ اُس وقت آپ خود نہیں

پڑھتے تھے۔ ہاں آپ کے بھائی مولانا مولوی سید محمود صاحب عرف حضرت سیدنجی میاں صاحب قبلہ مولانا سید نصرت صاحب قبلہ کی مسجد میں کہ اُس وقت جمعہ صرف اُسی مسجد میں ہوا کرتا تھا تشریف لیجایا کرتے تھے تو اُن کے ساتھ میں بھی جایا کرتا تھا۔ آپ کو تو میں نے ایک مرتبہ بھی وہاں آتے نہیں دیکھا۔

میرے پیر و مرشد حضرت خوب صاحب میاںصاحب قبلہ و حضرت میانجی صاحب میاںصاحب قبلہ کے نماز جمعہ پڑھنے کا حال اسی سے بخوبی سمجھ میں آسکتا ہے کہ آج تک اُن کی مسجد میں منبر نہیں ہے۔

قوم مہدویہ کے علما و فضلا میں سے سوائے مولانا سید نصرت صاحب قبلہ کے میں نے کسی کو نماز جمعہ پڑھتے نہیں دیکھا اور جب آپ کے نزدیک صحابہؓ ہی کا قول و فعل حجت نہیں ہے تو ایسی باتیں لکھنے سے کیا حاصل۔ اور اگر وہ اس مسئلہ میں اِن سوالات کی ضرورت نہیں تھی تو اِن بے تکے جوابات کی ہی کیا ضرورت تھی۔ پھر تین تین مرتبہ جوابات لکھنے کی زحمت کیوں گوارا فرمائی گئی اور اول ہی اول یہ مختصر فقرہ لکھکر جھگڑا طے کیوں نہیں کر دیا گیا؟

اِس سے بھی مولانا کا اقرار ثابت ہوتا ہے کہ آپکی سابقہ دونوں تحریریں جواب نہیں ہیں ورنہ بجائے ایسا لکھنے اور مذکورۂ بالا مثالیں پیش کرنیکے یوں تحریر فرمایا جاتا کہ تمہیں اِن سوالات کے جواب میں میری دو دو تحریریں پہنچ چکی ہیں جو کافی ہیں اب اور جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور مجبور کرنے والے احباب کو بھی ایسا ہی فرماکر سمجھا دیا جاتا۔

آگے جو سلسلۂ بیعت وغیرہ کا مضمون آتا ہے اُس کا جواب عرض کرتے ہوئے نہایت شرم آتی ہے کیونکہ قطع نظر اس کے کہ مضمون مذکور واقعہ کے بھی مطابق ہے یا نہیں استفتائی جمعہ کے جواب میں ایسی باتوں کا ذکر کرنا سخت معیوب ہے۔

باقی ماندہ فقرات جو قابل جواب ہیں اُن میں سے بعض کا جواب تو مختصراً متفرق مقامات پر ادا ہو چکا ہے اور بعض کا سوالات کے جواب الجواب میں عرض کیا جائیگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ابتداءً واضح ہو چکا ہے کہ مولانا کی اس آخری طویل تحریر کا مجمل و مختصر جواب بندے کا وہ عریضہ ہے جو تاریخ ۱۸ جمادی الاخری ۱۳۴۶ھ یوم سہ شنبہ کو رات کے وقت چھ آدمیوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور جس کے نیچے مولانا نے مختصر سی عبارت لکھکر واپس فرما دیا ہے لہذا بندے نے اپنے اس مفصل جواب کو مولانا کی مذکور مختصر عبارت کے جواب سے شروع کیا ہے جسمیں سلسلۂ کلام اور ارتباط مضمون ملحوظ خاطر ہونیکی وجہ سے سوالات کے نمبروں کی ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا۔ ساتھ ہی مولانا کے بیجا اعتراضات اور نکتہ چینیوں کی طرف بھی چنداں التفات نہیں کیا گیا مگر بفضلہ تعالیٰ مولانا کی قریب قریب ساری تحریر کا جواب اسی سلسلہ میں مدلل پیرایہ سے ادا ہو گیا ہے۔

پھر جب مناسب معلوم ہوا کہ ترتیب نمبرات کے لحاظ سے بھی مولانا کی تحریر پر ایک سرسری نظر ڈالیجائے۔ تا رہی سہی جواب طلب بات کا جواب بھی ادا ہو جائے تو بندے نے ترتیب مذکور سے اختصار کے ساتھ اُن باتوں کا جواب علیحدہ لکھا جو سلسلۂ مذکورہ میں چھوٹ گئیں تھیں اور جن کا جواب اس میں آچکا تھا اُن کے لئے اس کا حوالہ دیدیا اور اسکو تسمیہ

مقدم کردیا تا وہ بجائے محاکمہ کے سمجھا جائے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ بندے کا جواب تین عنوانوں پر مشتمل ہے اور اس میں بعض مقامات پر تکرار مضمون کا ہونا لابدی ہے جو غالباً نامناسب تصور نہیں فرمایا جائیگا۔

چونکہ مولانا کی تحریر کا ماخذ رسالۃ الجمعہ اور رسالۃ المختصر المفید فی الجمعۃ والعید ہے اور سب کا بحث بھی ایک ہی ہے بندے نے جواب میں ان دونوں کو بھی شامل رکھا ہے اور ان کے اکثر قابل جواب مضمون کا جواب بھی مختصراً قلمبند کر دیا ہے۔ امید کہ ناظرین کرام اسے بھی بے موقع نہیں سمجھیں گے۔

یہ بات کمال افسوس کے ساتھ قابل اظہار ہے کہ مولانا کی تحریر میں اور نیز مذکورہ دونوں رسالوں میں بھی امر مختلف فیہ اور متنازع فیہ سے بالکل چشم پوشی کیگئی ہے یعنے ان تینوں میں اس بات پر مطلق نظر نہیں رکھیگئی کہ اسوقت نماز جمعہ کے متعلق قومی اختلاف اور قومی نزاع کیا ہے جس کا بیان بکراتٌ ومراتٌ گذر چکا ہے۔ اور محض اپنے ہی مطلب کو مدنظر رکھکر ایسی اَلَم غَلَم اور اناپ شناپ باتوں سے بحث کیگئی ہے جو بحث اور دیانت سے کوسوں دور ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک میں بھی اُس عظیم الشان حلفیہ محضرہ کا ذکر نہیں ہے جو حضرت ثانی مہدی رضؓ کے دائرے میں ہر جمعہ کو نماز ظہر پڑھنے کے بعد بلاناغہ ہوا کرتا تھا اور جو قومی اختلاف و نزاع کو دور کرنیکے واسطے کافی سے بھی زیادہ ہے اور جسکی موجودگی میں کسی اور روایت کی ہرگز ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اور اس کی تصدیق آپ کو اُس مقام کے ملاحظہ سے ہوگی جہاں بندے نے محضرۂ مذکورہ کی شان دکھائی ہے۔ اور نیز مولوی سید حسین صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوسکتی ہے جو المختصر کے صفحہ ۸۴ میں مرقوم ہے کہ "دراصل بات یہ ہے کہ جسطرح قول وفعل مہدی کی صحت کلام اللہ سے موافق ہونے پر موقوف ہے تقلید مرشدین کی صحت قول وفعل مہدی سے موافق ہونے کے ساتھ مشروط ہے چنانچہ حضرت میراں سید محمود ثانی مہدی رضؓ اور حضرت سید خوندمیر سید الشہداؓ کا کبھی کبھی جمعہ کے روز مہاجرین کے اجماع میں یہ پوچھنا کہ ہماری روش اور مہدی کی روش میں کچھ فرق دیکھتے ہو تو ہمکو ہاتھ پکڑکر دائرے سے باہر کردو۔ اسی ضابطہ کی بین دلیل ہے کہ اصحاب مہدی رضؓ ہمیشہ اپنے حال کو روش مہدی علیہ السلام سے جو وہی قرآن پاک تھا موافق کرنیکی کوشش فرماتے تھے"

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے محضرۂ مذکورہ میں تصرف کرکے اپنی عادت کے موافق یہ عبارت اپنے ڈھب پر بنالی ہے اور اسی واسطے کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی محضرۂ مذکورہ کا نام لیا مگر بمصداق اَلْحَقُّ یَعْلُوْ وَ لَا یُعْلٰی اور بگل چشمۂ خورشید نہفت کے اس تصرف کے بعد بھی حق چھپ نہیں سکا جسطرح آفتاب گرد وغبار میں چھپ نہیں سکتا۔

عبارت مذکورہ میں مولوی صاحب نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ سیدینؓ [1] اپنے مقام پر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے اور اُس کے

[1] حضرت میراں سید محمود ثانی مہدی رضؓ اور حضرت سید خوندمیر سید الشہداؓ ۱۲

بعد مہاجرین کا اجماع ہوتا تھا جس میں مطابقتِ روش کے متعلق گفتگو ہوتی تھی اور اس طرح پوچھا جاتا تھا جس کی تشریح خود ہی صفحۂ آئندہ میں فرماتے ہیں کہ "مگر حضرت میراں سید محمود ثانی مہدیؓ اور حضرت بندگی میاں شاہ نعمتؓ اور آپ دونوں مرشدوں کی تقلید پر حضرت بندگی سید یعقوب (حسن ولایت) اور دیگر تابعین عظام رحمہم اللہ نے اپنے اپنے دائرے کی مسجدوں میں خود امام ہو کر جماعتِ کثیر کے ساتھ نماز جمعہ وعیدین پڑھی ہے" لیکن حسب مضمون دروغ گورا حافظہ نباشد کے مولوی صاحب کو اس بات کا خیال نہ رہا کہ اس سے حضرت ثانی مہدی وحضرت بندگی میاں سید خوندمیر وغیرہما جماعت صحابہ ومہاجرینؓ اور جناب بندگی سید یعقوب صاحب حسن ولایت وغیرہ تابعین عظام رحمہم اللہ کا عمل روش مہدیؑ کے خلاف ثابت ہو رہا ہے کیونکہ آج تک کسی روایت سے یہ ثابت نہیں ہوا ہے کہ جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی ساری عمر میں ایک وقت بھی اپنے مقام پر خود امام ہو کر جمعہ یا عید کی نماز ادا فرمائی ہو۔ اور نہ ہی مولوی صاحب کو یہ یاد آیا کہ ابھی ابھی اسی صفحہ ۴۹ میں اس سے پہلے میں کیا لکھ چکا ہوں جو یہ ہے "پھر بھی صحابہ نے دیکھا کہ حضرت امام علیہ السلام نے نماز جمعہ وعیدین بلاناغہ ادا کی ہے اور اپنی دعوت مہدیت کے اظہار و اعلان کو مدنظر رکھ کر جامع مسجدوں کو پیادہ پا سعی فرماتے رہے ہیں تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی اسی حیثیت سے جامع مسجدوں میں جا کر نماز جمعہ وعید ادا کی کما مرّ انفاً من کتب المہدویہ"

اور مولوی صاحب کی یہ عبارت بھی قابل ملاحظہ ہے جو اسی صفحے کے آخر میں ہے کہ "گو حضرت ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے فقط اقامتِ بھیلوٹ کے زمانے میں دس سال تک نماز جمعہ ادا کرنے کی نسبت بعض برادرانِ قوم شبہہ کرتے ہیں مگر اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح باوجود دعوۂ تسویت کے یہ کہنا کہ مہدی موعود علیہ السلام نے سوائے آخری دو تر والی جمعہ کے دوسری جمعہ کبھی نہیں پڑھی۔ تسویت کے عقیدے کو باطل کر دیتا ہے یہاں بھی حضرت میراں سید محمودؓ کو ثانی مہدی سیر نبوت کہنا اور قدم بقدم مہدی موعود اعتقاد کرنا اور پھر یہ کہنا کہ ثانی مہدی نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی گویا آپ کو تقلید نبوی اور اتباع مہدی سے دور سمجھنا ہی نَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ سُوْءِ الْاِعْتِقَادِ"

مولوی صاحب کی مذکورۂ بالا عبارات میں حسب ذیل تعارض ہے۔

(۱) تقلید مرشدین کی صحت قول وفعل مہدی سے موافق ہونیکے ساتھ مشروط ہے۔

تقلید مرشدین کی صحت قول وفعل مہدی سے موافق ہونیکے ساتھ مشروط نہیں ہے کیونکہ حضرت میراں سید محمود ثانی مہدیؓ اور حضرت بندگی شاہ نعمت اللہؓ کی تقلید پر حضرت بندگی سید یعقوب (حسن ولایت) اور دیگر تابعین عظام رحمہم اللہ نے اپنے اپنے دائرے کی مسجدوں میں خود امام ہو کر جماعت کثیر کے ساتھ جو نماز جمعہ وعید پڑھی ہے وہ قول وفعل مہدی سے موافق نہیں ہے۔

(۲) حضرت میراں سید محمود ثانی مہدی اور حضرت سید خوندمیر سید الشہداء وغیرہما صحابہؓ نے اپنے اپنے دائروں کی مسجدوں میں

نماز جمعہ و عیدین پڑہی ہے۔

انہوں نے اپنے اپنے دائروں کی مسجدوں میں یہ نماز نہیں پڑہی بلکہ حضرت امام علیہ السلام کی طرح جامع مسجدوں میں جاکر ادا کی ہے۔

(۳) یہ حضرات کبھی کبھی جمعہ کی نماز پڑھتے تھے۔

یہ حضرات بلا ناغہ اس کو ادا فرماتے تھے۔

(۴) میراں سید محمود ثانی مہدی اور بندگیمیاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمعہ کے روز اپنے اپنے دائروں کی مسجدوں میں مہاجرین کے اجماع میں مطابقت روش کے متعلق باز پرس کرتے تھے۔

یہ دونوں حضرات اس روز جامع مسجد میں اجماع مہاجرین میں مطابقت روش کے متعلق باز پرس فرماتے تھے۔

(۵) اِن دونوں حضرات کا قول و فعل - قول و فعل مہدیؑ سے موافق تھا

اِن دونوں حضرات کا قول و فعل - قول و فعل مہدیؑ سے موافق نہیں تھا۔

(۶) اصحاب مہدیؓ ہمیشہ اپنے حال کو روش مہدی علیہ السلام سے جو وہی قرآن پاک تھا موافق کرنیکی کوشش فرماتے تھے۔

اصحاب مہدیؓ ہمیشہ اپنے حال کو روش مہدی علیہ السلام سے جو وہی قرآن پاک تھا موافق کرنیکی کوشش نہیں فرماتے تھے۔

(۷) حضرت میراں سید محمودؓ - ثانی مہدی اور سیر نبوت تھے۔

حضرت میراں سید محمودؓ - ثانی مہدی اور سیر نبوت نہیں تھے۔

حاصل کلام یہ کہ مولوی صاحب اخفائے حق میں کامیاب نہوئے بلکہ مہدی آخر الزماں خلیفۃ الرحمان کے بائیس سو صحابہ و مہاجرین کے ہفتہ وار حلفیہ محضرے میں در پردہ تصرف کرتے اور اُن مبارک ہستیوں پر ناحق افترا کرنیکی وجہ سے اُلٹے آپ دین و دنیا کے ٹوٹے میں پڑ گئے۔ اور آخر ثابت تو یہی ہو کر رہا کہ جس کے رد کرنیکے واسطے آپ نے یہ تکلیف مالایطاق گوارا فرمائی ہے وہ ایک زبردست محضرہ ہے جو قول و فعل مہدیؑ کے بالکل مطابق ہے۔ اور وہ مشعل جہاں افروز ایسی ضعیف پھونکوں سے ہرگز بجھ نہیں سکتی۔

علیٰ ہٰذا بندے کی اِس بات کی تصدیق کہ محضرۂ مذکورہ کی موجودگی میں رفع اختلاف و نزاع کیلئے کسی دوسری روایت کی ضرورت نہیں ہے اور صرف یہی ایک بس ہے مولانا کی اُس تحریر سے بھی ہو سکتی ہے جو آپ کے ۸ رجمادی الاولےٰ ۱۳۴۶ھ کے اجمالی جواب میں موجود ہے کہ "قول صحابی و تابعی سے کسی امر دین میں حجت نہیں ہو سکتی - ہاں اُن سے امر ثابت میں تائید ہو سکتی ہے"

جب ایک ہی صحابی یا ایک ہی تابعی کے فقط قول سے امر ثابت میں تائید ہوسکتی ہے تو بائیس سو ۲۲۰۰ صحابہ و مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ہفتہ وار اور حلفیہ اجماعی قول و فعل سے اس امر کی تائید کیونکر نہ ہوگی جو منہاج التقویم کی روایت "تذہب الی الجمعۃ وتترک الجمعۃ" الخ میں اور نیز عقیدہ شریفہ کی روایت "بدنبال منکران مہدی نماز مگزارید اگر گزاردہ باشید باز بگردانید" میں بھی قول و فعل مہدی سے ثابت ہے۔

اس قدر عرض کرنیکے بعد گزارش ہے کہ محضرۂ مذکورہ صحابہ و مہاجرین رضی اللہ عنہم کا ایک زبردست حلفیہ اجماع ہے جو ہر ہفتہ میں ایک بار یا دو ہفتوں میں ایکبار ہمیشہ ہوا کرتا تھا جیسا کہ کتب معتبرہ سے ثابت ہے اور اجماع خود اصول اربعہ میں سے ایک مستقل اصل ہے تو اِس بنا پر اگر روایات مذکورہ موجودہ نہ بھی ہوتیں تو بھی ثبوت مدعا کے لئے یہی ایک جلیل القدر اجماع کافی ووافی تھا۔ جسکو حضرات اہل جمعہ صیغۂ راز میں رکھنا چاہتے ہیں اور بعض تو اس کے ذکر کو جہل و گمراہی قرار دیتے ہیں ؎

گر مسیحا دشمنِ جاں ہو تو ہو کیونکر علاج ۔۔۔ کون رہبر ہو سکے گر خضر بہکانے لگے

چونکہ بفضلہ تعالیٰ بندے کی نیت بخیر ہے یعنے استفتا پیش کرنے میں بندے کا مقصود تحقیق حق کے سوا اور کچھ نہیں ہے بندے نے اپنے اِس جواب الجواب میں کسی کو بھی مخاصمانہ خطاب سے یاد نہیں کیا چہ جائیکہ مولانا سے ایسی گستاخی برتی جائے۔ چنانچہ ناظرین کرام پر واضح ہو جائیگا کہ استفتا پیش کرنیکے وقت سے لیکر اسوقت تک بندے نے اپنی کسی تحریر میں استادی و شاگردی کی نسبت کو فراموش نہیں کیا۔ تاہم انسانی حیثیت سے اِس میں بھی اور نیز دیگر امور میں بھی سہو و خطا کا ہونا ممکنات سے ہے جسکے متعلق معافی اور اصلاح کی امید ہے۔

آخر میں بندہ اُن فروگزاشتوں کے لئے جو مولانا سے استفتے کے جواب میں ہوگئی ہیں بارگاہِ ایزدی میں سربسجود ہوکر اپنے اِس تمہیدی بیان کو ختم اور مقصود کی طرف رجوع کرتا ہے وَمَآ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ الْمَنَّانِ وَعَلَیْہِ التُّکْلَانُ۔

ہیچمدان ۔ امیر الدین عفی عنہ

وہ مراسلہ جو مولانا نے استفتے کے جواب میں شامل رکھا ہے

عزیزمن مولوی سید امیرالدین صاحب سلمکم اللہ تعالےٰ۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ تمہارے مرسلہ سوالات کے جوابات اِس مراسلہ کے ساتھ تمہارے پاس مرسل ہیں۔ ان کو پڑھو اور غور کرو میں نے اپنی قدرت ممکنہ کے حد تک اظہار حق میں کوشش کی ہے۔ بعض سوالات کے انداز سے میں اب بھی یہی خیال کرتا ہوں کہ یہ سوالات مخالف مذہب کی تفہیم کے لئے کئے گئے ہیں۔ کیونکہ کسی مہدوی سے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اس طریقہ کا سوال کرے جس سے معاذ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت پر الزام آتا ہو تاہم میں نے نمبر وار سب سوالات کے جوابات لکھے ہیں۔ اگر میں وطن میں ہوتا تو اور بھی مفصل لکھتا۔ یا مطلقاً جواب ہی نہ لکھتا۔ کیونکہ مجھے اِن سوالات سے دلچسپی نہیں۔ اور یہ بھی میری عادت نہیں کہ ایسے کام میں اپنا وقت ضایع کروں جس میں مجھے کسی اصلاح کی امید نہیں۔ مگر بعض احباب کی تحریک سے میں نے اِن جوابات کی تحریر میں تضییع اوقات کی ہے۔ اب تم اِن جوابات کو تسلیم کرو یا نکرو تم کو اختیار ہے۔

مخفی نرہے کہ میں ڈبھوئی میں قدم رکھنے تک تم کو اپنا دوست سمجھتا تھا۔ مگر جب تم ڈبھوئی آئے اور پہلا خط تمنے میرے پاس بھیجا تو اس سے میں سمجھ گیا کہ تمہارے اور میرے درمیان مساوات ہے کیونکہ تمنے اس خط میں برابری بندی پر زور دیا ہے اور برادرانہ خطابات کئے ہیں۔

تم وہ زمانہ بالکل بھول گئے جو میرے مکان پر تم تشریف رکھتے تھے اور زانوئے ادب تہ کرتے اور بچوں کی طرح تعلیم پاتے تھے۔ افسوس ہے کہ علم پڑھنے کے بعد سب آداب فنا کردئے خیر اُستادی شاگردی برطرف لیکن جب میں ڈبھوئی آیا تمہارا اور قوم مہدویہ کا مہمان تھا تم کو کم سے کم وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیئے تھا جو ایک میزبان کا فرض ہے۔ تم سے یہ بھی نہو سکا۔ اور سخن سازی کرکے مجھ سے ڈبھوئی آنے کا وعدہ لیا۔ جو میں ڈبھوئی آیا تو سوال و جواب شروع کیا۔ اور یہ مشہور کردیا کہ سات برس تک میرے سوالات کے جوابات نہیں دئے۔

اِس سے شاید تمہارا یہ مقصد ہو کہ تمہارے سوالات کے اشکال سے میں اِن کے جواب میں ایام گزاری کررہا ہوں اگر تم کو اس طرح کا خیال ہے تو مجھے سخت تاسف ہے کیونکہ تمہارا مخاطب وہ شخص ہے جسکی تقریر و تحریر سے قوم اور علماءِ مخالفین کو اطلاع ہے اور برسوں کالج عربی کی اعلیٰ تدریس پر مامور رہا اور اکثر طلبہ کو مولوی فاضل و کامل کی ڈگریاں خاص اپنی تعلیم سے دلائیں چنانچہ اِن کی نظیریں موجود ہیں علاوہ اس کے کیا تمنے میری تفسیر نہیں دیکھی۔ حاصل یہ کہ اِس سب اطلاع کے بعد تم اپنے آپ کو ایسے بنا رکھے ہو کہ تم مجھ سے ناواقف محض ہو۔ اور اس سے غالباً یہ سمجھے ہو کہ اس سے میرا نقصان ہوگا یہ ہرگز نہیں۔ تمہارے اس طرح کے عمل سے سوائے اسکے کہ تم مہدوی دنیا میں غیر مہذب ثابت ہو

او کوئی بات نہیں۔ اب میں اس تحریر کو ختم اور یہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تم کو مہذب کرے اور آداب کی توفیق دے۔ فقط
مرقومہ ۱۴ رجمادی الاخری ۱۳۴۶ھ راقم۔ اشرف غفرلہ
اس کے جواب کا خلاصہ تمہید میں گذرا۔

جوابات مولانا

خدمت مولوی سید امیر الدین صاحب سلمہ ربہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حامِدًا وَّ مُصَلِّیًا۔ اما بعد بندہ سید اشرف شمسی التماس کرتا ہے کہ تمنے جو سوالات میرے پاس روانہ کئے ہیں میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں انکے جواب لکھوں کیونکہ جو مسئلہ جواب سوال میں ٹھہر جاتا ہے۔ اسکے طرفین میں اصرار بڑھ جاتا ہے اسکے تصفیہ کی امید نہیں ہوتی۔ تم کو اگر کچھ شبہات تھے تو تم مجھ سے زبانی پوچھکر ان کا رفع کر دیتے۔ جب تم حیدرآباد میں تھے تو مہینوں میرے ساتھ خود تم نے نماز جمعہ پڑھی ہے اور تمہارے مرشد جناب خوبصاحب میانصاحب مرحوم اور نیز تمہارے سسرے میانجی صاحب میانصاحب مرحوم نے بھی نماز جمعہ پڑھی ہے اور نیز قوم مہدویہ کے علما و فضلا نماز[لـه] پڑھتے ہیں تو اس مسئلہ میں ان سوالات کی ضرورت نہ تھی۔

افسوس ہے کہ تمنے اپنی قدیمی روش جسمیں اتحاد و یگانگی تھی اور تجھ سے جو خلوص تھا اسکو ترک کر دیا اور نیز ان مراسم کو جو میرے اور تمہارے بزرگوں کے درمیان رہے ہیں بالائے طاق رکھدیا۔ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جناب مخدوم خوب میانصاحب مرحوم میرے جد امجد فاضل علام مولانا مولوی سید علی المعروف بڑے میانصاحب مرحوم کے خلیفہ تھے اور ان کے ایسے معتقد تھے کہ جب وہ ڈبوئی سے اپنے وطن یعنے کرنول کی طرف روانہ ہوئے تو جناب خوبمیانصاحب مرحوم کرنول تک آپ کی شرف مصاحبت سے مستفید رہے۔ اور پھر ڈبوئی واپس آئے۔ اور حضرت پچھو میانصاحب مرحوم میرے دادا جناب مولانا سید نمیانصاحب مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کئے۔ اور اپنے فرزند جناب خوبصاحب میانصاحب مرحوم کو آپکے حلقۂ ارادت میں داخل کیا تھا اور پھر جناب خوبصاحب میانصاحب مرحوم نے میرے تایا جناب مولانا مولوی سید نجم الدین صاحب مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی اور اخیر تک انکی صحبت میں رہے اور تمہارے سسرے میانجی میانصاحب مرحوم کا علاقہ میرے بھائی مولائی مولوی سید محمود صاحب المعروف سید نجی میانصاحب مرحوم سے رہا (مولانا نے بندے کے علاقے کے واسطے کچھ نہیں لکھا۔ کاش یہ بھی تحریر فرما دیتے۔ مگر ہاں چونکہ بندہ آپکی شاگردی کے سلسلہ میں جکڑا ہوا ہے لہذا مقصود حاصل ہے اور اسکی ضرورت نہیں ہے) کسقدر تاسف کی بات ہے کہ ایسے قدیمی مراسم کا جو تمہارے بزرگوں کو میرے خاندان اور میری ذات سے رہے ہیں (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بندے

[لـه] اسکو بندے کی طرف سے سہو نہ سمجھیں۔ مولانا کی اصل تحریر میں ایسا ہی ہے یعنے مطلق (نماز) لکھا ہوا ہے ۱۲ امیر الدین غفرلہ

کے بزرگوں کا علاقہ خود مولانا سے بھی تھا) تمنے کچھ خیال نہیں کیا۔
تیئیس برس کے پہلے جو میں اہل چڑودہ کی طلب پر آیا تھا جس سرگرمی کے ساتھ تمنے مجھ سے ملاقات کی تھی مجھے خوب یاد ہے۔ مگر اس وقت تمہارے اس بیگانگی کے ساتھ ملنے کا مجھے سخت تاسف ہے کہ دیرینہ مراسم اور قدیمی تعلقات ایک دم منقطع کر دیے گئے۔ اور تمہارے عادات اور حرکات میں ایسا تغائر آگیا جسکی مجھے توقع نہ تھی۔ مگر جو امر خداوند تعالیٰ کی مشیت میں ہے ہوتا ہے۔
اسی طرح تمہارے بعض سوالات پر بھی مجھے تعجب ہوتا ہے کیونکہ ان سوالات کے انداز سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات مصدق مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کرنیکے قابل نہیں ہیں۔ میں ان کو یہاں اختصار کے ساتھ ذکر کرتا ہوں۔
پہلے سوال میں یہ لکھا گیا ہے کہ مہدیوں پر حضرت مہدیؑ کی پیروی واجب ہے یا نہیں۔ یہ عجائب سوال ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائل کو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے وجوب اتباع میں اشتباہ و تردّد ہے حقیقت یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت تمام امت محمدیہ پر ہے۔ آپکی دعوت کا ماننا سب پر فرض ہے کیونکہ آپ خلیفۃ اللہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو خطاب فرمایا ہے کہ سب امت محمدیہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ چنانچہ حدیث ثوبان رضی اللہ عنہ میں جو لفظ بَایِعُوْہُ ہے اسی بات پر دلالت کرتا ہے۔
جب ساری امت محمدیہ پر آپ کی اتباع فرض ہے تو مہدوی پر کیونکر فرض نہو گی۔ پس مہدوے وہی شخص ہے جو مہدی موعود علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی اتباع کو فرض سمجھتا ہے۔ اگر اس نے آپ کی اتباع کو فرض نہ جانا تو وہ مصدق مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں ہے۔
چوتھے سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ کسواسطے پڑہتے تھے یہ سوال ایسا ہے جو ایک نادان آدمی کی زبان سے بھی نہیں نکل سکتا۔ ظاہر ہے کہ آپ نماز جمعہ اسی واسطے پڑہتے تھے کہ وہ حکم خدا تعالیٰ سے ثابت ہوئی ہے تو اسکا پڑھنا آپ پر فرض ہے اور اس واسطے بھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو ادا کی ہے۔ چونکہ آپ تابع تام رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اسلئے آپ پر فرض ہوگا کہ آپ نماز جمعہ پڑہیں۔
ساتویں سوال میں ذکر کیا گیا ہے کہ آپ علیہ السلام کے نزدیک جمعہ کی فرضیت ثابت نہونیکی صورت میں آپ کا اُسے غیر کی اقتدا میں محض اس اندیشہ سے ادا فرمانا کہ لوگ آپ پر اور آپ کے لوگوں پر شعار اسلام کے ترک کرنیکا الزام رکھیں گے۔ آپ کی مہدیت پر (خاکم بدہن) کوئی حرف لا سکتا ہے یا نہیں۔
اس سوال میں سائل نے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ڈرپوک آدمی بنایا ہے۔ اور تارکِ فرض ظہر بھی کہا ہے

کیونکہ جب نماز جمعہ آپ کے خیال میں فرض نہ ہوگی تو ظہر ہی فرض ہوگی اور لوگوں کے ڈر سے آپ کا فرض ظہر کو ترک کرنا اور نماز جمعہ کو جو آپ کے خیال میں فرض نہیں ہے ادا کرنا معاذ اللہ منافقی ہے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ایسے احتمال پیدا کرنا مصدق مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان نہیں۔

چودھویں سوال میں سائل کا یہ بیان کرنا کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احتیاطی بھی پڑھتے تھے یا نہیں۔ سائل کی شان علمی کے مخالف ہے کیونکہ یہ امر معتقد بہ اور قوم میں مشہور ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مذہب کے مقید اور کسی مجتہد کے تابع نہیں ہیں۔ تو یہ امر ظاہر ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی فقیہ کی رائے کے مطابق ...... احتیاطی کس طرح پڑھ سکتے ہیں۔ اگر ایسا ہوگا تو آپ فقہا کے تابع ہو جائینگے اور یہ باطل ہے۔

غرض میںنے سوالات مذکورہ میں غور کرنے کے بعد یہ رائے قائم کی تھی کہ یہ سوالات کسی مخالف کے ہیں۔ اسی خیال سے میں نے ان سوالات کے جواب میں جبکہ میرے پاس حیدرآباد میں بھیجے گئے تھے تم کو یہ لکھدیا تھا کہ ان سوالات کے جواب تم ہی لکھو تو مناسب ہے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ یہ سوالات کسی مخالف کے ہیں (حضرات ناظرین پر روشن ہے کہ مولانا کی یہ تحریر کہ میری اس تحریر پر "دوسرا استفتا جو نماز جمعہ میں کیا گیا ہے اُس کی نسبت میری کم فرصتی اور طبیعت کی پستی کا یہ فیصلہ ہے" الخ کے مخالف ہے جو آپکے یکم جمادی الآخر ۱۳۴۹ھ کے عنایت نامے میں ہے) مگر تمنے میری تحریر میں غور نہیں کیا اور اپنی عادت کے برخلاف ایسے انداز میں جواب دیا جس میں شائستگی نہیں تھی۔ اسلئے میں نے تم سے مراسلت بند کردی۔ اور تمنے بھی مجکو اس سات برس کے امتداد میں کوئی خط نہیں لکھا۔ (مولانا کے مذکور عنایت نامے کے جواب میں میری ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۴۹ھ کی رجسٹری ملاحظہ ہو) جب میں اپنے بزرگان کرام کی زیارت کے لئے ڈبوئی آیا تو تمنے پھر ایسے وقت میں اپنے سوالات روانہ کئے جبکہ میں زیارات مقدسہ کے جانے کیلئے تیار تھا اور اس تقاضے کے ساتھ کہ آپ میرے سوالات کا جواب دینے سے پہلے ڈبوئی نچھوڑیں گے میں تمہاری اس تحریر سے سخت متعجب ہوا کیونکہ سائل کی یہ مجال نہیں ہے کہ مجیب کو ان الفاظ میں مجبور کرے کہ تم میرا جواب دینے کے سوا اس جگہ سے جا نہیں سکتے جبکہ وہ خود جانتا ہے کہ مجیب جواب دینے یا ندینے میں مختار ہے اور یہ بھی اسکو معلوم ہے کہ مجیب اسوقت زیارات مقدسہ کو جانیکے لئے تیار ہے۔ ظاہر ہے کہ اسکی یہ استدعا بہت ہی جہل ہے۔ (بندے کی طرف سے نقل استفتا پیش ہونیکے بعد مولانا نے زیارات کی تیاری فرمائی تھی جیسا کہ بندے کے تمہیدی بیان میں مذکور ہو چکا ہے)

واضح ہو کہ مقام نبوت میں اصول دین چار ہیں۔ ایک کتاب اللہ دوسری اصل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیسری اجماع امت۔ اس سے مراد اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کیونکہ دوسرے اجماعوں کے حجت ہونے میں اختلاف ہے چوتھے قیاس مجتہدین۔

علماء اصول فقہ نے بیان کیا ہے کہ امور مذکورہ کے سوا شرائع واحکام میں کوئی چیز دلیل وحجت نہیں ہو سکتی پہونچا پر

قول صحابی و تابعی مسائل دین میں حجت نہیں ہوسکتا۔

اس کے یہ معنی ہیں کہ جو مسئلہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت نہو اور کسی صحابی کے قول سے اس کا ثبوت ملتا ہے تو اصول دین میں یہ قول حجت نہوگا کیونکہ صحابی غیر معصوم ہے اور غیر معصوم کا قول اصول میں حجت نہیں ہے۔ اگر کوئی مسئلہ اصول مذکورہ سے ثابت ہوا ہو اور قول صحابی اس کے مخالف ہو تو وہ ساقط ہو جائیگا۔ مقام ولایت میں بھی اصل اول کتاب اللہ ہے۔

اور اصل دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ بشرطیکہ وہ متواتر ہو یا حال مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق ہو یا وہ قرآن مجید کے موافق ہو۔

اصل سوم روایات متواترہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ یا وہ روایات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں جو قرآن مجید کے مطابق ہیں۔

اصل چہارم اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے بشرطیکہ وہ قرآن مجید و نقل متواتر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف نہو
اصل پنجم قیاس قطعی ہے۔

یہ سب امور ہمارے پاس اصول دین ہیں۔ قول صحابی ہمارے پاس بھی حجت نہیں ہے کیونکہ حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سید محمود و سید خوندمیر ضعیفی نکنند امابریں شان حجت نیست حجت بر کتاب اللہ و بر محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بر بندہ است یعنے سید محمود و سید خوندمیر کوئی لغزش نکرینگے۔ لیکن دین قرآن مجید اور محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بندہ (یعنے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) پر ہے یہ روایت حاشیہ متن شریف میں ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دین چند چیزوں سے ثابت ہوتا ہے۔

اول کتاب اللہ یعنے قرآن مجید۔

دوم سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجماع کا اصل ہونا بھی ان ہی دونوں اصل سے ثابت ہے کیونکہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے یَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ اور نیز فرماتا ہے وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِّتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ اور نیز فرماتا ہے كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ۔ ان آیات کریمہ سے اجماع کے اصل دین ہونے پر حجت کیجاتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَا تَجْتَمِعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ اور فرمایا ہے وَعَلَيْكُمْ بِالسَّوَادِ الْأَعْظَمِ ان دونوں حدیثوں سے علماء اصول نے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔ مگر بعضے اپنی تالیفات میں ان احادیث میں بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ نصوص مذکورہ اجماع کے حجیت پر کافی ہیں۔

اور قیاس بھی قسم اول و قسم ثانی میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ

اور حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی قیاس کا اصل ہونا ثابت ہے۔ چنانچہ حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے اس قول فَاجْتَهِدُ بِرَائِي کو سنکر تعریف کی۔ غرض اجماع وقیاس کتاب و سنت میں داخل ہیں۔

سوم اقوال و روایات سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام ہیں۔ یہ اس وجہ سے اصل دین ہیں کہ آپ خلیفۃ اللہ و خاتم دین ہیں اور ہلاکت سے نجات پانا آپ کی اتباع پر موقوف ہے۔

غرض اصول مذکورۂ مقام نبوت و مقام ولایت سے ثابت ہے کہ قول صحابی و تابعی اصول دین میں داخل نہیں ہے۔ ان اصول کی بنا پر اگر قول صحابی یا تابعی اصول مذکورہ کے مخالف ہوگا تو وہ متروک ہو گا اور اس سے استدلال صحیح نہ ہو گا

حاصل یہ ہے کہ ہمارا یہ فریضہ ہے کہ ہم مسائل دین میں نفیاً یا اثباتاً اصول مذکورہ سے استدلال کریں اور دیگر اقوال و تقلید پر جو مخالف اصول مذکورہ ہیں عمل نہ کریں۔ کیونکہ صراط مستقیم اور طریق فلاح یہی ہے۔

تمہارے سوالات کے جوابات میں یہی اصول پیش نظر رکھے گئے ہیں اور ان ہی کے مطابق جوابات لکھے جائیں گے انشاء اللہ تعالیٰ وماتوفیقی الا باللہ وھو حسبی ونعم الوکیل۔ اب میں تمہارے سوالات کے نمبروار جوابات لکھتا ہوں۔

(اس کے قابل جواب فقرات کا جواب بھی تمہید میں اور مولانا کی اس مختصر تحریر کے تحت ہیں ملاحظہ ہو جو بندے کے مورخہ ۱۸ر جمادی الاخرے ۱۳۵۴ھ یوم سہ شنبہ کے واپس شدہ عریضہ کے نیچے ضمیمہ میں درج ہے۔ اور سوالات پر فرمائی ہوئیں نکتہ چینیوں کا جواب نمبر سوالات کی ترتیب سے جواب الجواب میں)

جواب الجواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَهُ الْبَیَانَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ اُنْزِلَ عَلَیْهِ الْفُرْقَانُ وَعَلٰی تَابِعِهِ التَّامِّ الَّذِیْ هُوَ مُبَیِّنُ الْقُرْاٰنِ عَلٰی اٰلِهِمَا اَصْحَابِهِمَا الَّذِیْنَ هُمْ اُسْوَةُ الْاَوَانِ۔ امابعد بندہ کمترین ابوعبداللہ امیرالدین بھڑوچی عرض رساں ہے۔ چونکہ میرے استفتے کا جواب بجائے فتوے کے مناظرہ بلکہ مکابرے ومجادلے کی شکل میں ملا ہے جس سے قومی نزاع دور ہونیکے عوض اور بڑھ گئی ہے ناچار ناظرین کرام کے گرامی اوقات میں حارج ہوں وَھُوَ حَسْبِیْ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔

پہلا سوال

مہدویوں پر مہدیؑ کے قول وفعل کی پیروی واجب ہے یا نہیں؟

ایہاں بھی مولانا نے وہی کام کیا ہے جو تاریخ ۸ جمادی الاولے ۱۳۴۶ھ کے مجمل جواب میں کیا ہے۔ یعنے استفتے کے آگے پیچھے کی عبارت بلکہ خود استفتے کی عبارت "الاستفتاء" اور "مَا قَوْلُكُمْ اَدَامَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَيْنَا ظِلَّكُمُ الْعَالِيَ وَفِيْنَا فَيْضَكُمُ الْمُتَعَالِيَ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ" بھی القطع فرمادی ہے جس سے پتہ نہیں چلتا کہ سائل مستفتیانہ سوال کر رہا ہے یا مناظرانہ۔ اور یہ اصل ہے یا اس کی نقل۔ کس تاریخ کو لکھا گیا ہے اور کہاں و کس وقت اور کس بار بھیجا گیا ہے۔ بلکہ یہاں ایک کام زیادہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ یہاں جواب میں بھی کوئی ایسا اشارہ نہیں ہے جس سے مذکورہ بالا امور میں کوئی ایک امر بھی سمجھا جا سکے بخلاف وہاں کے کہ وہاں اتنا ضرور معلوم ہو جاتا ہے کہ سوالات استفتے کی صورت میں ہیں نہ مناظرے کی۔ اب جواب کی طرف توجہ فرمائیے)۔

جواب - اِس سوال کا جواب سابق میں بھی دیا گیا ہے اور اس مقام میں بھی لکھا جاتا ہے۔ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع ساری امت محمدیہ پر فرض ہے کیونکہ خلافت الٰہی کی حیثیت سے عام افراد انسانی پر آپ مبعوث ہیں۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہلاکت و گمراہی سے بچنا بغیر آپ کی اتباع کے ممکن نہیں اسی لئے سب افراد انسان پر آپکی اتباع فرض ہے اور آپ کے دعویٰ قطعی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

جواب الجواب - بن پوچھی بات کا جواب دینا۔ تصدیق و اتباع میں فرق نہیں سمجھنا۔ اور تصدیق سے پہلے اتباع کو فرض جاننا۔ اہل علم کی شان سے بہت ہی بعید ہے اور پھر "حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع ساری امت محمدیہ پر فرض ہے" لکھنے کے بعد "سب افراد انسان پر آپ کی اتباع فرض ہے" لکھنا بھی قابل غور ہے کیونکہ سیاق کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں امت سے مراد امت دعوت ہے جو عام طور پر کُل افراد انسان کو بلکہ کُل افراد جن کو بھی شامل ہے پس اس کے بعد سب افراد انسان کا ذکر بیکار و زائد اور افراد جن کا ترک بے وجہ اور بے دلیل ہے۔ اور اس سے جو ثابت ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہے کہ حضرات خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ثقلین پر یعنے جن و انس دونوں پر عام نہیں ہے بلکہ فقط انسانوں ہی پر مخصوص ہے۔ اور یہ باطل ہے۔

دوسرا یہ کہ مہدویوں پر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی ویسی ہی واجب ہے جیسی کہ ساری امت محمدیہ پر اور عام افراد انسانی پر واجب ہے۔ اور یہ بھی باطل ہے۔ اِس لئے کہ ساری امت محمدیہ اور عام افراد انسانی نے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق نہیں کی۔ بعض نے کی ہے۔ اور اکثر نے نہیں کی جنہوں نے تصدیق کی ہے وہ مہدوی ہیں اور جنہوں نے نہیں کی وہ مہدوی نہیں ہیں۔ مہدویوں پر آپکی اتباع فرض ہے اور دوسروں پر فرض نہیں ہے۔ حاصل یہ کہ جواب مطابق سوال نہیں ہے۔

جواب - اِس سوال سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سائل کے پاس یہ مسلم نہیں ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت عام امت محمدیہ پر نہیں ہے اور نہ عام افراد انسان پر آپکی اتباع فرض ہے۔ بلکہ اس امر میں بھی متردد ہے کہ مہدویوں

پر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کی پیروی واجب ہے یا نہیں۔

جواب الجواب ۔ سائل کا سوال اتباع کے متعلق ہے۔ بعثت کے متعلق نہیں۔ اور اگرچہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق عام امت محمدیہ پر (جسکی تفصیل ابھی ابھی گذری ہے) فرض ہے مگر آپ کی اتباع تو محض اسی شخص پر فرض ہوگی جو تصدیق سے مشرف ہو چکا ہو۔ دوسروں پر نہیں۔

مولانا کے اس کلام میں لفظی سہو بھی ہے جو "نفی کی نفی اثبات ہے" کا مصداق ہونے کی وجہ سے مولانا کے مطلب کو فوت کئے دیتا ہے۔

اور مولانا کا سائل کے سوال سے یہ سمجھ لینا بھی کہ سائل کو مہدیؑ کے قول و فعل کی پیروی مہدویوں پر بھی واجب ہونے نہ ہونے میں تردد ہے ایک ایسی بات ہے جسے کوئی بھی نہیں مان سکتا کیونکہ سوال بالکل صاف ہے اور اس میں جو استفہام ہے وہ اقراری ہے جس کا ثبوت دیگر تمام سوالات سے عموماً اور سولھویں سوال سے خصوصاً واضح طور پر ملتا ہے۔ گویا یہ سوال حضرات اہل جمعہ کو باآواز بلند کہہ رہا ہے کہ جب مہدویوں پر مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل کی پیروی واجب ہے تو آپ گھر گھر جمعہ قائم کرکے اس کا خلاف کیوں کر رہے ہیں۔

جواب ۔ مذہب صحیح یہی ہے کہ اصول و فروع دین سے امت مکلف سمجھی جاتی ہے عام ازینکہ وہ مومن ہو یا کافر۔ چنانچہ اکثر حنفیہ کا یہی مذہب ہے۔

جواب الجواب ۔ کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ قبول عمل کی شرط ایمان اور سچا اعتقاد ہے۔ بغیر اسکے کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور نہ ہی اس سے پہلے کوئی شخص شرعاً کسی عمل کا مکلف ہے۔ اور اگر یہی مذہب صحیح ہوتا جو مولانا نے بیان فرمایا ہے تو احکام شرعیہ کی تکلیف مومنوں کے ساتھ مخصوص نہ ہوتی اور ان کے ذکر میں ایمان کی قید ہرگز نہ لگائی جاتی۔ مثلاً روزے کے حکم میں یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ نہ فرمایا جاتا بلکہ یَاَیُّهَا النَّاسُ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ فرمایا جاتا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم و نیز آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی منافقوں کی زکوٰۃ کبھی رد نہ فرماتے بلکہ جیسی مومنوں کی زکوٰۃ قبول فرماتے تھے ویسی ان کی بھی ضرور قبول فرماتے۔ مطلب یہ کہ مذہب مذکور بالکل غلط ہے۔ اور اس کے ماننے والوں پر فرض ہے کہ امور مذکورہ کا اور نیز اس بات کا بھی جواب دیں کہ جب اس مذہب کے مطابق آیت جمعہ کے مخاطب بھی مومن اور کافر دونوں ٹھیرے تو ان کے مومنوں پر نماز جمعہ کے متعلق ضرورت سے زیادہ تشدد کرنے حتیٰ کہ کفر و نفاق تک نوبت پہنچانے اور کافروں سے کوئی تعرض نہ کرنے بلکہ ان کا نام تک نہ لینے کی کیا وجہ ہے؟ اور اس میں جو اٰمَنُوْا کی قید لگی ہوئی ہے اس کا کیا حال ہوگا؟

افسوس! مولانا نے نادانوں کا دل خوش کرنیکے لئے جواب میں ناحق اس قدر طوالت فرماکر اہل علم کے نزدیک نہ صرف اپنی تحریر بیکار اور لغو ہی ثابت کی بلکہ انہیں دوسری حرف گیریوں کا بھی موقع دیدیا۔ بااین ہمہ میرے اس سوال کا حقیقی

اور صحیح جواب جو صرف دو حرفی لفظ (ہی) میں ادا ہو جاتا ہے اس پر پیچ طویل عبارت میں غت ربود ہو گیا ہے۔

دوسرا سوال

مہدیؑ کا قول و فعل کتاب اللہ تعا اور حدیث رسول اللہ ؐ کے مطابق ہے یا نہیں؟

جواب - حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و فعل کتاب اللہ کے موافق ہے۔

جواب الجواب - اس فقرے سے سائل کے سوال کا جواب پورا ہو جاتا ہے بلکہ بمصداق خَیۡرُ الۡکَلَامِ مَاقَلَّ وَدَلَّ کے صرف ایک ہی لفظ یعنے "ہی" کافی تھا۔ آگے جو کچھ تحریر فرمایا گیا ہے سب بیکار اور زائد ہے۔

جواب - مگر احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت یکساں نہیں ہے بلکہ ان میں سے بعض صحیح و حسن ہیں اور بعض ضعیف و سقیم ہیں اور بعض موضوع ہیں۔ اس لئے سب مہدوی اس بات کے معتقد ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبع ہیں۔ پس ہمارے پاس حدیث صحیح وہ ہے جو کتاب اللہ یا حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال کے مطابق ہو۔ چنانچہ بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ نے عقیدہ شریفہ میں ذکر فرمایا ہے

کسیکہ باحادیث ویرا پیش حجت آورد فرمود کہ در احادیث اختلاف بسیار ست ایں صحیح شدن مشکل ست۔ ہر حدیثے کہ موافق با کتاب خدا و حال ایں بندہ باشد آں صحیح ست۔ یعنے جس نے آپ کے سامنے حدیثوں سے حجت کی تو آپ نے فرمایا کہ حدیثوں میں بہت اختلاف ہے اُن کا صحیح ہونا مشکل ہے۔ جو حدیث قرآن مجید اور اس بندے کے حال کے موافق ہو وہ صحیح ہے۔

حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحت حدیث کی دو کسوٹیاں بتائی ہیں ایک یہ ہے کہ کتاب اللہ سے حدیث کا تطابق ہو۔ یہ کام علماء کا ہے ہر شخص سے ممکن نہیں۔ اسلئے تصحیح حدیث کی دوسری یہ صورت بتائی ہے کہ اگر کسی میں کتاب اللہ سے تطبیق حدیث کی قابلیت نہو تو اس حدیث کو بندے کے حال سے مطابق کرکے دیکھے کہ اگر مطابق ہے تو وہ صحیح ہے۔ یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ آپ کی شان مبارک میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مہدی میرا تابع ہے اور خطا نکریگا۔ الفاظ حدیث یہ ہیں کہ اَلۡمَھۡدِیُّ مِنِّیۡ یَقۡفُوۡا اَثَرِیۡ وَلَا یُخۡطِیۡ۔ اور نیز فرمایا ہے کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے اور خلیفۃ اللہ کے لئے واجب ہے کہ وہ خطا سے معصوم ہو پس جو خلیفۃ اللہ ہوگا اور عدم خطا کے ساتھ تابع تام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا تو وجوباً اس کا قول و فعل وہی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ چونکہ حاضرین کے لئے یہ صورت آسان تھی اسلئے حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحت حدیث کے لئے ایک دوسری معیار کی بھی تعلیم دی۔ حاصل یہ ہے کہ جب احادیث کی یہ حالت ہے اور اسکی صحت کے لئے یہ معیار مسلم

ہیں تو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر حدیث کی پیروی کس طرح واجب ہوگی۔

جواب الجواب - سائل کا سوال وجوب اور عدم وجوب کی نسبت نہیں ہے بلکہ تطبیق و عدم تطبیق کے متعلق ہے۔ یعنے وہ یہ نہیں پوچھتا ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہر حدیث کی پیروی واجب ہے یا نہیں؟ بلکہ یہ دریافت کرتا ہے کہ آپ کا قول و فعل جیسا کتاب اللہ کے مطابق ہے ویسا حدیث رسول اللہ سے بھی موافق ہے یا نہیں؟ اور ظاہر ہے کہ یہاں حدیث سے مراد وہی حدیث ہے جو کتاب اللہ کے مطابق ہو اور جو حدیث کتاب اللہ کے مطابق ہوگی وہ بالضرور صحیح اور حضرت امام ہمام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال کے موافق بھی ہوگی۔ اور جب یہ ہے تو مولانا کی مذکور ساری تحریر نہ صرف سوال از آسماں جواب از ریسماں کی مصداق ہوگی بلکہ ؎

اے روشنی طبع تو برمن بلا شدی۔ کی مَاصَدَقَ عَلَیْہِ بھی ہوگی وجہ یہ کہ اس سے آپ کے کلام میں بظاہر دو طرح سے تضاد اور تعارض لازم آتا ہے (۱) یہ کہ "اگر کسی میں کتاب اللہ سے تطبیق حدیث کی قابلیت نہ ہو تو اس حدیث کو بندے کے حال سے ملاکر دیکھ لے" سے لیکر "اس کا قول و فعل وہی ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے" تک سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری کسوٹی بھی پہلی کسوٹی کی طرح دوامی ہے۔ یعنے حاضرین اور غیر حاضرین سب کے لئے عام ہے اور اسکے بعد کی عبارت "چونکہ حاضرین کے لئے یہ صورت آسان تھی" الخ سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری کسوٹی وقتی اور خاص ہے یعنے فقط حاضرین کے لئے ہے غیر حاضرین کے واسطے نہیں۔

(۲) اوپر دور ولایت کے اصول پانچ بیان کئے گئے ہیں جن میں سے تیسری اصل یہ ہے "اصل سوم۔ روایات متواترہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں" الخ۔ اور عبارت مذکورہ سے مفہوم ہوتا ہے کہ دور ولایت میں بھی دور نبوت کی طرح چار ہی اصول ہیں یا پانچ نہیں۔ کیونکہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روایات معتبرہ کی ضرورت تو اس وقت ہوتی جبکہ دوسری کسوٹی یعنے حدیث کو آپکے حال سے مطابق کر کے دیکھنا غیر حاضرین کے واسطے بھی عام رکھا جاتا۔ تاکہ پچھلے لوگ روایات مذکورہ اور حدیث کا تطابق دیکھکر آپ کا حال معلوم کر سکتے مگر جب دوسری کسوٹی حاضرین کے لئے خاص ہوگئی اور غیر حاضرین کیلئے نہ رہی تو روایات مذکورہ کی کیا ضرورت ہے۔ اور جب اس طرح پانچ اصلوں میں سے ایک اصل کم ہوگئی تو چار ہی رہیں۔ وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا فِی الْبَاقِیْ۔

خلاصہ یہ کہ مولانا نے اس لاطائل طوالت میں اپنا علمی تبحر ظاہر فرمانے کے سوا اور طرف بالکل نظر نہیں رکھی۔

تیسرا سوال

مہدیؑ نے یا آپ کے صحابہؓ نے یا تابعینؒ نے یا تبع تابعینؒ نے خود امام ہوکر اپنے مقام پر جمعہ کی نماز کبھی پڑھی ہو

یا نہیں ؟ یا اسکے ادا کرنیکے لئے کسی کو زبانی حکم بھی فرمایا ہے یا نہیں ؟
(اس سوال کا آخری فقرہ مولانا نے حذف فرما دیا ہے جو یہ ہے " اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی وجہ کیا ہے؟ ")
امیر الدین عفی عنہ

جواب ۔ اس سوال میں چار شقیں ہیں پہلی یہ ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے مقام پر خود امام ہوکر نماز جمعہ پڑھی ہے یا نہیں پڑھی ۔ یا نماز جمعہ پڑھنے کا کسی کو زبانی حکم بھی فرمایا ہے یا نہیں ۔

دوسری یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنے مقام میں امام ہوکر نماز جمعہ پڑھی ہے یا اسکا حکم دیا ہے ۔

تیسری یہ ہے کہ تابعین رحمہم اللہ نے اپنے مقام میں نماز جمعہ پڑھی ہے یا اسکا حکم دیا ہے ۔

چوتھی یہ ہے کہ تبع تابعین رحمہم اللہ نے اپنے مقام میں نماز جمعہ خود امام ہوکر پڑھے ہیں یا اسکا حکم دیا ہے ۔

پہلی شق کا جواب یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ پڑھی ہے اور پڑھنے کا حکم بھی دیا ہے ۔ آپ کی نماز جمعہ پڑھنے کی روایتیں کتب قوم میں مشہور ہیں ۔

پہلی روایت یہ ہے کہ صاحب پنج فضائل رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلاناغہ نماز جمعہ کو جایا کرتے تھے ۔ لفظ بلاناغہ سے ظاہر ہے کہ آپ ہمیشہ نماز جمعہ پڑھتے تھے ۔

دوسری روایت یہ ہے کہ صاحب شواہد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد برچ کے رہنے والوں نے یہ دعویٰ کیا کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ ادا کرنیکے لئے اکثر ہمارے قریہ میں تشریف لاتے تھے پس روضۂ مطہرہ بھی ہمارے یہاں ہونا چاہیے ۔

تیسری روایت یہ ہے کہ صاحب تاریخ سلیمانی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قصبہ برچ کو تشریف لیجا رہے تھے ایک جگہ آپ گھوڑے سے اتر کر بیٹھ گئے ۔ اصحاب رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یہاں تشریف رکھنے میں کیا مصلحت ہے ۔ فرمایا کہ ملائک نور کے طبق نثار کرنے کے لئے لائے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ کا حکم ہے کہ سید محمد ذرا ٹھیر جاؤ کہ تمہارے اصحاب بھی اس سے مستفیض ہو جائیں ۔

چوتھی روایت یہ ہے کہ صاحب تاریخ سلیمانی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ایک دن جناب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شاہ رکن الدین رحمہ اللہ مجذوب کی طرف سے نماز جمعہ پڑھنے کے لئے تشریف لیجا رہے تھے ۔ شاہ صاحب نے اپنے کشف سے معلوم کر لیا کہ یہی مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں ۔ جلد لباس شرعی پہن لیا ۔

پانچویں روایت یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد قندھار میں نماز جمعہ پڑھی ہے اور تبلیغ مہدیت بھی کی جس سے شاہ بیگ حاکم قندھار نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی ۔ سوال چہارم کے جواب میں یہ روایت ذکر کی جائے گی ۔

چھٹی روایت شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کا محضرہ ہے جس پر اٹھارہ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے دستخط ہیں۔ اس محضرہ میں یہ عبارت ہے کہ میراں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جا کہ نماز جمعہ گزاردہ اند خطیباں آنجا ساکت بودند بلکہ در بعضے جائے موافق ہم بودند چنانچہ در کاہہ وٹھٹہ قاضی قادن موافق بودند۔ یہ روایت بالکل قطعی ہے آیندہ اس کا ذکر آئیگا۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساکت و موافق کے پیچھے نماز جمعہ پڑہی ہے۔ اس روایت کے ہوتے ہوئے کسی کے ذکر کی ضرورت نہیں ہے تاہم ہمنے سائل کے اطمینان کے لئے یہ سب روایتیں ذکر کی ہیں۔

اس قسم کی اور روایات کتب قوم میں موجود ہیں مگر چونکہ یہ کافی ہیں انہیں پر اکتفا کیا گیا۔

جواب الجواب۔ اس قسم کی اگر ہزار روایتیں ہوں تو بھی بیکار ہیں۔ صرف ایک ہی روایت ایسی لائیگا جو سوال کے مطابق ہو۔ معہذا مذکورہ روایات سے باستثنا روایت قندہار و محضرۂ شاہ دلاور رضی اللہ تعالی عنہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جامع مسجد کی طرف جانا ثابت ہوتا ہے نہ کہ جمعہ کی نماز پڑہنا۔ اور روایت قندہار و محضرۂ مذکورہ دونوں قابل استدلال نہیں ہیں چنانچہ جواب الجواب کے اکثر مقامات میں ثابت کیا گیا ہے خصوصاً سوال سیزدہم و پانزدہم کے جواب الجواب اور ضمیمہ میں۔

جواب۔ یہ بھی روایتیں کتب قوم میں موجود ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ پڑہنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض روایتیں یہ ہیں۔

پہلی روایت یہ ہے کہ میاں محمود رحمہ اللہ فرزند میاں الہداد حمید رضی اللہ عنہما اپنے مصنفہ رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از ادائے نوافل منع فرمودند سوائے دوگانہ تحیۃ الوضو و تراویح و تہجد و نماز جمعہ و عیدین مکتوبہ و قضیہ۔ اس روایت سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ جمعہ کی نماز نفل ہے ورنہ نماز پنجگانہ بھی نفل ہوجائیگی۔ کیونکہ مستثنے میں یہ بھی داخل ہے۔

جواب الجواب۔ مولانا کا یہ ایک عجیب استدلال ہے کہ ثابت کرنے گئے ہیں حکم اور نکلتی ہے رخصت بتلانے گئے ہیں نماز جمعہ کا فرض ہونا اور ثابت ہوگیا ہے اس کا نفل ہونا۔ اور اس پر پردہ ڈالنے کی غرض سے آپ نے جو روایت کے ختم ہوئے بعد عبارت لکھی ہے وہ اور بھی ناظرین کو روایت کے معنے پر غور کرنے کی طرف متوجہ کردیتی ہے حالانکہ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس کے معنے ایسے واضح اور صاف ہیں کہ بلا غور و خوض سمجھ میں آسکتے ہیں یعنے دوگانہ تحیۃ الوضو اور تراویح اور تہجد اور جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز یہ سب نفل نمازیں ہیں مگر دوسرے نوافل سے مستثنے ہیں یعنے دوسری نفلیں منع ہیں اور یہ منع نہیں ہیں جیسے کہ مکتوبہ و قضیہ یعنے پانچ وقت کی فرض نماز منع نہیں ہے۔ اب مولانا کا یہ فرمانا کہ "اس روایت سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ جمعہ کی نماز نفل ہے ورنہ نماز پنجگانہ بھی نفل ہوجائیگی کیونکہ مستثنے میں یہ بھی داخل ہے" ایک ایسی بات ہے جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی۔ کیونکہ مستثنے دو قسم کے ہیں (۱) متصل

(۲) منقطع۔ مستثنائی متصل کے افراد پانچ ہیں۔

دوگانہ تحیتہ الوضو و تراویح و تہجد و نماز جمعہ و عیدین۔ اور مستثنائی منقطع کا فرد صرف ایک ہی ہے یعنے مکتوبہ وقتیہ جسکو نماز پنجگانہ کہتے ہیں۔ تو دنیا میں ایسا کون شخص ہوگا جو مستثنائی متصل کے پانچ فردوں میں سے ایک فرد کو بے وجہ اور بے سبب خارج سمجھے اور کہے کہ اگر اسکو داخل سمجھو گے تو مستثنائی منقطع بھی اس میں داخل ہوجائیگا یعنے یوں کہے کہ اگر نماز جمعہ کو نفل سمجھو گے تو نماز پنجگانہ بھی نفل ہوجائیگی۔ نماز پنجگانہ تو مستثنائی منقطع ہے وہ مستثنائی متصل کے افراد میں کیسے داخل ہوگی اور نفل کیونکر ہوگی۔ اور نماز جمعہ جو مستثنائی متصل کے پانچ فردوں میں سے ایک فرد ہے وہ مستثنائی منقطع کس طرح ہوگی اور مکتوبہ وقتیہ کا حکم کس صورت سے حاصل کرسکیگی یعنے فرض کیونکر ہوسکیگی۔ اور پھر اسکے باقی ماندہ چار فردوں کو یعنے نماز عیدین اور تہجد اور تراویح اور دوگانہ تحیتہ الوضو کو چھوڑ دینے کی وجہ کیا ہے؟ اگر آپ کے نزدیک اس ترکیب میں نماز جمعہ فرض ہے تو ان سب کو بھی فرض ہی سمجھیگا۔ اور جو فرض نہیں ہوسکتی ہے تو سب کے برابر اسکو بھی نفل ہی رہنے دیجیگا کیونکہ یہ پانچوں چیزیں نوافل ہی کے تحت میں واقع ہیں۔ اور جب یہ ہے تو ان میں سے ایک کو فرض اور باقی کو نفل کہنا قاعدہ نحویہ کے خلاف ہونیکے علاوہ ترجیح بلا مرجح بھی ہے۔ حاصل یہ کہ روایت مذکورہ سے نماز جمعہ و عیدین کا نفل ہونا بداہتہً ثابت ہوتا ہے اور اس کے ادا کرنے کے واسطے رخصت نکلتی ہے۔ حکم نہیں۔

جواب۔ دوسری روایت یہ ہے کہ سید میرانجی سید و میانصاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ میں تحریر فرمایا ہے جز پنجوقتہ نماز فرائض و نماز جمعہ و عیدین ہمہ نفلہا منع فرمودند۔ اس قول ہی مستثنیٰ میں عیدین کے ذکر کرنے سے یہ مقصد نہیں ہے کہ نماز عیدین بھی فرض ہے۔

جواب الجواب۔ یہاں مولانا نے نماز عیدین کا نفل ہونا مان لیا ہے۔ کیونکہ نماز عیدین جب فرض نہوگی تو نفل ہی ہوگی۔ اسلئے کہ یہاں فرض اور نفل دونوں ہی کا مقابلہ ہے۔ دیکھئے اوپر اسی کا لحاظ رکھکر مولانا نے لکھا ہے کہ " اس روایت سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ جمعہ کی نماز نفل ہے " الخ اور میرے چوتھے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ " اس سوال سے اگر سائل کا یہ مقصد ہے کہ آپ بطور فرض نماز جمعہ پڑھتے تھے یا بطور نفل تو ان قیود کا اظہار واجب ہے " دیکھئے یہاں بھی مولانا نے فرض کے مقابلہ میں نفل ہی رکھی ہے کوئی اور چیز نہیں جیساکہ بعض نادان کہتے ہیں کہ مولانا کے مذکور بیان میں مولانا کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز عیدین نفل ہے بلکہ یہ مطلب ہے کہ وہ واجب ہے۔ یہ اُن کی سخت غلطی ہے اور مولانا کا کلام نہ سمجھنے کے علاوہ علم فقہ سے بھی ناواقفی کی دلیل ہے فرض اور واجب میں امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بالکل فرق نہیں ہے۔ اور یہی مذہب امام مالک اور امام احمد حنبل رحمہما اللہ کا بھی ہے۔ فرض اور سنت کے درمیان واجب کا درجہ نکالنے والے ایک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی ہیں۔

لیکن اُن کے نزدیک بھی اِن دونوں میں کوئی مُعتدبہ فرق نہیں ہے۔ فرض کو واجب اور واجب کو فرض کہنا جائز ہے اور ایک کی نفی سے دوسرے کی نفی بھی ہوسکتی ہے۔ اور پھر عیدین و جمعہ کا حکم بھی ایک ہی ہے۔ اگر یہ واجب و فرض ہے تو وہ بھی واجب و فرض ہے۔ اور اگر شرطیں مفقود ہونیکی وجہ سے یہ نفل ہو جائیگی تو وہ بھی نفل ہو جائیگی اِس بنا پر جب مولانا کے حسب فرمان نماز عیدین فرض نہیں ہے اور نفل ہے تو بالضرور نماز جمعہ بھی فرض نہیں ہوگی اور نفل ہی ہوگی۔ اور اس کے واسطے مولانا کا وہ کلام جو پہلی روایت کے نیچے ہے شاہد عدل ہے اور مولوی سید حسین صاحب نے تو یہ لکھکر بالکل فیصلہ ہی کر دیا ہے کہ "جب نماز جمعہ فرض نہ رہی تو فقط جامع مسجد کو شعار اسلام کی غرض سے جانا نفل ٹھیرا اور آپ نے تو سب نفل عبادات منع فرمادی ہیں" صفحہ ۶۶ ضمیمہ المختصر۔ فَتَفَكَّرُوْا وَ تَدَبَّرُوْا۔ سوچو اور غور کرو۔ اس کا باقی بیان پندرہویں سوال کے جواب الجواب میں ملاحظہ ہو۔

جواب۔ اِن دونوں قولوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز پنجگانہ و جمعہ و عیدین کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔

جواب الجواب حکم نہیں فرمایا بلکہ رخصت دیدی ہے۔ اور نماز پنجگانہ جو فرض عین ہے اسکی تاکید جو اس کے مقام میں مذکور ہے وہ بجا قایم رہیگی۔ اِس رخصت سے زائل نہیں ہوگی۔ اور دونوں میں تطبیق اِسطرح ہوگی کہ نماز پنجگانہ فرض سمجھکر ادا کیجائے اور جمعہ و عیدین نفل جانکر۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى اَهْلِ الْعَقْلِ وَ النُّهٰى

مولانا کے کلام کی پیچیدگیاں محتاج بیان نہیں ہیں۔

جواب۔ غرض نماز جمعہ پڑھنے کے باب میں حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول و عمل قومی نقلیات شریفہ میں موجود ہے یہ بیان نقل و روایت کا ہے۔

جواب الجواب۔ مگر وہ قول و عمل حضرات اہل جمعہ کے لئے کچھ بھی مفید نہیں ہے کیونکہ قول سے نماز جمعہ کا نفل ہونا ثابت ہوتا ہے اور عمل سے جامع مسجد میں جانا۔

جواب عقل سلیم بھی یہ حکم کرتی ہے کہ اگر بالفرض یہ روایتیں موجود نہ ہوتیں تب بھی ہم یہی کہتے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس اعتبار سے کہ آپ کلام خدا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے تابع معصوم ہیں آپ کا فرض یہی تھا کہ آپ مثل دیگر عبادات کے جمعہ ادا فرمائیں کیونکہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دعوے مہدیت پر یہی دو دلیلیں پیش کی ہیں جنہیں سے ایک اتباع کلام خدا ہے اور دوسری اتباع حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ چنانچہ صدیق ولایت رضی اللہ عنہ نے عقیدۂ شریفہ میں یہ روایت لکھی ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

اگر کسے خواہد کہ صدق مارا معلوم کند باید کہ از کلام خدا و اتباع رسول اللہ علیہ السلام در احوال و اعمال ما بجوید و فہم کند

جواب الجواب - اتباع کلام خدا کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید سے جو کام جس جگہ اور جس حالت میں کرنا ثابت ہو وہ کام اسی جگہ اور اسی حالت میں کیا جائے۔ دوسری جگہ اور دوسری حالت میں نہ کیا جائے۔ اور اتباع حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مفہوم بھی یہی ہے کہ آپ نے جس مقام اور جس حالت میں جو کام کیا ہو اسی مقام اور اسی حالت میں آپ کا تابع تام بھی وہ کام کرے اور جس مقام اور جس حالت میں آپ نے وہ کام نہیں کیا ہے اس مقام اور اس حالت میں وہ بھی نہ کرے ورنہ وہ تابع تام نہیں ہوگا بلکہ خود رائے ہوگا۔ مثلاً نماز جمعہ قرآن مجید اور فرقان حمید سے بڑی بستی میں جہاں تجارت ہوتی ہو ادا کرنا ثابت ہے چھوٹی بستی میں جو ایسی نہو ثابت نہیں ہے۔ اور حالت اقامت میں فرض ہے۔ سفر میں نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل بھی اسی قرآنی ہدایت کے بموجب رہا ہے یعنے آپ نے شہر میں اور مقیم ہونیکی حالت میں جمعہ ادا فرمایا ہے۔ گاؤں میں اور مسافرت میں نہیں پڑھا ہے۔ پس آپ کے تابع تام کا فرض ہے کہ وہ بھی ایسا کرے۔

پھر جب ہم سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقامات اور حالات پر نظر کرتے ہیں جو خود مولانا نے میرے چھٹے اور پندرہویں سوال کے جواب میں لکھی ہے تو ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تابع تام ہونے کی حیثیت سے ساری عمر میں ایک وقت بھی جمعہ نہیں پڑھا ہوگا۔ اور عقل سلیم بھی یہی کہتی ہے تفصیل تمہید اور بیان شرائط میں ملاحظہ ہو۔

جواب - غرض مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت پر واثق دلیل یہی ہے کہ آپ کے احوال و اعمال میں کلام مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری اتباع تھی۔

جواب الجواب - جسکی سچی کیفیت ابھی ابھی اوپر جواب الجواب میں گذری۔

جواب - جب آپ کلام خدا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع معصوم ہیں تو یہ کیونکر ممکن ہوگا کہ آپ نے سب اعمال شریعت و طریقت میں تو قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پوری اتباع کی مگر معاذ اللہ نماز جمعہ میں ان دونوں کی اتباع آپ نے نہیں کی۔ یعنے آپ نے ان دونوں سے اختلاف کیا اور نماز جمعہ نہیں ادا کی یہ ایسی بات ہے کہ بچوں کی سمجھ میں نہ آئیگی۔

جواب الجواب - جب آپ کلام خدا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے تابع معصوم ہیں تو یہ کس طرح ممکن ہوگا کہ جو کام کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اسے آپ عمر بھر کرتے رہیں یعنے باوجود ہمیشہ خانہ بدوش رہنے اور جنگلوں اور جھونپڑوں میں بسر کرنے کے نماز جمعہ پڑھتے رہیں اور وہ بھی خود امام ہوکر نہیں۔ دوسروں کی اقتدا میں۔ اور پھر اقتدا بھی ایسے شخص کی کہ جس نے ابھی تصدیق بھی نہیں کی اگر بالفرض یہ مان لیا جائے تو معاذ اللہ یہ لازم آئیگا کہ اس امر میں آپ نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا خلاف

کرکے خود رائی اختیار کی۔ اور پھر تابع تام بھی نہیں رہینگے۔ اگر آپ کے نزدیک جمعہ کی فرضیت ثابت تھی تو کیا وجہ ہے کہ نماز پنجگانہ تو آپ خود امام ہوکر اپنے مقام میں ادا فرمائیں اور جمعہ کے لئے جامع مسجدوں میں جائیں اور ایسے شخص کے پیچھے پڑھیں جسکی اقتدا میں آپ نے کوئی نماز جائز نہیں رکھی ہے۔ کیا ایسا کام کرنیکے بعد بھی آپ تابع تام رہ سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ خدا کی پناہ .... ایسی باتیں اگر بچے نہ سمجھ سکیں تو کیا مضائقہ ہے۔ شرعًا وہ کسی بات کے مکلف بھی تو نہیں ہیں۔

جواب۔ حاصل یہ ہے کہ نقلی و عقلی شہادت سے ثابت ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ پڑھی بھی ہے اور اسکے پڑھنے کا بھی حکم دیا ہے۔ یہ دلائل متبعین حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز جمعہ پڑھنے کے لئے کافی ہیں۔

جواب الجواب۔ اس کا جواب تحریرات بالا سے ظاہر ہے کہ دونوں شہادتوں سے نہ تو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمعہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور نہ ہی اسکے لئے کسی کو حکم فرمانا۔ اور ان مہدویوں کے لئے جو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی پیروی پر چلنا چاہتے ہیں نماز جمعہ نہ پڑھنے کے متعلق یہ دلائل کافی ہیں

جواب۔ ان کو اس امر میں فکر کی ضرورت نہیں ہے کہ صحابۂ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بھی نماز جمعہ پڑھی ہے یا نہیں۔ کیونکہ احکام دین کا ثبوت صاحب دین کے قول و فعل سے ہوتا ہے صحابی یا مجتہد کی قول و فعل سے نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ ان کا یہ منصب ہے کہ صاحب دین کے اقوال و افعال سے احکام کا استنباط کریں نہ کہ اصول و فروع دین میں خود ایجاد کریں۔ اب ہم دوسری شق میں اسکی بحث کرینگے۔

جواب الجواب۔ یہ کس نے کہا ہے کہ احکام دین کے موجد صحابی یا مجتہد ہیں۔ خواہ مخواہ جناب نے یہ کہاں سے نکال لیا؟۔ اور جب جناب یہ تسلیم کرتے ہیں کہ صاحب دین کے اقوال و افعال سے احکام دین کا استنباط کرنا صحابی اور مجتہد کا منصب ہے اور اوپر صحت حدیث کے بیان میں حاضرین کے لئے یعنے صحابہؓ کے واسطے اسے آسان بھی قرار دیچکے ہیں تو اتباع مہدیؑ کے دلدادہ لوگ صحابۂ مہدیؑ کے قول و عمل کو کیوں نہ دیکھیں اور اسکی تحقیق کے درپئے کس لئے نہوں۔ خصوصًا جبکہ انھیں یقین ہو کہ صحابہؓ کا قول و فعل صاحب دین کے اقوال و افعال سے مستنبط ہے اور اس میں اور اُسمیں کوئی فرق نہیں ہے۔ یا ایں ہمہ جس بات کو رد کرنے کے لئے جناب والا یہ تکلیف گوارا فرما رہے ہیں وہ کوئی معمولی بات نہیں ہے اور نہ ہی کسی ایک صحابی کا وقتی قول و فعل ہے۔ وہ تو اجماع ہے۔ اور اجماع بھی بائیس۲۲ سو صحابہ و مہاجرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا۔ اور وہ بھی حلفیہ اور پھر ساری عمر میں ایک وقت اور ایک روز ہوکر نہیں رہ گیا بلکہ ہفتہ وار ہمیشہ ہوتا رہا ہے۔ اور اجماع خود ایک مستقل حجت اور اصل ہے جس کے منکر کا حکم معلوم ہے۔

الحاصل مولانا کا یہ بیان مولانا کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ صحابۂ مہدیؑ رضی اللہ عنہم نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی

جواب - دوسری شق یہ ہے کہ صحابۂ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رضی اللہ عنہم نے خود امام ہوکر اپنے مقام میں نماز جمعہ پڑھی ہے یا اس کا حکم دیا ہے - اس کا جواب یہ ہے کہ اصول و فروع مذہب میں صاحب دین و مذہب کا قول و فعل ہی دلیل و حجت ہوتا ہے - دوسرے کسی کا قول و فعل حجت نہیں ہوتا - اسی لئے صحابی کا قول و فعل اصول و فروع دین میں حجت نہیں ہے - چنانچہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ سید محمود و سید خوندمیر ضعیفی نکنند اما بریں شان حجت نیست و حجت بر کلام خدا و بر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بر بندہ است - اس قول کو ہمنے پہلے ہی ذکر کیا ہے اور اب بھی بیان کرتے ہیں یعنے سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ و سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسائل دین میں کوئی ضعف یعنے لغزش نہوگی -

جواب الجواب - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدین[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول و فعل وہی تھا جو جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تھا - باقی کا جواب اوپر گذر چکا -

جواب - مگر دین کتاب اللہ و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بندہ پر یعنے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہے - اس کا مطلب یہ ہے کہ مسائل دین میں اللہ جل شانہ کے کلام اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل سے استدلال ہوگا اور کسی صحابی کے قول و فعل سے نہوگا گو اس کے احوال و اعمال میں لغزش کا احتمال نہو -

جواب الجواب - اس کا بھی جواب تو گذر ہی چکا ہے تاہم اس قدر عرض کرنا غالباً نامناسب نہوگا کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مولانا کے نزدیک سیدین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وہ قول و فعل جو روایت پنج فضائل اور بائیس ۲۲ سو صحابہ و مہاجرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہفتہ وار حلفیہ محضرہ میں مذکور ہے عیاذاً باللہ لغزش پر مبنی ہے اور قول و فعل مہدی عم کے خلاف نہ صرف ان دونوں ہی کی بلکہ مہدی آخرالزماں خلیفۃ الرحمان کے بائیس ۲۲ سو صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی بھی ایک منگھڑت بات ہے - غور فرمائیے کہ یہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے - فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ ؕ

جواب الجواب - جب ان دونوں صحابیوں کا قول و فعل جو سب صحابہ رضی اللہ عنہم میں بحکم حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام منتخب ہیں مسائل دین میں حجت نہیں ہے تو دوسروں کا قول و فعل مسائل دینی میں کس طرح حجت و دلیل بن سکیگا -

جواب الجواب - بندے نے سیدین رض یا کسی ایک خاص صحابی کے قول و فعل سے استدلال نہیں کیا ہے بلکہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل سے کیا ہے جو محضرہ مذکورہ میں حلفاً مذکور ہے - اور اگر جناب اس کو سیدین رض ہی کا قول و فعل سمجھتے ہیں تو یہ قول کہ "و اگر کسے خواہد کہ صدق مارا معلوم کند باید کہ از کلام خدا و اتباع رسول اللہ

---

[1] یعنے سید محمود ثانی مہدی رض اور سید خوندمیر صدیق ولایت رض ۱۲

علیہ السلام اور اعمال و احوال مابجوید و فہم کند۔ جو اوپر آپ لکھ آئے ہیں بدرجۂ اولیٰ حضرت صدیق ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ثابت ہوگا۔ پھر اس کو بھی صحابی کا قول سمجھکر رد کر دیجیئگا اور اپنے اثبات مدعا کی ساری پونجی کو ایک لخت خیرباد کہہ کر فارغ ہو جائیگا۔

رہا کتاب اللہ سے روایات کی مطابقت اور عدم مطابقت کا جھگڑا تو اول ہی سے صاف ہو چکا ہے اور اپنے مقام پر مذکور ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

جواب۔ اسی طرح صحابۂ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فعل بھی اصول دین و فروع دین میں حجت نہیں ہے۔ چنانچہ امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب مستصفیٰ اور دیگر کتابوں میں اور امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے اور دیگر ائمہ اصول نے اپنی اپنی کتابوں میں جو اصول فقہ میں ہیں اس مسئلہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اور میں نے بھی اپنی مصنفہ شرح اصول الشاشی میں اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم معصوم نہیں ہیں اس لئے ان کا قول مسائل دین میں قابل حجت نہیں ہو سکتا۔ حاصل یہ ہے کہ مسئلۂ ادا و صلوٰۃ جمعہ میں کلام خدا اور قول و فعل حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قول و فعل حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثبوت کے بعد کسی صحابی و تابعی کے قول کی حاجت نہیں ہے اور نہ نفی و اثبات مسائل دین میں اس سے حجت۔

جواب الجواب۔ اس بے محل طوالت سے مولانا نے ناحق اپنا اور دوسرے کا وقت ضائع فرمایا ہے بھلا یہاں اس کا کیا موقع تھا۔ صحابۂ ولایت و نبوت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو احکام دین کا موجد کون کہہ رہا تھا اور محض ان ہی کے قول و فعل پر جو حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اور جناب خاتم الاولیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقوال و افعال اور کتاب اللہ سے مستنبط نہو کون عمل کر رہا تھا یا اس کو دلیل و حجت میں پیش کر رہا تھا جو مولانا کو اس قدر خامہ فرسائی کرنی پڑی۔ مگر اب مجبوراً عرض کیا جاتا ہے کہ مولانا کا یہ بیان حدیث شریف۔ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ الْمَهْدِيِّيْنَ کے خلاف ہے۔ یعنے لوگو! تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو دانتوں سے پکڑو یعنے ان دونوں پر چلنا اپنے اوپر لازم کر لو۔ اور ایسا اسلئے فرمایا گیا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم کی سنت کا آئینہ ہوا کرتی ہے۔ جیسے کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کی سنت دراصل کتاب اللہ کے مفہوم کا آئینہ ہے۔ پس حسب الارشاد واجب الانقیاد حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول و فعل سے بھی جب تک کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے مخالف ثابت نہو تب تک قطعاً و یقیناً استدلال جائز ہوگا۔ اور یہی تقریر صحابۂ ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قول و فعل میں بھی ہوگی۔ بھلا یہ تو فرمائیگا کہ ۲۰ تراویح پڑھنا کس کی سنت اور کس کا قول و فعل ہے؟

جواب - اب رہی تیسری و چوتھی شق۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب قول صحابی ہی مسائل دین میں حجت نہیں ہو سکتا تو تابعی و تبع تابعین کا قول کس طرح قابل حجت ہوگا۔ اسلئے یہ سوالات بیکار و بے محل ہیں۔

جواب الجواب - ارشاد فرمائیگا فقہ کیا چیز ہے؟ اقوال تابعی و مجتہد کا مجموعہ ہے یا نہیں؟ پھر جناب اُسے قابل حجت کیوں سمجھتے ہیں؟

جواب - مگر ہم تبرعاً اس جگہ چند ایسے روایات بیان کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ نے بھی نماز جمعہ پڑھی ہے۔ پہلے ہم اُن روایات کو ذکر کرتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نماز جمعہ پڑھی ہے۔ پہلی روایت یہ ہے کہ صاحب حاشیۂ انصافنامہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ و بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ نماز جمعہ کے لئے تشریف لیجارہے تھے۔ بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ عنہ کے جسم مبارک پر طویل قبا وغیرہ دیکھکر حضرت شاہ نعمت رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا کہ یہ کپڑے اللہ آئے ہیں۔ اس روایت سے ثابت ہے کہ بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت اور شاہ نعمت رضی اللہ عنہما نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ واضح ہو کہ حاشیہ انصافنامہ و انصاف نامے کی روایتیں قوم میں بہت واثق سمجھی جاتی ہیں۔

جواب الجواب - اس سے دونوں حضرات کا جامع مسجد جانا ثابت ہوتا ہے۔ نماز جمعہ پڑھنا نہیں۔

جواب - یہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم نماز جمعہ و عیدین اُن اماموں کے پیچھے پڑھتے تھے جن کا انکار ظاہر نہیں ہوا تھا۔

جواب الجواب - یہ سب نہیں بلکہ وہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ اور انہیں نماز پڑھتے کس نے دیکھا؟ اور پھر جمعے کے ساتھ عیدین کا ذکر کیسا؟ آپ کے اوپر کے حوالہ میں تو یہ نہیں ہے۔

جواب - چنانچہ حضرت عبدالملک عالم باللہ کے قول سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے نَحْنُ اَلْاٰنَ نُصَلِّی الْجُمُعَۃَ خَلْفَ مَنْ لَّمْ یَظْھَرْ اِنْکَارُہٗ یعنے ہم اب بھی نماز جمعہ اُس شخص کے پیچھے پڑھتے ہیں جسکا انکار ظاہر نہیں ہوا ہے۔

جواب الجواب - صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ذکر میں تابعین رحمہم اللہ کا ذکر کیوں آگیا؟ اور ترجمہ میں (بھی) اکس لفظ کا ترجمہ ہے؟ صحیح ترجمہ یہ ہے = ہم اب نماز جمعہ اُس شخص کے پیچھے پڑھتے ہیں جس کا انکار ظاہر نہیں ہوا ہے۔ یہ مولانا عبدالملک سجاوندی عالم باللہ رحمہ اللہ جو تابعی ہیں اپنا حال بیان فرمارہے ہیں جسکو مولانا فہمی صاحب قبلہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف منسوب فرماتے ہیں مگر یہ دخل در معقول آپ کو زیبا نہیں۔

جواب - دوسری روایت یہ ہے کہ بندگی سید فضل اللہ رحمہ اللہ نے سنت الصالحین میں ذکر کیا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و قرن صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے آج تک برابر نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے۔ اس روایت

سے ظاہر ہے کہ زمانۂ صحابہ رضی اللہ عنہم و زمانہ تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ میں سب لوگ نماز جمعہ پڑھتے تھے اور انکے زمانہ کے بعد سے آج تک بھی سب لوگ نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔

جواب الجواب - یہاں مولانا نے یہ نہیں بتلایا کہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے زمانے میں نماز جمعہ کہاں اور کس کے پیچھے پڑھی جاتی تھی۔ اور نیز سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ادائے جمعہ کی کیفیت بھی نہیں لکھی۔ سنت الصالحین کی روایت میں سب کچھ ہے۔ بندے نے اسے بلفظہ و تمامہ ضمیمہ میں مولانا کی اُس مختصر تحریر کے نیچے جو میرے واپس شدہ عریضہ مورخہ ۱۸ رجمادی الآخرے ۱۳۴۶ھ یوم سہ شنبہ کے تحت میں درج ہے نقل کی ہے اور عام فہم ہونے کے لئے اُس کی اُردو بھی کردی ہے۔ اس جگہ صرف اس قدر عرض کردینا کافی ہے کہ حضرت بندگی میاں سید خوندمیر اور بندگی میاں شاہ نعمت وغیرہ جن صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جن اماموں کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہے وہ ساکت نہیں تھے بلکہ کٹے منکر اور معاند تھے چنانچہ اسی کتاب سنت الصالحین میں حضرت بندگی سید فضل اللہ رحمہم اللہ سوال ششم کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اکثر مہاجران نماز جمعہ پس منکران و معاندان گذاردے تخصیص بندگی میاں از موضع کھانبیل برائے نماز جمعہ بشہر پٹن و یا سلکھن پور رفتند و ادا کردند۔ اما مان آنجا معاندان بودند" یعنے اکثر مہاجر رضی اللہ تعالیٰ عنہم منکروں اور معاندوں کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھتے تھے خصوصاً حضرت بندگی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جمعہ کے لئے موضع کھانبیل سے شہر پٹن و یا سلکھن پور تشریف لیجاتے تھے اور وہاں ادا فرماتے تھے جہاں کے امام معاند تھے۔

مولانا کی تحریر میں "سب لوگ نماز جمعہ پڑھتے تھے" اور "پڑھتے ہیں" بھی قابل غور ہے۔ اور جبکہ آپ کے نزدیک صاحب دین و مذہب کے سوا اور کسی کا قول و فعل قابل حجت و استدلال نہیں ہے تو پھر اس تکلیف مالایطاق سے کیا حاصل۔ با ایں ہمہ سائل کے سوال کا جواب تو برشاخ آہو ہی رہا۔

جواب - بعض لوگوں نے اپنے مقام میں بھی نماز جمعہ پڑھی ہے چنانچہ میاں سید اشرف غازی ابن میاں سید راجی محمد ابن بندگی میاں سید اسد اللہ رحمہ اللہ اپنے اٹھائیس خلفاء کے ساتھ نماز جمعہ اپنی مسجد میں پڑھا کرتے تھے۔

جواب الجواب - اس سے بھی سائل کے سوال کا جواب ادا نہیں ہوتا کیونکہ سوال میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اپنے اپنے مقام پر خود کی امامت سے نماز جمعہ پڑھنا یا نہ پڑھنا پوچھا گیا ہے۔ اور یہ لوگ ان کے بعد کے ہیں یعنے تبع تابعین بھی نہیں ہیں۔ تعجب ہے کہ مولانا باوجود دعوائے مذکور کے ایسے لوگوں کا فعل بھی دلیل و حجت میں لاتے ہیں۔

جواب - اور صاحب سنت الصالحین کہتے ہیں کہ ہم ملکھن میں رہتے ہیں اور جمعہ و عیدین ہمیشہ یہیں پڑھا کرتے ہیں۔

جواب الجواب۔ اِس کا حال اُس مقام کے دیکھنے سے معلوم ہوگا جہاں بندے نے سنت الصالحین کی پوری روایت اور اس کا خلاصہ اُردو میں لکھا ہے۔

جواب۔ پنج فضائل وخاتم سلیمانی میں ذکر کیا گیا ہے کہ جب بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ احمد نگر تشریف لائے تو تین دفعہ عید کی نماز باہر پڑھی اور پھر اپنے جماعت خانہ میں عید الفطر اور عید الضحیٰ پڑھتے تھے۔

جواب الجواب۔ اِس روایت کی کیفیت بھی مقام مذکور کے ملاحظہ سے واضح ہوگی۔

جواب۔ حاصل یہ ہے کہ تفہیم سائل کی غرض سے ہم نے اِس جواب میں زیادہ تفصیل سے کام لیا ہے

جواب الجواب۔ مگر سب بیکار۔

جواب۔ یہ سوال بہت ہی مہمل ہے کہ بزرگان سلف نے اپنے مقام پر نماز جمعہ پڑھی ہے یا نہیں کیونکہ اصل بحث یہ ہے کہ بزرگان سلف نے نماز جمعہ پڑھی ہے یا نہیں۔ جب روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ بزرگانِ سلف نے نماز جمعہ پڑھی ہے تو مقصود ثابت ہو چکا۔ پھر اِس کے بعد اِس استفسار کا جواب کہ انہوں نے اپنے اپنے مقام میں نماز جمعہ پڑھی ہے یا نہیں مطلب سے زائد ہے۔

جواب الجواب۔ سوال سے باہر ایسی زائد اور نکمی باتیں کہ کچھ بھی ہو اور کسی مقام پر ہی ہو مگر بزرگان سلف نے نماز جمعہ پڑھی ہے۔ پڑھی ہے۔ لکھ دینا اور اسی میں صفحے کے صفحے بھر دینا اور پھر اپنی اگلی پچھلی تحریر کا بھی خیال نہیں رکھنا کہ میں اول کیا لکھ چکا ہوں اور اب کیا لکھ رہا ہوں فاضل مجیب کی شان کے خلاف ہے۔ اور طرّہ یہ ہے کہ مجیب صاحب اُلٹے سوال کو مہمل اور اُسکے جواب کو مطلب سے زائد فرما رہے ہیں ھٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۵۔

اِس کی مثال بعینہٖ ایسی ہے جیسے کوئی کسی کو ہمیشہ جماعت کثیرہ چھوڑ کر گھر میں نماز پڑھتا دیکھے اور پوچھے کہ کہو میاں تمہارا یہ فعل کیا حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی پیروی کے موافق ہے؟ اور وہ اسکے جواب میں کہے کہ ہاں! ہاں! موافق ہے کیونکہ اُن حضرات نے نماز پڑھی ہے۔ پڑھی ہے۔ اور تمہارا یہ سوال کہ وہ گھر میں پڑھتے تھے یا نہیں؟ بہت ہی مہمل ہے کیونکہ اصل بحث یہ ہے کہ اُن بزرگوں نے نماز پڑھی ہے یا نہیں؟ جب روایات سے یہ ثابت ہوگیا کہ بزرگان سلف نے نماز پڑھی ہے تو مقصود ثابت ہو چکا۔ پھر اسکے بعد تمہارے اِس سوال کا جواب کہ وہ گھر میں نماز پڑھتے تھے یا نہیں؟ مطلب سے زائد ہے۔ یعنے اِس کے جواب کی ضرورت نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ مولانا کی طرف سے کھلے ہوئے لفظوں میں اِس بات کا اقرار ہے کہ بزرگان سلف نے یعنے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے کبھی اپنے مقام میں خود امام ہوکر جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ اور آج کل جو لوگ ایسا کر رہے ہیں وہ اِن بزرگوں کی پیروی پر نہیں ہیں وَھٰذَا ھُوَ الْمَقْصُوْدُ ۵

چوتھا سوال

جمعہ کے روز حضرت سیدنا مہدیؑ جو جامع مسجد میں تشریف لیجایا کرتے تھے اُس سے آپ کا مقصود بالذات کیا ہوا کرتا تھا۔ نماز پڑھنا یا تبلیغ؟ اگر امر اول ہی کے لئے تکلیف فرمائی جاتی تھی تو اسکی تفصیلی کیفیت بیان ہونی چاہئیے۔ کہ کس طرح اور کس واسطے پڑھتے تھے اور کس کی اقتدا میں؟

جواب۔ اِس سوال میں چند باتیں پوچھی گئی ہیں۔

پہلی یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن جامع مسجد میں جاکر نماز جمعہ پڑھتے تھے یا تبلیغ کرتے تھے۔

دوسری یہ ہے کہ کس طرح نماز جمعہ پڑھتے تھے۔

تیسری یہ ہے کہ کس واسطے پڑھتے تھے۔

چوتھی یہ ہے کہ کس کی اقتدا کرتے تھے۔

پہلے سوال کا اسوال کا تھیں۔بات کا۔امیر الدین عفی عنہ/ جواب یہ ہے کہ آپ جمعہ کی نماز بھی پڑھتے اور بیان قرآن مجید اور تبلیغ بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ شہر قندھار کی مسجد جامع میں اسی طرح کا عمل ہوا ہے۔ اسکی تفصیل یہ ہے کہ جب حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام قندھار پہنچے تو اس شہر میں آپ کے بیان قرآن اور تبلیغ مہدیت کا عام شہرہ ہوگیا علمائے قندھار اِس سے برہم ہوگئے اور حاکم قندھار شاہ بیگ کو اطلاع کی کہ یہ فتنہ فرو کیا جائے۔ شاہ بیگ کے حکم سے علمائے قندھار نے جمعہ کے دن جامع مسجد میں آپ کو طلب کیا آپ اِس کے پہلے ہی نماز جمعہ کو جانے کے لئے تیار تھے مگر سرکاری لوگوں نے شرارت سے کام لیا۔ حاصل یہ ہے کہ آپ جمعہ مسجد کو تشریف لیگئے اور صف اول میں روبقبلہ ہوکر بیٹھ گئے۔ اُس وقت علما حاضر تھے اور شاہ بیگ حاکم قندھار بھی اپنی مستانہ حالت میں نماز جمعہ کے لئے مسجد میں حاضر ہوگیا تھا۔ آپ نے نماز جمعہ سے فراغت کے بعد آیت اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ کا بیان شروع کیا۔ آپ کا بیان کیا تھا ایک زبردست معجزہ تھا۔ آپ کے اس معجزانہ بیان سے حاکم قندھار کا دل بیتاب ہوگیا تڑپنے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے ایک رکوع کا بیان کرتے تک اسکی طرف ذرا بھی التفات نہ کیا۔ جب آپ بیان تبلیغ سے فارغ ہوگئے تو حاکم قندھار آپ کے پاؤں پر گر پڑا اور روتا ہوا اپنے تقصیرات کی عفو کی درخواست کی حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاف فرمایا۔ پھر شاہ بیگ نے علما سے پوچھا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود کونسی حدیثوں سے ثابت ہے۔ علماء نے عرض کیا احادیث متواترۃ المعنے سے لیکن علامات میں اختلاف ہے۔ شاہ بیگ نے کہا کہ میں نے یقین کرلیا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ ہی ہیں۔ یہ کہا اور فوراً آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کرلی۔ اور آپ کے فرودگاہ تک حاضر ہوکر تلقین حاصل کی۔

اِس روایت سے ثابت ہے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لئے جامع مسجد کو جاتے تھے تو جمعہ پڑھنے کے بعد تبلیغ مہدیت بھی فرماتے تھے۔

جواب الجواب - اِس سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ جامع مسجد میں تبلیغ مہدیت قصداً و ارادۃً فرماتے تھے بخلاف صلوٰۃ جمعہ کے کہ وہ مقصود بالذات نہیں ہوتی تھی۔ اگر وہ بھی مثل تبلیغ کے مقصود ہوتی تو سرکاری آدمیوں کو بلانے آنے اور اسقدر تشدد کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔ آپ خود بغیر بلائے نماز کا وقت ہوتے ہی نماز سے پہلے جامع مسجد میں پہنچ جاتے اور اگر اِس اثنا میں سرکاری سپاہی آ بھی جاتے تو انہیں ایسی شرارت کرنے کا موقع نہ ملتا کہ آپ کا کمر بند پکڑ کر کھینچیں اور آپ کو جوتیاں تک پہننے نہ دیں۔ اور اگر انہیں بے ضرورت اور خواہ مخواہ ہی شرارت کرنی ہوتی تو اُن میں سے ایک سپاہی ایسا کیوں کہتا کہ " جوتا پہناؤ " جیسا کہ سید ولی صاحب نے سوانح مہدئی موعودؑ میں لکھا ہے۔

غرض آپ کے دیر فرمانے کی وجہ یہی تھی کہ وہاں نماز ختم ہو جائے اور اِدھر آپ بھی فرض ظہر سے فارغ ہو جائیں اور پھر حسب دستور ایسے وقت جامع مسجد میں پہنچیں کہ جاتے ہی مجمع عام میں تبلیغ و بیان قرآن فرماسکیں۔ مگر سپاہیوں کی عجلت نے اِس مرتبہ ایسا نہ ہونے دیا۔

جواب - دوسرے سوال کا (نہیں نہیں۔ بات کا۔ امیر الدین عفی عنہ) جواب یہ ہے کہ آپ اسی طرح نماز پڑھتے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسکی تعلیم دی ہے اور جس طرح خود بھی پڑھتے تھے۔

جواب الجواب - حضرت رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ایسی تعلیم نہیں فرمائی ہے کہ حالت سفر میں بھی نماز جمعہ پڑھ ہی جائے۔ اور وہ بھی متقدی ہو کر اور پھر اقتدا بھی ایسے شخص کی کہ جس کا حال محتاج بیان نہیں ہے اور نہ ہی ایسی نماز خود نے کبھی پڑھی ہے۔ اگر اِس طرح کی نماز جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے قصداً وارادۃً ثابت کیجائے گی تو بہت ہی بڑی قباحت لازم آئیگی۔ یعنے آپ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ علی آلہ واصحابہ وسلم کے مساوی نہیں رہینگے۔ اِس قسم کی اور بھی کئی خرابیاں ہیں جن کے ذکر کرنے میں طوالت کے قطع نظر ترک ادب بھی ہے۔

جواب - اِس سوال سے (یعنے اِس دوسری بات سے۔ امیر الدین عفی عنہ) اگر سائل کا یہ مقصد ہے کہ آپ بطور فرض نماز جمعہ پڑھتے تھے یا بطور نفل تو اِن قیود کا اظہار واجب ہے جب تک یہ قیود مذکور نہ ہونگے یہ سوال غیر مفید و بیکار رہیگا۔

جواب الجواب - یہ مولانا کا تجاہل عارفانہ ہے۔ اگر سائل کا وہ مقصود نہیں تھا جو مذکور ہوا تو اسکی طرف آپ کا ذہن کیسے منتقل ہوا؟ اور جب حقیقۃً یا فرضاً کسی صورت سے بھی ذہن مبارک منتقل ہوگیا تو ضرور تھا کہ اس کا جواب بھی تحریر فرما دیتے کہ جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ فرض کے طور پر پڑھتے تھے یا نفل کے طور پر۔

جواب - تیسرے سوال پر (سوال پر نہیں۔ بات پر۔ امیرالدین عفی عنہ) مجھے تعجب ہوتا ہے کیونکہ سائل یہ پوچھتا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کس واسطے نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ افسوس ہے کہ سائل نے ایسی بات پوچھی ہے کہ کوئی جاہل سے جاہل بھی ایسی بات نہیں پوچھ سکتا۔

جواب الجواب - جاہل سے جاہل آدمی ایسی بات کیوں پوچھنے لگا۔ اسے کیا معلوم کہ شارع علیہ السلام نے یہ نماز کس واسطے رکھی ہے اور کتاب و سنت سے اس کے کیا شرائط و احکام ہیں۔ اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی اس کے متعلق قول و فعل کیا ہے۔ اور حالت سفر میں بالقصد غیر کی اقتدا میں اس نماز کا پڑھنا آپ کے حق میں کس درجہ مضر ہے۔

جواب - اس کا جواب یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز جمعہ اس واسطے پڑھتے تھے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے کلام مجید میں اس کو فرض گردانا ہے اور اسواسطے بھی پڑھتے تھے کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تام ہیں۔ اور اس واسطے بھی کہ آپ خاتم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلیفۃ اللہ اور مامور من اللہ ہیں کہ شریعت محمدیہ پر عمل کریں۔

جواب الجواب - گو اس کا جواب بکرات و مرات اچھی طرح ادا ہو چکا ہے تاہم اس مقام پر اتنا عرض کرنا شاید نامناسب نہو کہ جو نماز جس حالت میں کتاب و سنت سے فرض نہیں ہے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم کے عمل کے بھی خلاف ہے اس نماز کو ویسی حالت میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے قصداً و فرضاً ثابت کرنا اور پھر آپ کو تابع تام۔ خلیفۃ اللہ۔ خاتم دین رسول اللہ اور مامور من اللہ بھی جاننا اجتماع ضدین ہے۔

جواب - جو شخص تابع تام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خاتم دین اور خلیفۃ اللہ ہے اس سے یہ ممکن نہیں ہے کہ اللہ جل شانہ کے ایک ایسے فرض کا تارک رہے جس کی قضا نہیں۔

جواب الجواب - ایسے شخص سے محال ہے کہ جو چیز جس حالت میں اپنے اوپر فرض نہیں ہے اسے فرض جانے اور جو شے ہر حالت میں فرض ہے اور فرض بھی ایسی کہ اگر وقت پر ادا نہو سکے تو بعد میں بھی اسکی قضا پڑھے بغیر چارہ نہو اسے ترک کرکے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ کا مصداق بنے۔

جواب - یہ ایسی بات ہے جس کو عالم جاہل۔ ادنیٰ۔ اعلیٰ۔ بچے۔ بڑے۔ سب جانتے ہیں۔ پس ایسے سوال کا (سوال کا نہیں بلکہ بات کا امیرالدین عفی عنہ) ایک پڑھے لکھے شخص کے قلم سے لکھا جانا ایک قابل تعجب بات ہے۔

جواب الجواب - قابل تعجب تو فی الحقیقت سب کے نزدیک وہ اجتماع ضدین ہے جو مذکور ہوا۔

جواب - چوتھے سوال کا (نہیں چوتھی بات کا۔ امیرالدین عفی عنہ) یہ جواب ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مومن متصدق اور ساکت کی اقتدا فرماتے تھے۔

جواب الجواب - قندھار میں جسکی روایت ابھی ابھی جناب والا نے جواب میں بطور انتخاب تحریر فرما چکے ہیں۔ ومن مصدق اور ساکت کون تھا؟

جواب - بعض منکران جمعہ (اگر ان سے جمعہ کو مشروط اور مقید ماننے والے لوگ مراد ہیں تو سب سے پہلے یہ چوٹ جناب سرورکائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم پر ہوگی۔ پھر آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم اور اجماع امت پر۔ پھر سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر۔ پھر آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالے عنہم اور ان کے اجماع پر وَ ھَلُمَّ جَرًّا۔ اور سب کے آخر میں زمانہ حال کے لوگوں پر۔ لہذا تارکان جمعہ ہی لکھنا مناسب تھا۔ امیرالدین عفی عنہ) کا یہ خیال ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ کی روایتیں جو ان جوابوں میں ذکر کی گئی ہیں اُن سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ مسجد جامع کو جاتے تھے مگر اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمعہ بھی پڑھتے تھے اور بحث یہ ہے کہ جمعہ پڑھتے تھے یا نہیں۔

جواب الجواب - گو پردے ہی میں سہی مگر آخر مولانا نے حق بات ظاہر فرما ہی دی۔ جَزَاهُمُ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرَ الْجَزَاءِ ؕ

جواب - اس کے جواب میں کئی وجہیں ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ محضرۂ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ ادا کی ہے۔ چنانچہ اُس محضرہ کے یہ الفاظ ہیں۔ میران علیہ السلام ہر جا کہ نماز گزاردہ اند خطیبان آنجا ساکت بودند الخ۔ نماز گزاردہ اند کے معنے نماز ادا کردہ اند کے ہیں۔ اس عبارت کے یہ معنے ہیں کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مساجد میں خطیبانِ ساکت وموافق کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ اس محضرہ قطعیہ کے الفاظ اس امر میں نص ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ پڑھی ہے۔

جواب الجواب - قطع نظر دیگر روایات معتبرہ کے قندھار کی روایت بھی محضرۂ مذکورہ سے معارض ہے کیونکہ اُس سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی نماز مخالف ومنکر بلکہ معاند کی اقتدا میں پڑھی ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ساکت وموافق کے پیچھے پڑھی ہے تو بحکم اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا۔ کے دونوں روایتیں پایۂ صحت سے گر جائینگی اور استدلال وحجت کے قابل نہیں رہینگی۔ باوجود اسکے محضرہ میں "نماز گزاردہ اند" ہے نہ کہ نماز جمعہ گزاردہ اند۔ باقی ضمیمہ میں روایت سنت الصالحین سے ثابت شدہ سترہ باتوں میں سے گیارہویں بات میں اور تیرہویں وچودہویں سوال کے جواب الجواب میں ملاحظہ ہو۔ وہاں محضرۂ مذکورہ پر تفصیلی بحث کیگئی ہے۔

جواب - دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے وقت پوچھے کہ زید کہاں گیا ہے تو اس کو یہ جواب دیا گیا کہ جمعہ مسجد کو گیا ہے۔ اِس جواب سے سائل یہی سمجھیگا کہ وہ نماز جمعہ پڑھنے کے لئے گیا ہے کیونکہ قرائن حاضرہ

اِسی بات پر دلالت کرتے ہیں اور یہ ایسا مجاز ہے جس کا استعمال ہر زبان میں روزمرہ ہیں۔ اسی طرح کا استعمال ہماری روایتوں میں بھی ہے۔ ان کا صاف وصریح یہی مطلب ہے کہ آپ جمعہ کے دن مساجد جامع میں اِسی لئے جاتے تھے کہ جمعہ کی نماز پڑھیں اور تبلیغ مہدیت اور بیان قرآن فرمائیں۔ یہی بحث اُن روایات میں بھی ہوگی جمیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نماز جمعہ و عید کو جاتے تھے۔

جواب الجواب۔ اگر پوچھنے والا یہ جانتا ہے کہ زید پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے اور کسی کی اقتدا بھی اس کے لئے جائز نہیں ہے کیونکہ یہ اس کے منصب کے خلاف ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ جامع مسجد کے امام مقرر ہوا کرتے ہیں تو جواب مذکور سے ہرگز یہ نہیں سمجھیگا کہ زید جمعہ کی نماز پڑھنے کے لئے جامع مسجد میں گیا ہے بلکہ یہ خیال کریگا کہ وہ اپنا منصبی فرض بجالانے گیا ہوگا۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی یوروپین افسر اعلیٰ شہنشاہ جارج کا پیغام مسلمانوں کو پہنچانے کے لئے جمعہ کے روز نماز کے وقت جامع مسجد میں جائے اور اسکی نسبت کوئی کسی سے پوچھے کہ فلاں صاحب کہاں گئے ہیں تو جواب میں یہی کہا جائیگا کہ جامع مسجد میں۔ مگر اس سے سائل یا کوئی دوسرا بھی یہ کبھی نہیں سمجھیگا کہ صاحب ممدوح نماز جمعہ پڑھنے کے واسطے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ قیاس و قرائن کے بالکل خلاف ہے۔ بالضرور یہی سمجھیگا کہ شہنشاہ کا پیغام پہنچانے گئے ہیں۔ اسی طرح گروہ مقدسہ کی مذکورہ روایات کا مفہوم بھی یقیناً یہی ہوگا کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین صرف بیان قرآن اور تبلیغ ہی کی غرض سے جمعہ کے روز جامع مسجد میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔

جواب۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد جامع میں جانا اور نماز جمعہ ادا نہ کرنا اتباع نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف ہے۔ حالانکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی اتباع کو اپنی مہدیت کے ثبوت پر دلیل گردانی۔ پھر یہ کس طرح ممکن ہوگا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کی نماز نہیں پڑھتے تھے۔ کیونکہ جب اتباع نہ رہیگی تو دلیل مہدیت بھی نہ رہیگی۔

جواب الجواب۔ بلکہ سرے سے مہدیت ہی نہ رہیگی۔ اور اتباع کے خلاف آپ کا نماز جمعہ کو ادا فرمانا ہے یا نہیں فرمانا اُسکی تفصیل بارہا مذکور ہو چکی ہے۔

پانچواں سوال

سالکت کی حدِ تام کیا ہے۔ اور اُسمیں اور مُنکر میں کتنا فرق ہے؟

جواب۔ حدِ تام حقیقی تعریف میں ہوتی ہے اور تعریف بحسب الحقیقت وہ ہے جو کسی شے کی جنس و فصل سے کیجاتی ہے۔ اصطلاحات عرفیہ کی تعریف لفظ کی تفسیر سے کیجاتی ہے کہ مخاطب اس کے معنے سمجھ لے۔ انکی حد تام نہیں ہوتی

جواب الجواب - سائل ساکت کی حقیقی تعریف پوچھتا ہے لفظی تفسیر نہیں۔ اگر ساکت کوئی شے ہے تو بمفوائے حَقَائِقُ الْاَشْیَاءِ ثَابِتَةٌ کے اس کی کوئی نہ کوئی حقیقت اور جنس وفصل ضرور ہونی چاہیے۔ اور جب یہ ہے تو اُس کی حدِّ تام بھی ضرور ہی ہوگی۔ جسکے بیان فرمائے بغیر سوال کا جواب ادا نہیں ہوگا اور یہی مانا جائیگا کہ ساکت کوئی شے نہیں ہے۔

جواب - ساکت ہماری اصطلاح میں اُس شخص کو کہتے ہیں کہ اس سے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت کا انکار ظاہر نہیں ہوا ہے۔

جواب الجواب - لَامُنَاقَشَةَ فِی الْاِصْطِلَاحِ - مگر یہ فرمائیگا کہ اس سے کیا وہ مومن اور مصدق ہو جائیگا؟

جواب - اور منکر وہ ہے کہ اس نے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت کا انکار ظاہر کر دیا ہے۔ ان دونوں میں جو کچھ فرق ہے وہ ظاہر ہے محتاج بیان نہیں ہے۔

جواب الجواب - فرق محض اسقدر ہے کہ پہلا غیر معاند ہوگا اور دوسرا معاند مگر کہے تو جاینگے دونوں منکر ہی۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی مصدق یا مومن کہنا جائز نہ ہوگا۔

چھٹا سوال

جناب سیدنا مہدی موعودؑ نے یا آپ کے توابعؓ نے ساکت کے پیچھے کبھی نماز مکتوبہ بھی ادا فرمائی ہے یا نہیں؟ اور اگر ادا فرمائی ہے تو اسوقت ہم بھی ایسا کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اگر نہیں پڑھی ہے تو اسکے پیچھے جمعہ پڑھنے اور اس کے نہ پڑھنے کا کیا سبب ہے؟

جواب - بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ نے عقیدہ شریفہ میں یہ روایت لکھی ہے کہ

مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمودہ است کہ بدنبال منکران مہدی نماز مگزارید اگر گزاردہ باشید باز بگزارید۔ یعنے منکران مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اگر کبھی (سہو وغفلت سے) پڑھ لو تو اسکا اعادہ کرو۔

اس روایت کا عام مفہوم یہی ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکر کے پیچھے کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے عام ازینکہ وہ نماز پنجگانہ ہو یا جمعہ ہو یا عیدین ہو یا تراویح ہو۔ اس سے ساکت مستثنی ہے۔ اس کا مفاد یہی ہے کہ ساکت کے پیچھے مذکورہ نمازیں ادا کرنا جائز ہے۔ جب نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کا ایک ہی حکم ہے بلکہ جمعہ کی فرضیت اس سے اہم و مؤکد ہے چنانچہ فقہا کی یہی رائے ہے تو ساکت کے پیچھے نماز پنجگانہ پڑھنا درست ہوگا۔ یہ قیاس قطعی ہے جو موجب یقین ہے۔ لیکن مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی یہ ضرورت واقع نہ ہوتی تھی کہ آپ نماز پنجگانہ ساکت کے پیچھے

ادا فرمائیں کیونکہ آپ کے ساتھ خود جماعت کثیر تھی اور آپ خود امام ہوا کرتے تھے۔

نماز جمعہ و عید کی یہ صورت نہیں تھی کیونکہ آپ ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے۔ جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو آپ مسجد جامع میں تشریف لیجاتے اور ساکت یا موافق کے پیچھے ادا کرتے تھے مثلاً قاضی قادن وغیرہ کے پیچھے۔ حاصل یہ ہے کہ نماز مکتوبہ کو ساکت کے پیچھے ادا کرنیکی آپ کو ضرورت نہیں تھی اور ساکت کے پیچھے نماز جمعہ و عید کے پڑھنے کی آپکو ضرورت تھی

جواب الجواب ۔ مولانا کی تحریر بھی عجیب تحریر ہے اسے اگر اعلیٰ درجہ کی بھول بھلیاں کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ کہیں تو ساکت و منکر میں فرق بتلاتے ہیں اور کہیں دونوں کو ایک مانتے ہیں کسی جگہ نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کا ایک ہی حکم بلکہ جمعہ کی فرضیت اس سے بھی اہم و مؤکد فرماتے ہیں اور کسی جگہ دونوں میں فرق کرکے جمعہ کو مشروط اور شرطیں فوت ہونے کی حالت میں نفل قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ "نماز جمعہ و عید کی یہ صورت نہیں تھی کیونکہ آپ ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے" نماز پنجگانہ میں حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خود امام ہونا تحریر فرماتے ہیں اور نماز جمعہ میں مقتدی ہونا نماز پنجگانہ میں آپ کی جماعت کا آپ کے ساتھ ہونا تسلیم فرماتے ہیں اور نماز جمعہ و عید میں نہ ہونا فقہا کے قول سے ایک مقام پر گریز ہے تو دوسرے مقام پر رجوع ہے۔ تیسرے سوال کی پہلی تنقیح کے جواب میں ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بلا ناغہ نماز جمعہ کو جایا کرتے تھے۔ اور یہاں قبول فرماتے ہیں کہ بلا ناغہ اور ہمیشہ نہیں بلکہ کبھی کبھی جاتے تھے۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں کہ "جب کبھی ایسا اتفاق ہوتا تو آپ مسجد جامع کو تشریف لیجاتے تھے" اور یہ اتفاق ضرورت تبلیغ کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے جسکی تشریح آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ نماز مکتوبہ کو ساکت کے پیچھے ادا کرنیکی آپ کو ضرورت نہیں تھی اور ساکت کے پیچھے نماز جمعہ و عید کے پڑھنے کی آپ کو ضرورت تھی۔ کہیں مساوات ثابت فرماتے ہیں اور کہیں عدم مساوات! اور اس بھول بھلیوں کی پر پیچ راہوں میں سائل کے سوال کا مختصر اور بالکل ہی مختصر جواب خدا جانے کس گوشہ میں پڑا ہے کہ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ تاہم اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ و عید نفل ہے اور ساکت و منکر میں کوئی فرق نہیں ہے ورنہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز مذکور اس کے پیچھے پڑھنے اور نماز مکتوبہ کے نہ پڑھنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ اور عیدین کی نماز آپ ضرورۃً اور اتفاقیہ پڑھتے تھے ہر وقت نہیں۔ اور باوجود آپ کے ساتھ جماعت کثیر ہونیکے اپنے مقام پر نہیں پڑھتے تھے۔ جامع مسجد ہی میں تشریف لیجاتے تھے۔ اور اُسوقت آپکی جماعت آپکے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔

اس مقام پر بندے نے ضمیمہ میں مبسوط بحث کی ہے لہذا یہاں اس قدر کافی ہے۔

ساتواں سوال

آپؑ کے نزدیک جمعہ کی فرضیت ثابت نہ ہونیکی صورت میں آپؑ کا اُسے غیر کی اقتدا میں محض اس اندیشے سے ادا فرمانا

کہ لوگ آپؑ پر اور آپؑ کے لوگوں پر شعار اسلام کے ترک کرنے کا الزام کہیں گے آپؑ کی مہدیت پر (خاکم بدہن) کوئی حرف لاسکتا ہے یا نہیں؟۔

جواب ۔ سائل نے یہ سوال بعد غور و فکر نہیں کیا ہے۔ یہ بات اصول مذہب مہدویہ کے بالکل مخالف ہے کیونکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جبکہ تابع کلام خدا و محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں تو آپ کے ہر قول و فعل میں ان دونوں کی اتباع رہیگی۔ آپ کا کوئی قول و فعل ان دونوں کی اتباع سے خالی نہ ہوگا۔

جواب الجواب ۔ کیا آپ کا نماز میں مقتدی ہونا بھی ان دونوں اتباع میں داخل ہے۔

جواب ۔ جب یہ بات ثابت ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ کلام خدا اور قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلوٰۃ جمعہ کی فرضیت ثابت ہے۔ کلام خدا سے اس لئے کہ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ یَاۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سارے مجتہدین و محدثین و فقہا کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کریمہ سے نماز جمعہ کی فرضیت ثابت ہے۔ اسی واسطے فقہا کہتے ہیں کہ اَلْجُمُعَةُ فَرْضُ عَیْنٍ یَكْفُرُ جَاحِدُهَا لِثُبُوْتِهَا بِالدَّلِیْلِ الْقَطْعِیِّ وَهِیَ فَرْضٌ مُّسْتَقِلٌّ اٰكَدُ مِنَ الظُّهْرِ وَلَیْسَتْ بَدَلًا مِّنْهُ یعنے جمعہ فرض عین ہے اس کا منکر کافر ہے کیونکہ دلیل قطعی سے ثابت ہے اور یہ مستقل فرض ہے اور ظہر سے زیادہ موکد ہے۔ اور ظہر کا بدل نہیں ہے چنانچہ در المختار وغیرہ نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔

جواب الجواب ۔ اس کا کسے انکار ہے مگر یہ تو فرمائیے کہ جمعہ مشروط ہے یا غیر مشروط۔ اور آیت جمعہ مطلق ہے یا مقید۔ اور اس میں سے وَذَرُوا الْبَیْعَ کو چھوڑ دینے کی کیا وجہ ہے؟

جواب ۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کیا ہے اور یہ فرض مکتوبہ ہے۔ اس روایت کے یہ الفاظ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهٗ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی قَدْ فَرَضَ عَلَیْكُمُ الْجُمُعَةَ فَرِیْضَةً مَّكْتُوْبَةً ۔

جواب الجواب ۔ حدیث مذکور ناتمام ہے اور اس کے الفاظ میں بھی فرق ہے (فَرِیْضَةً مَّكْتُوْبَةً) اسمیں نہیں ہے۔ اس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْكُمُ الْجُمُعَةَ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا الخ چونکہ آگے اس حدیث سے جمعہ کے لئے دو شرطیں (شہر اور سلطان کا ہونا) ثابت ہوتی ہیں پوری نہیں لکھی گئی جس طرح کہ آیت پوری نہیں لکھی گئی۔ اور پھر دونوں جگہ (الخ) یعنے الی آخرہ بھی نہیں لکھا۔ ضمیمہ میں آیت کریمہ اور حدیث مذکور کا پورا بیان ہے۔ ملاحظہ ہو وہاں شرائط ادا کا بیان۔

جواب - غرض صلوٰۃ جمعہ کی فرضیت کلام اللہ و قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے تو مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جو کلام خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تابع تام ہیں نماز جمعہ کی فرضیت کس طرح ثابت نہو گی۔

جواب الجواب - حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز جمعہ کو نماز مکتوبہ کی طرح خود امام ہوکر دائمی طور پر اپنے مقام میں نہ پڑہنے اور کبھی کبھی جامع مسجد میں جاکر دوسرے کے پیچھے پڑہنے کی کیا وجہ ہے؟ کیا کلام اللہ تعہ اور قول وفعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے کہ جمعہ کے فرض ہوتے ہوئے وہ کبھی کبھی ضرورت کے وقت ہی ادا کیا جائے اور ضرورت نہو تو ہمیشہ ترک کردیا جائے - اور جب ادا کیا جائے تب مقتدی ہی ہوکر ادا کیا جائے۔ کیا تبعیت تامہ اسی کا نام ہے؟

جواب - اب سائل کا یہ قول کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزدیک نماز جمعہ کی فرضیت ثابت نہونے کی صورت میں الخ بالکل لغو و مہمل ہے - کیونکہ نماز جمعہ کی فرضیت نہ جانکر دوسرے لوگوں کے ڈر سے نماز جمعہ پڑہنا ایک ادنیٰ مومن کی شان نہیں ہے چہ جائیکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ایسا عمل صادر ہو جس میں نفاق و ریاکاری ہو معاذ اللہ۔

جواب الجواب - اس کا جواب تو مولانا کے ذمے ہے - سائل کے ذمے ہرگز نہیں - کیونکہ اس کا تو یہ اعتقاد ہے کہ حضرت امام عالی مقام علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسی نماز کبھی پڑھ ہی نہیں سکتے جو آپ کی شان کے خلاف ہو چنانچہ اُس کے سوال ہی سے یہ بات ظاہر ہے۔

جواب - ایسے امر قطعی میں احتمالات فاسدہ کا پیدا کرنا بیدینی ہے۔

جواب الجواب - سچ ہے - عیاں راچہ بیاں - مگر دعا ہے کہ یہ بات جس طرف بھی ثابت ہو جائے اُس طرف خدا تعالیٰ کی ستاری اور غفاری کی صفت سایہ فگن ہو - الغرض اس جواب میں بھی پرانے گیت کی تکرار اور سائل کے سوال میں بیجا احتمال پیدا کرنے کے سوائے اور کوئی بات نہیں ہے۔

آٹھواں سوال

خلیفۃ اللہ کے لئے اپنے سے ادنیٰ درجہ والے کی خصوصاً اُس شخص کی جو ہنوز تصدیق سے بھی محروم ہو اقتدا کرنا کیسا ہے؟

جواب - چھٹے سوال کے جواب میں یہ بتایا گیا ہے کہ جو شخص انکار مہدیت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں کیا ہے اور ساکت ہے تو مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُسکے پیچھے نماز جمعہ پڑہی ہے - اس سوال کا بھی وہی

جواب ہے۔

جواب الجواب ۔ اس جواب کی کیفیت محتاج بیان نہیں ہے۔ مبارک ہوا ے ساکت! کہ خدا کے معصوم خلیفہ نے نماز میں تمہاری اقتدا کی۔ اور پھر اسکی عصمت و خلافت اور تبعیت تامہ بلکہ مہدیت میں بھی کچھ فرق نہ آیا۔ تمہیں وہ مرتبہ ملا ہے جو کسی مصدق کو تو کیا سیدین صالحین یعنے حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدی اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھی نہیں ملا۔ مطلب یہ کہ یہ بھی میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔

نواں سوال

ساکت کا تحقق تبلیغ کے بعد ہوگا یا پہلے؟

جواب ۔ ساکت کا تحقق تبلیغ کے بعد ہوگا۔ نقول و روایات سے یہ امر ظاہر ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعوت کے فرمان سلاطین وقت کے نام لکھے اور عام مسلمانان عرب و عجم میں یہ اعلان کیا کہ میں ہی مہدی موعود ہوں میری تصدیق فرض ہے۔ پھر اس تحریری تبلیغ کے بعد عملی تبلیغ بھی اس طرح کی کہ اپنی مہدیت کا اعلان وعظ و بیان کے ذریعہ سرزمین ہندوستان سے کرتے ہوئے مکہ معظمہ میں پہنچایا۔ جس سے عرب و شام کی وادی و جبل آپ کی مہدیت کے اعلان سے گونج اٹھے اور پھر عرب کے وادیوں سے اپنی دعوت کی تبلیغ کرتے ہوئے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں آدمیوں کی بیعت لیتے ہوئے خراسان کے دیار و امصار میں جا دھمکا جس سے آپ کی تصدیق کے نعرے خراسان کے ہر قطعہ سے گونجنے لگے۔ ایسے عام اعلان کے سننے کے بعد سامعین تین قسموں پر منقسم ہوگئے۔ ایک قسم مصدقین کی۔ دوسری منکرین کی۔ تیسری ساکتین کی۔

جواب الجواب ۔ جناب والا اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ قندہار کی جامع مسجد میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبلیغ سے پہلے نماز جمعہ پڑھی ہے کیونکہ آپ کا وعظ و بیان نماز کے بعد ہوا ہے تو وہ نماز کس کی اقتدا میں سمجھی جائیگی۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ جامع مسجد میں طلبی ہونے سے پہلے ہی آپ کے مقام پر آپ کا وعظ ہو چکا تھا تو اور زیادہ خرابی لازم آئیگی یعنے یہ ثابت ہوگا کہ صرف منکر ہی نہیں بلکہ معاند کے پیچھے آپ نے جمعہ پڑھا ہے کیونکہ جب وعظ مذکور کے بعد آپ سختی و شرارت کے ساتھ جامع مسجد میں بلائے گئے تو عناد ثابت ہوگیا۔

اور سامعین کی جو تین قسمیں بیان کیگئیں ہیں وہ بھی صحیح نہیں ہیں۔ درحقیقت انکی قسمیں دو ہی ہیں۔ ایک مصدق۔ اور دوسری منکر۔ چنانچہ آگے گیارہویں سوال کے جواب میں مولانا خود اسے قبول فرماتے ہیں۔

پھر منکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ساکت۔ جسے مولانا نے یہاں سامعین کی تیسری قسم بتلائی ہے۔ اور دوسری

معاند جس کا ذکر نہیں کیا گیا۔

ساکت وہ منکر ہے جو زبان سے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مہدیت کا اقرار نکرے اور اپنا دلی انکار بھی ظاہر نکرے۔ اور معاند وہ منکر ہے جو اپنے دلی انکار کو زبان سے ظاہر کر دے اور آپ سے عداوت بھی رکھے۔ خلاصہ یہ کہ مولانا کے پاس بھی سامعین کی وہی قسمیں مسلم ہیں۔

دسواںؑ سوال

سیدنا مہدیؑ نے جن لوگوں کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی ہے اُن کا حال نماز پڑھنے سے پہلے اپنا دعویٰ سنا کر دریافت فرمالیا کرتے تھے یا نہیں؟

جواب۔ ہم نے نویں سوال کے جواب میں ذکر کیا ہے کہ آپ کی دعوت مہدیت کی شہرت بلاد عرب و عجم میں ہو چکی تھی۔ جس شخص سے آشکارا طور پر آپ کی مہدیت کا انکار نہوتا تھا آپ اسکی اقتدا کرتے تھے چنانچہ چھٹے سوال کے جواب میں اس کا بیان کیا گیا ہے۔ پھر اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔

جواب الجواب۔ چھٹے سوال میں ساکت کے پیچھے نماز مکتوبہ پڑھے جانے یا نہ پڑھے جانیکے متعلق پوچھا گیا ہے جواب کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ اسکے پیچھے تو فقط وہی نماز پڑھی گئی ہے جسکی اسکے پیچھے ادا کرنے کی ضرورت تھی وہ سری نہیں۔ یعنے نماز جمعہ و عیدین پڑھی گئی ہے اور مکتوبہ نہیں پڑھی گئی۔

اور اس سوال میں دریافت کیا گیا ہے کہ جس امام کی اقتدا نماز جمعہ میں کیجاتی تھی اُس کا حال نماز سے پہلے معلوم کر لیا جاتا تھا یا نہیں؟ کہ سامعین کی تین قسموں میں سے یہ کس قسم میں داخل ہے۔ مصدقین کی یا منکرین کی یا ساکتین کی؟ کیونکہ اگر ایسا نہوگا تو یہ معلوم نہیں ہو سکیگا کہ نماز کس قسم کے امام کی اقتدا میں پڑھی گئی۔ ایسی حالت میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مصدق یا ساکت ہی تھا۔ مصدق اسلیئے نہیں کہہ سکتے کہ اگر وہ مصدق ہوتا تو آپکی جماعت سے جدا نہ رہتا اور آپکی موجودگی میں امام بھی نہوتا۔ اور ساکت اس وجہ سے نہیں کہہ سکتے کہ اُسکا حال بے دریافت معلوم نہیں ہو سکتا لہذا اسکی کیفیت نماز سے پہلے بطریق مذکور دریافت کر لینے کی سخت ضرورت ہے۔ اس تقریر سے ظاہر ہے کہ چھٹے اور نویں سوال کا مفہوم و جواب جدا ہے اور اس سوال کا مفہوم و جواب جدا۔ پھر بھیلا وہاں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ یہاں کیسے کافی ہو سکتا ہے اور اسکے جواب کی ضرورت کیونکر مرتفع ہو سکتی ہے۔ الحاصل۔ سوال کا جواب ادا نہیں ہوا۔

گیارھواںؑ سوال

ساکت تبلیغ کے بعد کیا عذر پیش کر کے تصدیق سے محروم رہتا تھا اور اسکا عذر مہدیؑ دور فرما سکتے تھے یا نہیں؟

جواب - ساکت کی دو قسمیں ہیں - ایک وہ ساکت ہے جو داعی الی اللہ سے ملکر یہ عذر کرتا تھا کہ مجھے کچھ مہلت دیجائے کہ میں بعد غور و تامل آپکے ہاتھ پر بیعت کروں چنانچہ عکرمہ بن ابی جہل و عدی بن حاتم نے مہلت مانگی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں مہلت دی تھی - اور بعد مہلت گزرنے کے انہوں نے بیعت کی -

جواب الجواب - سب باتیں در کنار - اتنا فرما دیجیگا کہ اس مہلت کے زمانے میں آپ صلعم نے انکے پیچھے جمعہ اور عید کی نماز بھی پڑہی تھی ؟

جواب - دوسرا وہ ساکت ہے جو داعی الی اللہ سے مہلت طلب نہیں کرتا بلکہ اپنے دل میں تامل صادق کرتا ہے ؟

جواب الجواب - اس کی کیفیت داعی الی اللہ کو کس طرح معلوم ہو جاتی تھی ؟ -

جواب - چنانچہ مولانا شاہ عبد المجید نوری و مولانا امین محمد و مولانا ابو محمد کی یہی حالت تھی - یہ سب بزرگ دہلی سے نکلکر احمد آباد میں ٹھیرے ہوئے تھے - جب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا احمد آباد میں شرف ورود ہوا اور آپ کے بیان قرآن و تبلیغ مہدیت کا عام شہرہ ہوگیا اور انہوں نے بھی یہ خبر سنی تو اپنے دل ہی دل میں غور و تامل کرنے لگے - اس وقت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ مَنِ اتَّبَعَنِیْ فَهُوَ مُؤْمِنٌ کا تھا - ڈیڑھ سال کے بعد جب مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمد آباد سے کوچ فرمایا - ان بزرگوں نے اپنے دل میں یہ فیصلہ کرکے کہ حضرت ہی مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں احمد آباد سے سفر کیا اور چند روز کے بعد آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کرامت بیعت حاصل کی -

جواب الجواب - اس جواب سے ظاہر ہے کہ پہلی قسم کا ساکت زمانۂ ولایت میں نہیں تھا - اور دوسری قسم کا زمانۂ نبوت میں نہیں تھا - اور دونوں قسم کے ساکتوں کے پیچھے دونوں زمانوں میں جمعہ اور عید کی نماز نہیں پڑہی گئی کیونکہ اسمیں یہ ذکر ہی نہیں ہے - اور گروہ مقدسہ کی کتابوں سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے احمد آباد میں اپنے ڈیڑھ سالہ قیام کے زمانہ میں ایک وقت بھی یہ نماز نہیں پڑھی بلکہ پٹن اور قندہار و فرہ کے سوائے اور کسی مقام پر بھی آپ کا جامع مسجد میں جانا مذکورہ کتابوں سے ثابت نہیں ہے - اور حالت جذبہ کا تو پوچھنا ہی کیا ہے - وہ تو یقینی بات ہے کہ اس بارہ سال میں آپ نے بجز نماز پنجگانہ کے اور کوئی نماز نہیں پڑہی -

جواب - غرض ساکت سے وہی شخص مراد ہے جو انکار نکرے اور داعی کے احوال میں غور کرے - اکثر ساکتین کو بھی عذر رہا ہے کہ آن کو غور و تامل کی مہلت ملے -

جواب الجواب - مگر زمانۂ ولایت میں داعی سے ملکر مہلت طلب کرنے والا ساکت ایک بھی نہیں بتلایا گیا

جواب - مخفی نرہے کہ اس زمانہ میں ساکت کا وجود نہیں ہے بلکہ دو ہی فریق ہیں - ایک منکر دوسرا مصدق

کیونکہ اس قدر زمانہ کے امتداد اور تصنیف کتب ثبوت اور جدال و قتال کے بعد ساکت کے وجود کا تحقق نہیں ہو سکتا

جواب الجواب - یہ تقسیم نویں ۹ سوال کے جواب میں لکھی ہوئی تقسیم اور حضرت عبد الملک عالم باللہ رح کے قول - نَحْنُ الْآنَ نُصَلِّی الْجُمُعَةَ خَلْفَ مَنْ لَمْ یُظْهِرْ اِنْکَارَہٗ - کے خلاف ہے جسکو مولانا نے میرے تیسرے سوال کے جواب کی تیسری و چوتھی شق میں استدلالاً نقل فرمایا ہے - تفصیل ضمیمہ میں ملاحظہ ہو -

مولانا کے اس جواب کا ماحصل یہ ہے کہ سیدنا و امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساکت کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی - اور ساکت کوئی چیز نہیں ہے -

بارہواں ۱۲ سوال

ساکت - منکر - اور معاند تینوں کافر ہیں یا نہیں ؟

جواب - جب ساکت کا انکار ظاہر نہیں ہے تو اسپر کوئی حکم نہیں ہو سکتا - مگر اس زمانہ میں وجود ساکت نہیں ہے - اور معاند کی اس وجہ سے تکفیر کیجاتی ہے کہ مجئ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام احادیث متواترۃ المعنے سے ثابت ہے - اور اصول فقہ و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ حدیث متواتر کا انکار کفر ہے تو مہدیت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منکر بھی کافر ہے - اور نیز اس وجہ سے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ دعویٰ قطعی کیا ہے کہ میرے دعوئے مہدیت کا منکر کافر ہے - اور جب انکار مہدیت کفر ہے تو وہ انکار جو عناد کے ساتھ ہوگا وہ کفر شدید ہوگا - غرض معاند کا انکار منکر کے انکار سے زیادہ سخت ہے کیونکہ معاند انکار کے علاوہ داعی الی اللہ سے ذاتی عداوت بھی رکھتا ہے مثلاً ابو جہل و ابولہب وغیرہ

جواب الجواب - آخر مولانا کی متضاد اور پر پیچ تحریرات سے بھی ثابت ہو ہی گیا کہ مذکورہ عالم علامات کے بعد سے آجتک سامعین کے دو ہی فریق ہیں منکر و مصدق اور منکر دو قسم کے ہیں - ایک ۱ داعی الی اللہ سے عداوت رکھنے والا اور دوسرا ۲ نہ رکھنے والا - پہلا معاند ہے اور دوسرا غیر معاند جسکو ساکت بھی کہتے ہیں تو ساکت دراصل کوئی علیحدہ فریق نہوا - وَھُوَ الْمَطْلُوْبُ یعنے یہی ثابت کرنا تھا -

تیرہواں ۱۳ سوال

علامہ بندگی عبد الملک سجاوندی صاحب رح جو شیخ مبارک ناگوری کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَنُصَلِّی الظُّهْرَ لِئَلَّا یَقُوْلَ النَّاسُ اِنَّهُمْ تَرَكُوْا شِعَارَ الْاِسْلَامِ وَعُلَمَاءُ بِلَادِنَا اَفْتَوْا بِفَوَاتِ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ مُنْذُ مِائَتَیْ سَنَةٍ

صحیح ہے یا نہیں؟ اور اسکے معنے کیا ہوتے ہیں؟

جواب - میاں عالم باللہ رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ یہ میاں لاڑ شہ کی روایت ہے۔ یہ قول منہاج التقویم کا ہے۔ اس روایت کا حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کے دن مسجد جامع کو جاتے تھے اور جمعہ ترک کرتے اور ظہر کی نماز پڑھتے تھے اس خیال سے کہ لوگ کہیں یہ نہ کہنے لگیں کہ انہوں نے شعار اسلام کو چھوڑ دیا ہے اور ہمارے شہروں کے علماء نے یہ فتوے دیا ہے کہ جمعہ کی شرطیں دو سو برس سے مفقود ہیں۔ اس روایت سے کئی امور نکلتے ہیں۔

پہلا یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مسجد جامع کو جانا اور جمعہ کی نماز ترک کرنا اور ظہر پڑھنا۔

دوسرا یہ ہے کہ مسجد جامع کے جانے کو شعار اسلام ٹھیرانا اور نماز جمعہ کو شعار اسلام نہ ٹھیرانا۔

تیسرا یہ ہے کہ اس ڈر سے مسجد جامع کو جانا کہ کہیں لوگ تارک شعار اسلام نہ کہیں۔ اور اس امر سے نہ ڈرنا کہ تارک جمعہ کو تارک شعار اسلام کہیں گے۔

چوتھا امر یہ ہے کہ میاں عالم باللہ کے شہروں کے علما کا یہ فتوے دینا کہ دو سو برس سے جمعہ کی شرطیں فوت ہو گئی ہیں۔

غرض اس روایت کا حاصل یہی ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ نہیں ادا کی۔ مگر علامہ عبدالملک رحمہ اللہ اس روایت کے ہوتے ہوئے یہ کہتے ہیں وَنَحْنُ الْآنَ نُصَلِّي الْجُمُعَةَ خَلْفَ مَنْ لَمْ يَظْهَرْ إِنْكَارُهُ اس کا یہ معنے ہے کہ اب بھی ہم جمعہ کی نماز اس شخص کے پیچھے پڑھتے ہیں جس کا انکار ظاہر نہیں ہوا ہے حیرت اس بات کی ہے کہ حضرت میاں لاڑ شہ رضؓ کی روایت کو خود نقل کر کے اس کے برخلاف یہ کہتے ہیں کہ ہم اب بھی ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ میاں لاڑ شہ رضی اللہ عنہ کی روایت میاں عالم باللہ رحمہ اللہ کے پاس صحیح نہیں ہے اس کے باوجود بھی ہم اس روایت میں بحث کرتے ہیں۔

جواب الجواب - یہ کوئی حیرت کا مقام نہیں ہے اس لئے منہاج التقویم میں حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت علامہ ممدوح رحمہ اللہ کے قول کے بعد ہے اس طرح کہ "وَنَحْنُ الْآنَ نُصَلِّي الْجُمُعَةَ خَلْفَ مَنْ لَمْ يَظْهَرْ إِنْكَارُهُ - وَمَعَ ذٰلِكَ قَالَ الْمَهْدِيُّ نَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَنُصَلِّي الظُّهْرَ" الخ اور قول مذکور کے معنے میں لفظ (بھی) زائد ہے۔ چنانچہ اول بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ اس کے صحیح معنے یہ ہیں کہ ہم اب ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔ اور اس کے بعد لکھتے ہیں کہ باوجود اس کے مہدیؑ کا تو قول ہے کہ "ہم جمعہ کی طرف جاتے ہیں اور جمعہ نہیں پڑھتے ظہر پڑھتے ہیں"

جس سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ جو کام حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ کرتے تھے وہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

لئے نہیں کیا۔ یعنے حضرت علامہ موصوف رحمہ اللہ ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے تھے مگر حضرت امام ہمام سیدنا مہدی
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو ساکت کے پیچھے بھی نماز مذکور نہیں پڑھی۔

الحاصل حضرت علامہ سجاوندی رحمہ اللہ کا مذکور قول اس بات پر نص ہے کہ ساکت کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنا
ان کے وقت میں جاری ہوا ہے۔ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یہ بات نہیں تھی۔
اور حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان جو اس کے بعد حضرت بندگی میاں لاڑ شہ مہاجر صحابی
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے وہ اس بات پر نص ہے کہ آپ نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی لہٰذا حضرت عین الملک سجاوندی
رحمہ اللہ کا مذکور قول بجائے اسکے کہ روایت مذکورہ کی صحت کی نفی کرے اور اسکی تائید کر رہا ہے۔

جواب۔ پہلا امر اس وجہ سے قابل بحث ہے کہ بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے محضرہ میں جسکی
صحت پر بہت سے اصحاب کرام مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستخط ہیں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ میاں لاڑ شہ رضی
می گویند کہ مہدی علیہ السلام بدنبال مخالف نماز گزاردہ اند۔ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ لا نسلمہ میراں
علیہ السلام از وقتیکہ دعوے مہدیت کردہ اند بدنبال ہیچ مخالف نماز نکردہ اند۔ یعنے ہم میاں لاڑ شہ رضی اللہ عنہ کے
قول کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعوت مہدیت کے وقت سے (اخیر تک) کسی
مخالف کے پیچھے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ پھر شاہ دلاور فرماتے ہیں کہ میاں مذکور میگویند کہ بادشاہ مخالف و قاضی مخالف و علما
مخالف در انجا میراں رفتہ نماز جمعہ ادا کردہ اند۔ میاں لاڑ شہ رضی اللہ عنہ کے اس قول کا خلاصہ یہ ہے کہ مہدی موعود
علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالف کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی ہے۔ اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ میاں لاڑ شہ رضی اللہ
عنہ کا یہ قول تھا کہ نماز جمعہ کو مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخالف کے پیچھے ادا کرتے تھے۔

جواب الجواب۔ یہ اشارہ ہے روایت قندہار کی طرف جس سے سیدنا امام علیہ السلام کا جبراً و قہراً
نماز جمعہ پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ مگر اس سے حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کیا الزام آسکتا ہے۔ یہ تو
ایک عام روایت ہے جو سوانح اور گروہ کی دیگر کتابوں میں مذکور ہے۔ چنانچہ مولانا نے بھی میرے چوتھے سوال کے جواب
میں یہ روایت لکھی ہے جسمیں حضرت لاڑ شہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام تک نہیں ہے۔

جواب۔ اب منہاج التقویم کی روایت ہے جسکو میاں عالم باللہ نے ذکر کیا ہے کہ "مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام مسجد کو جاتے اور جمعہ کی نماز ترک کرتے اور ظہر ادا کرتے" بالکل متعارض ہے۔ اب ہم بغیر اس بات کے کہنے کے
نہیں رہ سکتے کہ جب دو روایتیں متعارض ہوتی ہیں تو ساقط ہو جاتی ہیں۔ اس صورت میں روایت منہاج سے کسی
طرح کا استدلال درست نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ جو بات کہ قندہار کی روایت سے اور کتب معتبرہ سے ثابت ہوتی ہے اور جیسے حضرت

لاڑشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قول قرار دیا گیا ہے وہ دراصل روایت منہاج سے متعارض نہیں ہے بلکہ حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ تعالی عنہ کے قول سے متعارض ہے۔ یعنے یہ بات کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ مخالف کے پیچھے پڑھی ہے اور یہ قول کہ مخالف کے پیچھے نہیں پڑھی بلکہ ساکت و موافق کے پیچھے پڑھی ہے۔ دونوں آپسمیں متعارض ہیں تو حسب ضابطۂ اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا یہ دونوں روایتیں ساقط ہوجائیگی اور منہاج التقویم کی روایت معارضہ سے سالم رہیگی۔ اور مذکورۂ ذیل امور اس کے مؤید ہونگے۔

(۱) قول حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ "وَ نَحْنُ اَلْآنَ نُصَلِّیْ الْجُمُعَۃَ خَلْفَ مَنْ لَمْ یُظْهِرْ اِنْکَارَہٗ" [۱]

(۲) روایت عقیدۂ شریفہ "بدنبال منکران مہدی نماز نگزارید" الخ

(۳) وہ روایتیں جن سے نماز جمعہ کا نفل ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۴) مسئلہ تسویت۔ [۲]

(۵) وہ محضرہ جو حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالے عنہ کے حضور میں ہر جمعہ کو ہوا کرتا تھا اور جس میں بائیس سو صحابہ و مہاجرین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی شرکت ہوتی تھی وغیرہ

جواب - میاں لاڑشہ رضی اللہ کے اِس قول کا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مخالف کے پیچھے نماز جمعہ پڑھی ہے شاہ دلاور رضی اللہ عنہ نے اِس کی تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ بادشاہ و قاضی کی مخالفت اس امر کی مستلزم نہیں ہے کہ خطیب جمعہ بھی مخالف ہو۔

جواب الجواب - تو پھر انکی مخالفت اِس بات کی بھی مستلزم کب ہے کہ خطیب جمعہ ساکت یا موافق ہو بلکہ قرین قیاس یہی ہے کہ جہاں بادشاہ۔ قاضی۔ علماء وغیرہ سب مخالف ہوں وہاں ضرور ہے کہ خطیب بھی مخالف ہی ہو۔ روایت کے الفاظ سے اور نیز خطیب کے حضرت امام عالیمقام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں امامت کرنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

جواب - میاں لاڑشہ نہروالہ سے فراہ (مبارک) تک مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نہیں تھے

جواب الجواب - یہ فقرہ اِس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ مذکور قول حضرت بندگی میاں شاہ لاڑشہ رضی اللہ تعالی عنہ کا نہیں ہے۔ کیونکہ جب وہ فرہ مبارک تک ساتھ نہیں رہے تو انہیں کیا معلوم کہ اس سفر میں کیا کیا ہوا اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت بندگی میاں لاڑشہ اپنی طرف سے بنا کر ایسی بات کہدیں باوجود اس کے

[۱] یہ قول یوں مؤید ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنا حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ کے وقت سے جاری ہوا ہے سیدنا مہدی موعودؑ اور صحابہؓ کے زمانے میں یہ بات نہیں تھی ۱۲ امیر الدین عفی عنہ

[۲] یہ اسواسطے مؤید ہے کہ فرطیس موجود ہونے کی حالت میں جمعہ پڑھنے سے اور نیز اس میں مدعی کی اقتدا کرنے سے بھی سیدنا مہدیؑ آنحضرت صلعم کے برابر نہیں ہو سکتے ۱۲ امیر الدین غفرلہ

فقرۂ مذکورہ جنابؓ مولوی سید ولی صاحب کے بیان کے بھی مخالف ہے اس لئے کہ انہوں نے حضرت ممدوح کو مہاجرینؓ میں شمار کیا ہے۔ سوانح مہدی موعود حصّہ اول باب دوم صفحہ ۹۵ ذکر ازواج و اولاد۔

جواب ۔ میراں علیہ السلام ہر جاکہ نماز جمعہ گزاردہ اند خطیبان آنجا ساکت بودند بلکہ در بعضے جا موافق ہم بودند چنانچہ در کاہہ و ٹھٹھہ قاضی ثادن موافق بود۔

جواب الجواب ۔ کاہہ اور ٹھٹھہ میں حضرت میراں علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قریباً ڈیڑھ سال قیام رہا ہے مگر اس مدت میں آپ نے ایک وقت بھی جمعہ ادا نہیں فرمایا (از سوانح مہدی موعود تالیف جناب سید ولی صاحب سکندرآبادی) اور ساکت کی کوئی ایک مثال پیش کرنی چاہیے۔

جواب ۔ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطیبان ساکت یا موافق کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی ہے نہ کہ منکر کے پیچھے۔ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے اسی قول پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور اپنے اپنے دستخط کئے جن کا ذکر پندرہویں سوال کے جواب میں آئیگا۔

جواب الجواب ۔ اگر واقعی صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکور قول پر ہی ہوا ہے تو وہ تمام لوگ جو روایت قندہار کے مضمون کو صحیح ماننے والے ہیں سب کے سب اتفاق مذکور سے خارج ہونگے۔ مگر ایسا نہیں ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق تکفیر منکر کے مسئلہ پر ہوا ہے۔ شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکور قول پر نہیں تفصیل در ضمیمہ۔

جواب ۔ دوسرا امر اس وجہ سے قابل بحث ہے کہ شعار اسلام وہ امور ہیں جن سے وجود اسلام پر دلالت ہو مثلاً نماز ۔ روزہ ۔ حج ۔ زکوٰۃ وغیرہ ۔ ان امور کے ادا کرنے سے شعار اسلام ظاہر ہوگا۔ پس مسجد جامع کو جانا اور نماز جمعہ ترک کرنا شعار اسلام نہیں۔

جواب الجواب ۔ مولانا کے بیان سے ظاہر ہے کہ مطلق نماز کا ادا کرنا شعار اسلام ہے۔ پس سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے مقام پر ظہر باجماعت ادا فرما کر جامع مسجد میں تشریف لیجانا اور مسلمانوں کے مجمع میں شریک ہونا شعار اسلام کے خلاف نہوگا۔

جواب ۔ اور نماز جمعہ کے ترک پر ہی اقتصار نکرنا بلکہ نماز ظہر بھی مسجد جامع میں ادا کرنا خلاف شعار اسلام ہوگا

جواب الجواب ۔ اگرچہ نماز ظہر کا جامع مسجد میں بھی ادا کرنا شعار اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ اُس شخص کو جو ایسے وقت جامع مسجد میں پہنچے کہ نماز ہو چکی ہو جائز ہے کہ ظہر وہیں پڑھ لے ۔ مگر روایت سے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ظہر کو جامع مسجد میں ادا فرمانا ظاہر نہیں ہے بلکہ قرائن سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ اپنے مقام پر ظہر باجماعت ادا فرمائے بعد جامع مسجد کو جاتے تھے۔ منجملہ ان کے ایک[1] یہ ہے کہ جن روایتوں سے آپ کا

جامع مسجد جانا ثابت ہوتا ہے اُن سے پایا جاتا ہے کہ باستثنا قندھار آپکی جماعت آپکے ساتھ نہیں ہوتی تھی۔ اِس صورت میں آپ کا فرض ظہر بلا جماعت پڑھنا لازم آتا ہے۔ اور ترک جماعت شعار اسلام کے خلاف ہے۔
(۲) دوسرا اگر آپ کا مع الجماعت تشریف لیجانا بھی تسلیم کیا جائے تو آپکے مقصود بالذات یعنے تبلیغ کے فوت ہوجانے کا اندیشہ ہے اسلئے کہ جامع مسجد میں آپ کو نماز جمعہ سے پہلے تو جماعت ظہر کرنے کا موقع مل ہی نہیں سکتا۔ ملیگا تو بعد ہی میں ملیگا۔ اِس صورت میں آپ کے فارغ ہونے تک مجمع منتشر ہو جائے گا اور آپ کا وہاں جانا بیکار ثابت ہوگا۔
(۳) تیسرا آپ کا اور آپکے ساتھیوں کا جماعت جمعہ میں شریک نہونا اور بیٹھے رہنا بظاہر لوگوں کی تنفیر یعنے نفرت کرنے کا موجب ہوگا جسکی طرف لِئَلَّا یَقُوْلَ النَّاسُ اِنَّهُمْ تَرَكُوْا شِعَارَ الْاِسْلَامِ اشارہ کر رہا ہے یعنے ہم ظہر با جماعت ادا کرکے جامع مسجد میں اسلئے جاتے ہیں کہ بظاہر لوگ جماعت جمعہ کے ترک کرنے کے باعث ہم سے متنفر نہوں

جواب۔ یہ فعل خصوصاً ایسی مبارک ذات اور ایسے معصوم مقدس سے جو ہر امر میں تابع تام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و خلیفۃ اللہ و خاتم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کس طرح صادر ہوگا حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہوا کہ آپ نے مسجد جامع میں نماز جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھی ہے بلکہ اِس کے برخلاف یہ روایت موجود ہے کہ آپ نے مساجد جامع میں نماز جمعہ پڑھی ہے چنانچہ محضرہ مذکورہ سے یہ امر صاف ظاہر ہے۔ غرض یہ روایت اِس وجہ سے کہ خود غریب ہے اور خود میاں لاڑشہ رضی اللہ سے اِس کے برخلاف روایت موجود ہے اور نیز محضرہ قطعیہ مذکورہ کے مخالف ہے قابل استدلال نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ قَدْ مَرَّ مِرَارًا یعنے اس کا جواب کئی بار گزر چکا ہے۔

جواب۔ تیسرا امر بھی زیر بحث ہے۔ کیونکہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو داعی الی اللہ ہیں اور آپ کی دعوت مہدیت محض اللہ جل شانہ کے حکم اور محض توکل پر مبنی ہے چنانچہ آپ نے قندھار کی مسجد جامع میں ایک صحابی کے معروضہ کے جواب میں فرمایا ہے کہ بندہ کی دعوت اور اسکی تبلیغ اللہ جل شانہ کے حکم اور اس کی تائید پر موقوف ہے یہ بات کسی طرح باور کرنے کے قابل ہوگی کہ آپ خاص اس خوف سے مسجد جامع کو جاتے تھے کہ لوگ کہیں یہ نہ کہدیں کہ آپ تارک شعار اسلام ہیں۔ اِس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بعض کام لوگوں کے ڈر سے یا نفاق سے بھی کرتے تھے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا

جواب الجواب۔ اگر سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لوگوں کا ڈر ہوتا اور خدا پر توکل نہوتا تو جامع مسجد میں جاکر مجمع عام میں کبھی تبلیغ نفرماتے۔ لِئَلَّا یَقُوْلَ النَّاسُ اِنَّهُمْ تَرَكُوْا شِعَارَ الْاِسْلَامِ سے یہ مطلب لینا اور ایسا ثابت کرنا کہ سیدنا امام علیہ الصلوٰۃ والسلام لوگوں کے ڈر یا نفاق کی وجہ سے جامع مسجد میں جایا کرتے تھے مولانا کی شان سے قابل تعجب ہے۔ اِس کا تو صاف اور صریح مطلب یہی ہے کہ لوگوں میں نفرت

پیدا نہو کیونکہ جب نفرت پیدا ہو جائیگی تو لوگ آپ کا بیان نہیں سنینگے۔ پھر آپکی تبلیغ میں حرج ہوگا۔ اور جو باتیں تبلیغ میں حارج ہوں اُن کا خیال رکھنا داعی الی اللہ کے لئے ایک حد تک ضروری ہے اور یہ عین حکمت ہے۔ نہ ڈر اور نفاق۔ اور کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے مطابق ہے نہ مخالف۔ خدا یتعالےٰ فرماتا ہے کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ اے محمد! تم دعوت الی اللہ میں حکمت اور اچھی خیر خواہی سے کام لو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم نے بھی ارشاد الٰہی کے موجب ایسی باتوں کا بہت خیال رکھا ہے جسکی تفصیل میں طوالت ہے۔ اور تالیف قلوب کا مسئلہ تو مشہور ومعروف ہے۔ اور یہ آیت = وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ وَتَخْشَی النَّاسَ اس باب میں بالکل صریح اور نص ہے جس کے معنے یہ ہیں کہ (اے محمدؐ) جس چیز کو خدا ظاہر کرنا چاہتا ہے اُسے تم اپنے دل میں چھپاتے تھے اور لوگوں سے ڈرتے تھے ۱۲ سورۃ الاحزاب (۳۳) پارہ ۲۲ وَمَنْ یَّقْنُتْ۔ (۲۲) ع۲۔

الغرض تابع تام کا فرض ہے کہ جو کام اس کے متبوع سے ثابت ہو وہ ضرور کرے۔ پس سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمعہ کے روز بطریق مذکور مسجد جامع میں جانا حکمت اور کتاب وسنت کی تبعیت پر مبنی ہوگا نہ ڈر اور نفاق پر۔

جواب۔ حاصل یہ ہے کہ چونکہ یہ روایت شان مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے اسلئے لائق استدلال نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ تقریر بالا سے ظاہر ہے کہ اس میں بالکل مخالفت نہیں ہے لہذا ضرور قابل استدلال ہے۔

جواب۔ چوتھا امر بھی کئی وجہ سے زیر بحث ہے۔ اول یہ ہے کہ جو کچھ شرائط فقہا نے ذکر کئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شروط صحت صلوٰۃ جمعہ کے لئے نہیں ہیں۔ اور اگر یہ شروط صحت صلوٰۃ جمعہ کے لئے ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اُن کا بیان واجب ہوتا کیونکہ جب تک کسی عبادت مفروضہ کے شرائط ذکر نہ کئے جائیں تو اُس عبادت کا ادا کرنا محال ہو جاتا ہے۔

جواب الجواب۔ یہ مولانا کی طرف سے اس بات کا اقرار ہے کہ نماز جمعہ مشروط ہے۔ اور بغیر شرائط کے اس کا ادا کرنا محال ہے کیونکہ یہ بھی ایک مفروضہ عبادت ہے۔ اب رہا یہ کہ اسکے لئے کیا شرائط ہیں سو آیت جمعہ میں غور کرنے اور حدیث وفقہ کی کتابیں دیکھنے سے معلوم ہو سکتا ہے اور ضمیمہ میں بندے نے بھی مع دلائل تفصیل سے لکھی ہیں۔

جواب۔ چنانچہ امام الفقہا ابو الولید ابن رشد رحمہ اللہ نے بدایۃ المجتہد میں بیان کیا ہے وَلِقَائِلٍ اَنْ یَّقُوْلَ اِنَّ ھٰذِہٖ لَوْ کَانَتْ شُرُوْطًا فِیْ صِحَّۃِ الصَّلٰوۃِ لَمَا جَازَ اَنْ یَّسْکُتَ عَنْھَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَلَا اَنْ تَتْرُکَ بَیَانَھَا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ۔ وَلِقَوْلِہٖ تَعَالٰی لِتُبَیِّنَ لَھُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ۔ یعنے اگر فقہا کی شرائط نماز جمعہ کی صحت کے لئے ہوتیں تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ان شرائط

کے بیان سے سکوت جائز نہوتا اور نہ ان کے بیان کا ترک جائز ہوتا کیونکہ اللہ جل شانہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے کہ تم پر جو چیز اُتری ہے اسکو لوگوں کے لئے بیان کرو اور نیز فرمایا ہے اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم اس چیز کو بیان کرو جس میں لوگوں کو اختلاف ہوتا ہے۔

جواب الجواب - عربی عبارت میں اور اس کے معنے میں بہت فرق ہے۔

(۱) عربی عبارت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ جن شرائط کا اس میں ذکر ہے وہ نماز جمعہ کی صحت کے لئے ہیں یا کسی اور نماز کی۔

(۲) اس سے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا کہ وہ شرائط کیا ہیں۔

(۳) یہ کہ وہ کتنی ہیں۔

(۴) یہ کہ وہ کس کی بیان کی ہوئی ہیں فقہا کی یا کسی اور کی۔ تو جب تک اسمیں یہ صراحت نہو تب تک اس کے ایسے معنی کرنا کیونکر صحیح ہوگا کہ "اگر فقہا کی شرائط نماز جمعہ کی صحت کے لئے ہوتیں" الخ اور یہاں اس سے استدلال بھی کس طرح جائز ہوگا۔ غرض عبارت مذکورہ اور اس کے معنے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ ان میں تصرف کیا گیا ہے جیسا کہ منہاج التقویم کی روایت میں اور اس کے معنے میں کیا گیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) سائل منہاج التقویم کی روایت کے معنے پوچھتا ہے اور جواب میں لکھا گیا ہے اس کا حاصل۔

(۲) روایت میں خلیفۃ اللہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مذکور ہے اور جواب میں بتایا گیا ہے کہ یہ قول منہاج التقویم کا ہے۔ اور اسی کو نبھانے کیواسطے "قَالَ الْمَهْدِيُّ" جو روایت میں موجود ہے نظرانداز کردیا گیا ہے۔

(۳) روایت میں دو سو برس سے جمعہ کی شرطیں فوت ہونے کے متعلق حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہروں کے عالموں کا فتویٰ دینا مذکور ہے اور جواب کے چوتھے امر میں میاں عالم باللہ کے شہروں کے علما کا۔ اور اسکی بھی وجہ وہی ہے جو دوسرے نمبر میں بیان کیگئی ہے۔ یعنے روایت کو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول نہیں ماننا اور منہاج التقویم کا یعنے میاں عالم باللہ رحمہ اللہ کا ماننا۔

(۴) لِئَلَّا يَقُوْلَ النَّاسُ اِنَّهُمْ تَرَكُوْا شَعَائِرَ الْاِسْلَامِ سے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لوگوں سے ڈرنا ثابت نہیں ہوتا اور جواب کے تیسرے امر میں لکھا گیا ہے کہ آپ ڈر اور نفاق کی وجہ سے جامع مسجد میں جایا کرتے تھے۔

(۵) روایت سے ظاہر نہیں ہوتا کہ آپ نماز ظہر جامع مسجد میں پڑھتے تھے اور جواب کے دوسرے امر میں بتلایا گیا ہے کہ آپ جامع مسجد ہی میں نماز مذکور ادا فرماتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ جن شرائط کا ذکر بدایۃ المجتہد کی عربی عبارت میں ہے وہ اگر مولانا کی حسب تحریر نماز جمعہ کی صحت کے لئے ہی مانی جائیں تو مندرجہ ذیل قباحتیں لازم آئینگی۔

(۱) یہ کہ جناب نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ ارشاد الٰہی کی نافرمانی کی یعنے جو چیز آپ پر اُتری تھی اُسے آپنے لوگوں کے لئے بیان نہ فرمایا۔ اور ساکت رہے۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفر اللہ ناجائز کام کیا کہ جن چیزوں میں لوگوں کو اختلاف ہے اور جو واجب البیان تھیں اُن کا بیان ترک کر دیا۔

(۳) اِس وقت جو لوگ نماز جمعہ کو مفروضہ عبادت جانکر بلا شرط ادا کر رہے ہیں وہ امر محال کے مرتکب ہیں۔ یعنے جو کام نہیں ہونا چاہیئے وہ کر رہے ہیں۔

جواب ۔ اِس سے اور دیگر اقوال فقہا سے ظاہر ہے کہ شرائط جمعہ اجتہادی ہیں۔

جواب الجواب ۔ اس کا تو حال معلوم ہو گیا مگر دیگر اقوال فقہا کی کیفیت جب تک کہ وہ بیان نکئے جائیں تب تک کیسے معلوم ہو سکتی ہے

جواب ۔ یہ مسلم امر ہے کہ قیاس قطعی کے سوا جو احکام اجتہادی ہیں سب ظنی ہیں۔ ان میں صواب و خطا کا احتمال ہے۔

جواب الجواب ۔ شرائط جمعہ کے اصول اور ماخذ ذکر کئے بغیر انہیں اجتہادی اور ظنی کہنا تحکّم ہے۔ یعنے بے دلیل ہے۔

جواب ۔ اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کسی مجتہد کے متبع نہیں ہیں چنانچہ عقیدۂ شریفہ میں مروی ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ماہیچ مذہب مقید نہ ایم ۔ یعنے ہم کسی مذہب کے مقید نہیں ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ مجتہدین و فقہا معصوم نہیں ہیں پھر آپ جو خلیفۃ اللہ اور خاتم دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اُن کے مذہب کے مقید کس طرح ہونگے اور کس طرح ان کے متبع ہونگے ۔ حاصل یہ ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے شروط ظنیۂ مجتہدین کی اتباع جائز نہیں ہے عام ازیں کہ وہ شرائط موجود ہوں یا فوت ہوں۔

جواب الجواب ۔ اِس جگہ بندے نے ضمیمہ میں مفصل بحث کی ہے لہذا یہاں اس قدر عرض کر دینا کافی ہوگا کہ شرائط جمعہ کے ماننے سے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجتہدین و فقہا کے تابع ہو جانا لازم نہیں آتا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ مجتہدین و فقہا کا قول کتاب و سنت اور اجماع سے مستنبط ہوگا اور امام آخر الزماں علیہ التحیۃ والرضوان کا فرمان بلا واسطہ خدا تعالیٰ کی تعلیم اور اس کے حکم سے ہوگا تو در حقیقت آپ خدا کے حکم کے تابع ہونگے

نہ کہ مجتہدین اور فقہا کے۔ ہاں فقہا کا قول آپ کے فرمان کے مطابق ہو جانے سے اور بھی قوی اور مستند ضرور ہو جائیگا۔

جواب ۔ بلکہ آپ اسی طرح نماز جمعہ پڑھتے تھے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ ادا فرماتے تھے کیونکہ آپ خلیفۃ اللہ اور تابع تام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ پس آپ کا قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول و فعل کے مخالف نہیں ہو سکتا۔

جواب الجواب ۔ یہ اس بات کا اقبال ہے کہ خلیفۃ اللہ اور تابع تام نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز جمعہ کو مشروط مانا ہے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے مشروط مانا ہے۔ اور آپ نے بحالت سفر میں یہ نماز نہیں پڑھی ہے جس طرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم نے نہیں پڑھی ہے ورنہ ثابت ہو جائیگا کہ آپ کا قول و فعل رسول اللہ صلعم کے قول و فعل کے مخالف ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بیان شرائط در ضمیمہ۔

جواب ۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ فقہا نے جو کچھ شرائط جمعہ بیان کئے ہیں سب امور ممکنہ ہیں۔ اگر امور ممکنہ کسی زمانہ میں نہ پائے جائیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امور ممتنعہ ہو جائیں کیونکہ اگر ایسا ہوگا تو امکان ذاتی کا انقلاب امتناع ذاتی کی طرف لازم آئیگا اور یہ باطل ہے کیونکہ شئے ممکن ذاتی ہمیشہ ممکن ہی رہتی ہے اور شئے ممتنع ذاتی ہمیشہ ممتنع ہوتی ہے۔

جواب الجواب ۔ گو یہ تو ضروری ہی لازم آئیگا کہ جس زمانے میں شرطیں نہ پائی جائیں اس زمانے میں مشروط بھی نہ پایا جائے۔ کیونکہ اگر ایسا نہ ہوگا تو مشروط کا غیر مشروط ہونا لازم آئیگا اور یہ باطل ہے۔ اسلئے کہ مشروط ہمیشہ مشروط ہی رہتا ہے اور غیر مشروط ہمیشہ غیر مشروط ہوتا ہے۔ یعنے وہ ہمیشہ اپنی شرطوں کے ساتھ ہی پایا جاتا ہے اور یہ ہمیشہ بغیر شرطوں کے۔

جواب ۔ جب یہ بات معلوم ہوگئی تو اب ہم یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر بالفرض شرائط جمعہ کسی زمانہ میں موجود نہوں تو ممکن نہیں کہ وہ ہر زمانہ میں غیر موجود رہیں بلکہ ممکن ہے کہ وہ دوسرے زمانہ میں موجود ہو جائیں۔

جواب الجواب ۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دوسرے زمانہ میں بھی موجود نہوں۔ کیونکہ ممکن کا عدم و وجود مساوی ہوا کرتا ہے یعنے جیسا اس کا ہونا ضروری نہیں ہے ویسا ہی نہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ پس جب شرائط جمعہ امور ممکنہ سے ہیں تو انکا بھی یہی حال ہوگا یعنے جسطرح ان کا ہر زمانے میں موجود ہونا ضروری نہیں ہے اسی طرح ہر زمانے میں غیر موجود ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ ہمیشہ موجود ہوں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہمیشہ موجود نہوں۔ اس بنا پر یہ بات قابل تسلیم ہوگی کہ اگر جمعہ کی شرطیں کسی زمانے میں نہ پائی جائیں تو یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوسرے زمانے میں ضرور ہی پائی جائیں بلکہ ممکن ہے کہ اس دوسرے زمانے میں بھی نہ پائے جائیں ورنہ ممکن ممکن نہیں رہیگا۔

جواب - اس بنا پر یہ بات کہ ہمارے شہر کے علما نے دو سو برس سے جمعہ کی شرطوں کے فوت ہوجانے کا فتویٰ دیا ہے قابل بحث ہے۔

جواب الجواب - جو بات کہ ممکن ہو اور خلیفۃ اللہ کے قول سے ثابت ہو اُس پر بیجا بحث کر کے اپنا اور دوسرے کا وقت خراب کرنا عالموں کا کام نہیں ہے۔

جواب - اسکی وجہ یہ ہے کہ اگر اس سے یہ مقصود ہے کہ جو چیز فوت ہو گئی ہے وہ موجود نہیں ہوتی تو یہ باطل ہے کیونکہ امر ممکن کبھی مفقود ہوتا ہے اور کبھی موجود۔

جواب الجواب - اس سے کس کو انکار ہے مگر یہ بھی تو فرمائیگا کہ جیسا وہ کبھی مفقود ہوتا ہے اور کبھی موجود ویسا ہمیشہ مفقود اور ہمیشہ موجود بھی تو رہ سکتا ہے۔

جواب - اور اگر یہ مقصود ہے کہ شرائط جمعہ کے فوت ہونیسے نماز جمعہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے تو یہ بھی باطل ہے

جواب الجواب - یہ باطل نہیں ہے بلکہ ایسے وقت میں نماز جمعہ پڑھنا باطل ہے - کیونکہ اگر فقدان شرائط کے وقت نماز جمعہ پڑھی جائیگی تو وہ مشروط نہیں رہیگی بلکہ غیر مشروط ہو جائیگی - اور مشروط کا غیر مشروط ہونا ایسا ہی باطل ہے جیساکہ سورج کے نکلے بغیر دن کا موجود ہونا اور امکان ذاتی کا انقلاب امتناع ذاتی کی طرف اور ممکن کا ممتنع ہونا باطل ہے جسے مولانا ابھی قبول فرما چکے ہیں۔

جواب - کیونکہ شرائط جمعہ میں جو حنفیہ کے پاس اہم ہیں دو شرطیں ہیں - ان میں سے ایک شرط عدالت اور تنفیذ احکام کی ہے اور دوسری مصر -

جواب الجواب - شروط کے بیان میں دیانت سے کام نہیں لیا گیا پہلی شرط جو عدالت اور تنفیذ احکام کی بتلائی گئی ہے وہ حنفیوں کے نزدیک ہرگز شرط نہیں ہے بلکہ مطلق سلطان کا ہونا شرط ہے خواہ عادل ہو یا ظالم - اور تنفیذ احکام بھی کرتا ہو یا نکرتا ہو -

جواب - پہلی شرط کے مفقود ہونے پر بھی صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رضوان اللہ علیہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ نے نماز جمعہ پڑھی ہے - چنانچہ جمہور صحابہ و تابعین یزید شقی کے زمانہ میں نماز جمعہ پڑھتے تھے - باوجودیکہ وہ غیر عادل و اظلم الناس تھا اور نہ احکام شرعیہ کی تنفیذ کرتا تھا بلکہ لہو و لعب میں عمر گزارتا تھا - ارکان اربعہ میں مذکور ہے اَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِينَ لَمْ يَتْرُكُوا الْجُمُعَةَ فِي زَمَانِ يَزِيدَ الشَّقِيِّ مَعَ اَنَّهُ لَا شُبْهَةَ فِي اَنَّهُ كَانَ مِنْ اَشَدِّ النَّاسِ ظُلْمًا بِالْاِجْمَاعِ -

جواب الجواب - نہیں معلوم اس سے مولانا کو کیا فائدہ اور حنفیوں کو کیا نقصان پہنچا جبکہ اُن کے پاس یہ شرط ہی نہیں ہے -

جواب - اور کفایہ شرح ہدایہ میں ذکر کیا گیا ہے اِنَّ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حِیْنَ کَانَ مَحْصُوْرًا صَلّٰی عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ الْجُمُعَۃَ بِالنَّاسِ وَلَمْ یُرْوَ اَنَّہٗ صَلّٰی بِاَمْرِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ - یعنے نماز جمعہ ایسے وقت میں پڑھی گئی جبکہ عثمان رضی اللہ عنہ محصور تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بغیر امر عثمان رضی اللہ عنہ نماز جمعہ پڑھائی تھی - اور یہ مروی نہیں ہے کہ آپ کو عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا -

جواب الجواب - سلطان و مصر کی شرطوں کے بیان میں اذن کا جواب ایک مستقل جدی شرط ہے ذکر لانا خلط مبحث ہے - اور صحابی کے قول و فعل سے استدلال کرنا مولانا کے خلاف اصول -

اور جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قایم مقام تھے - تو اذن کی ضرورت ہی کیا تھی - با ایں ہمہ بندہ نے ضمیمہ میں ثابت کیا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذن و حکم سے نماز جمعہ پڑھائی تھی جس کا اعادہ یہاں باعث طوالت ہے وہاں دیکھ لیا جائے -

جواب - اسی طرح حجاج بن یوسف کے زمانہ میں بھی جمعہ و عید کی نماز ادا ہوتی تھی جو اظلم الناس تھا اور فاسقوں کا سردار - سنن ابو داؤد میں مروی ہے کہ انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ حجاج کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا اتفاق ہوا اس نے خطبہ میں یہ الفاظ کہے کہ ہمارا بادشاہ عبد الملک بن مروان ہمارے رسول سے اکرم ہے - نعوذ باللہ

جواب الجواب - اس کا بھی وہی جواب ہے جو یزید شقی کے زمانہ کے متعلق ابھی گذر رہا ہے -

جواب - دوسری شرط جو مصر کی ہے اس پر صاحب ہدایہ رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ قَالَ عَلَیْہِ السَّلَامُ لَا جُمُعَۃَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ نماز جمعہ سوائے مصر یعنے شہر کے قریوں میں جائز نہیں ہے عام ازینکہ ان قریوں میں بازار و تجارت ہو یا نہو -

جواب الجواب "عام ازیں کہ ان قریوں میں بازار و تجارت ہو یا نہو" مفہوم حدیث سے باہر ہے - کیونکہ جن قریوں میں بازار و تجارت ہو وہ شہر ہی ہونگے بخلاف اُن قریوں کے جن میں یہ دونوں چیزیں نہوں کہ وہ شہر نہ ہونگے - پس عموماً ہر قریہ میں نماز جمعہ ناجائز کردینا مفہوم حدیث کے بھی خلاف ہے اور دیانت کے بھی - اور شہر کو قریہ کہنا لغت قرآن سے ثابت ہے - تفصیل در ضمیمہ -

جواب - یہ شرط قرآن مجید کے خلاف ہے کیونکہ آیت جمعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ اس بستی میں جائز ہے جس میں بازار ہو اور اس میں تجارت ہوتی ہو - عام ازینکہ وہ شہر ہو یا قریہ اسکے علاوہ -

جواب الجواب "اس کے علاوہ" اس واسطے لکھا گیا ہے کہ کوئی قریہ شہر نہ سمجھا جائے مگر ایسا نہیں ہے کیونکہ قریئے دو قسم کے ہیں - ایک وہ جسمیں بازار و تجارت ہو - دوسرا وہ جسمیں دونوں نہوں - پہلا شہر ہے اور دوسرا شہر نہیں ہے تو یہاں بھی مطلقاً ہر قریہ کو شہر سے جدا کرنے میں وہی بات ہے جو اوپر بیان ہوچکی ہے -

خدا کا شکر ہے کہ مولانا نے بھی آیت جمعہ ہی سے نماز جمعہ کے لئے مخصوص بستی کا ہونا اور ہر جگہ اس کا ناجائز ہونا بتلاکر نماز جمعہ کو مشروط اور مقید ثابت کر دیا۔ اب آپ کا اُسے غیر مشروط وغیر مقید یعنے مطلق کہنا یا مجتہدین و فقہا کی شرطوں کو ظنی اور قیاسی فرمانا کسی طرح جائز نہوگا کیونکہ ان کی مختلف فیہ اور معرکۃ الآرا دو شرطوں میں سے ایک کا یعنے شرط مصر کا تو یہاں اور دوسری کا یعنے شرط سلطان کا حدیث جابر میں جو ساتویں سوال کے جواب میں تمام گذری ہے اور جسکی تفصیل ضمیمہ میں درج ہے قطعی ہونا آپ ہی کے بیان سے ثابت ہوگیا ہے اگرچہ پردے پردے ہی میں سہی۔

جواب ۔صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ نے اس روایت میں بحث کی ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ حدیث مرفوع نہیں ہے یعنے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے چنانچہ ابن ابی شیبہ نے اس حدیث کی اسناد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف کی ہے اور اسکو موقوف لکھا ہے اگرچہ ابن حزم نے اسکو مرفوع لکھا ہے۔ مگر حضرت امام احمد بن حنبل رح کو اس حدیث کے رفع میں بہت کلام ہے۔ اُن کے پاس قول فیصل یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف اور قول علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

جواب الجواب ۔ اول تو یہ حدیث مرفوع ثابت ہوچکی ہے۔ اور چار صحابی اور سات تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یعنے حضرت علی و حذیفہ و عطا و حسن ابن الحسن و نخعی و مجاہد و ابن سیرین و ثوری و سحنون وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس پر عمل بھی پایا گیا ہے۔ امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے علاوہ ابن حزم بھی بقول مولانا کے اس کو مرفوع لکھ رہے ہیں۔ صاحب ہدایہ بھی اسے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم مانتے ہیں۔

دوم یہ کہ اگر بالفرض یہ آنحضرت صلعم کا قول تسلیم نہ بھی کیا جائے تو بھی اصول سے یہ بات ثابت ہے کہ جس امر میں رائے اور قیاس کو دخل نہو اس میں حدیث موقوف بھی بالضرور حدیث صحیح سمجھی جائیگی۔ اور قول صحابی بالیقین حکماً مرفوع اور حجت مانا جائیگا۔

سوم یہ کہ اس وقت شرائط حنفیہ سے بحث ہو رہی ہے تو اس میں دوسروں کے قول سے استدلال کرنا اور اسی کو قول فیصل قرار دینا ایک متدین مفتی کی شان سے کس قدر بعید اور قابل غور ہے۔

جواب ۔آپ یہ بحث ہے کہ خبر واحد یا قول صحابی سے آیت قرآن مجید مقید ہوسکتی ہے یا نہیں۔ جمہور حنفیہ کہتے ہیں کہ عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید اور مجمل کی تفسیر خبر مشہور کے سوا ہو نہیں سکتی۔

جواب الجواب ۔ یہ اسوقت ہے کہ پہلے قرآن مجید کی آیت کسی طرح مقید نہو چکی ہو۔ اگر اول ایک مرتبہ بھی آیت ہی سے یا کسی خبر متواتر و مشہور سے مقید و مخصوص اور متغیر ہو چکی ہوگی تو پھر اسکی تقیید و

وتخصیص اور تفسیر کے لئے خبر واحد یا قول صحابی بھی کافی ہوگا۔ اور اوپر کی تقریر سے ظاہر ہے کہ مولانا آیت جمعہ کا آیت ہی سے مقید ہونا ثابت فرما چکے ہیں تو اب دوبارہ خبر واحد یا قول صحابی سے اس کے مقید ہونے میں کون امر مانع ہے تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو بیان شرائط در ضمیمہ۔

جواب ۔ اس اصول کے اعتبار سے آیت صلوٰۃ جمعہ کو مصریت کی قید سے مقید کرنے کے لئے خبر مشہور کی ضرورت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حدیث لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ الخ خبر مشہور تو کیا اس کے خبر مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے بلکہ اکثر ائمہ نے اس کو قول علی کرم اللہ وجہہ ہی تسلیم کیا ہے تو اس بنا پر کس طرح آیت جمعہ قول صحابی یا خبر واحد سے جو کہ مختلف فیہ ہے مقید ہو سکتی ہے۔ غرض قول لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ سے آیت جمعہ مقید نہیں ہو سکتی بلکہ نماز جمعہ شہروں اور ان قریوں میں جائز ہے جو صحرا کے حکم میں نہیں ہیں۔

جواب الجواب ۔ اس میں بجز اس کے قابل جواب کوئی بات نہیں ہے کہ مولانا کے آخری فقرے سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ شہر کے سوائے اور مقام پر جائز نہیں ہے۔ اور قریئے دو طرح کے ہیں۔ ایک وہ جو صحرا کے حکم میں ہیں جن میں نماز جمعہ درست نہیں ہے۔ دوسرے وہ جو صحرا کے حکم میں نہیں ہیں کہ ان میں نماز جمعہ جائز ہے کیونکہ وہ شہر کے حکم میں ہیں۔

جواب ۔ حاصل یہ ہے کہ عدالت سلطان یا نفس سلطان اور مصریت نماز جمعہ کی شرطیں نہیں ہو سکتیں

جواب الجواب ۔ اس میں "یا نفس سلطان" لاکر مولانا نے اپنے پہلے قول سے رجوع فرمایا ہے کہ فی الحقیقت عدالت حنفیوں کے پاس شرط نہیں ہے۔ باقی کی وہی کیفیت ہے جو "الحمد للہ کہ من نہ بو لیدم" کی ہے۔ یعنے نفس سلطان اور مصریت کو نماز جمعہ کی شرطیں ثابت کرتے جاتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں کہ یہ اس کی شرطیں نہیں ہو سکتیں

جواب ۔ باقی امور جو شروط جمعہ ٹھیرائے گئے ہیں وہ دراصل ایسی شرطیں نہیں ہیں کہ ان کا فقدان ہو سکے

جواب الجواب ۔ کیوں؟ ان کا فقدان کس لئے نہیں ہو سکتا؟ کیا وہ امور ممکنہ سے نہیں ہیں اور واجب الوجود ہیں؟ اور کیا ان میں تعمیم وتخصیص اور اطلاق وتقیید اور اجمال وتفسیر کی تقریر لازم نہیں آتی؟ جو مصر کی شرط میں کی گئی ہے۔ یا یہ کہ وہ شرطیں آپ کے لئے مضر نہیں ہیں؟

جواب ۔ فقہا نے مصلی جمعہ کے لئے جو شروط ذکر کئے ہیں وہ یہ ہیں۔

جواب الجواب ۔ "مصلی جمعہ" کی جگہ پر "وجوب جمعہ" ہونا چاہئیے تھا جیسا کہ فقہا نے بیان کیا ہے۔ یعنے نماز جمعہ کے فرض ہونے کی شرطیں۔ اگر یہ نہ پائی جائیں تو جمعہ کی نماز فرض نہ ہوگی۔

جواب ۔ حریت یعنے آزادی۔ مرویت۔ اقامت تندرستی وغیرہ۔ یہ شروط ہمیشہ موجود ہیں۔

جواب الجواب ۔ جس طرح حریت کے معنے لکھے گئے اس طرح اگر "مرویت" و "اقامت"

کے بھی معنے لکھے جاتے اور "وغیرہ" کے بدلے باقی ماندہ دو شرطیں معہ معنے تحریر فرمائی جاتیں تو عام فہم ہونے کے لحاظ سے مناسب ہوتا یعنے اس طرح لکھا جاتا "مردیت" یعنے مرد ہونا۔ عورت نہیں ہونا "اقامت" یعنے مقیم ہونا۔ مسافر نہیں ہونا "عقل" یعنے عقلمند ہونا۔ دیوانہ نہیں ہونا "بلوغ" یعنے جوان ہونا۔ لڑکا یا بہت بوڑھا نہیں ہونا۔ اور مولانا کے ایسا نکرنے میں جو بات ہے وہ ظاہر ہے یعنے اگر ایسا کرتے تو آپ کی جماعت اور بھی کم ہو جاتی۔

جواب - اور نماز جمعہ کے لئے یہ شرط بتائے ہیں۔

جواب الجواب - یہاں بھی "نماز جمعہ" کے عوض "ادائی جمعہ" یا "صحت جمعہ" ہونا چاہیئے تھا جس طرح کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ یعنے وہ شرطیں کہ جن کے پائے جانے سے جمعہ کی نماز ہوسکتی ہے اور نہ پائے جانے سے نہیں ہوسکتی۔ اگر کوئی ان کی عدم موجودگی میں پڑھیگا تو مکروہ تحریمی ہوگی کیونکہ وہ نفل ہوگی اور نفل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔ اور ظہر کے فرض کا اس کے ذمہ باقی رہنا اس کے علاوہ ہے۔ کذا فی رد المحتار۔

جواب - مصر - سلطان - جماعت - خطبہ - وقت - اذن -

جواب الجواب - اس میں بھی مولانا قبول فرماتے ہیں کہ مطلق سلطان کا ہونا شرط ہے۔ عدالت یعنے اس کا عادل ہونا شرط نہیں ہے۔ اور مصریت یعنے شہر ہونا بھی شرط ہے۔ اور اذن عام ایک علیحدہ اور مستقل شرط ہے۔ سلطان کی شرط میں داخل نہیں ہے۔ ہاں نائب سلطان شرط سلطان میں ضرور داخل ہے۔ غرض مولانا کی یہ تحریر تحریرات سابقہ کے خلاف ہے۔ اور جن شرائط سے اول انکار ہو چکا تھا یہاں اُن کا اقبال ہے۔

جواب - ان میں سے مصر و سلطان کی شرط کے متعلق تو ہم نے بحث کر دی ہے جس سے ظاہر ہوگیا کہ دراصل یہ شرطیں نہیں ہیں۔

جواب الجواب - یہ پھر اقبال سے اعراض و انکار ہے۔

جواب - اب رہی باقی شرطیں مثلاً جماعت - خطبہ - وقت یہ سب موجود ہیں۔

جواب الجواب - اسلئے کہ ان سے مولانا کے مدعا کو کوئی حرج نہیں پہنچا۔ مگر الصاف کیا یہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ کا مصداق نہیں ہے کہ چھ شرطوں میں سے تین کو جو اپنے مطلب کے موافق ہوں بے چون و چرا مان لیں اور باقی کو جو ایسی نہیں ہیں نہ مانیں۔ اور ان میں طرح طرح کی بحثیں اور بھانت بھانت کے شبہے پیدا کریں۔

جواب - اب رہا اذن عام - یہ بھی شرط نہیں ہے کیونکہ فَاسْعَوْا - جو آیت جمعہ میں ہے اس کا مفہوم یہی ہے کہ ندا جمعہ کے ساتھ ہی نماز جمعہ کے لئے سعی فرض ہے۔ اس امر قطعی کے بعد اذن سلطان کی ضرورت نہیں ہے۔

جواب الجواب - گو اس کا جواب جوابات ماسبق سے ظاہر ہے اور ضمیمے میں بھی شرح و بسط سے مذکور ہے تاہم یہاں اس قدر عرض کر دینا بیجا نہوگا کہ کلمۂ فَاسْعَوْا سے تو بجائے اسکے کہ شرط مذکور کی نفی ہو اور بھی اسکا

اثبات ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ اے ایمان والو! جب تمہیں ایسی قدرت حاصل ہو کہ بجائے خفیہ نمازیں پڑھنے کے علانیہ سب ایک ہی جگہ اکٹھے ہو کر ادا کر سکو اور تمہارے حاکم کی طرف سے جمعہ کے روز نماز کے واسطے بلائے جاؤ تو تم خرید و فروخت چھوڑ کر فوراً سب کے سب اس جگہ آجاؤ جہاں بلائے گئے ہو کیونکہ اگر دیر کرو گے تو تمہیں یہ جماعت نہیں ملیگی پس اذان مذکور اور ندا مزبور خود اذن عام ہے

مطلب یہ ہے کہ ایسی اذان و ندا سنتے ہی نماز جمعہ کے لئے سعی فرض اور بیع حرام ہو جاتی ہے نہ ویسی اذان و ندا جیسی کہ آجکل ہر ہر مسجد میں جدی جدی ہوا کرتی ہے۔

اس اذن عام کی شرط کے ضمن میں چند باتیں اور بھی معلوم ہو گئیں۔

(۱) یہ کہ ندا مذکور سلطان کی طرف سے ہونی چاہیئے۔ اور اس سے شرط سلطان اور شرط مذکور کا جدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

(۲) یہ کہ اس روز اور اس خاص وقت میں ایک ہی اذان ہونی چاہیئے۔

(۳) جماعت بھی ایک ہی ہونی چاہیئے۔

جواب۔ اسی واسطے فقہا نے ذکر کیا ہے کہ مسلمانوں کو جائز ہے کہ وہ اپنے افراد سے کسی کو امام بنا کر نماز جمعہ ادا کر لیں چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں اور عالمگیریہ میں یہ ذکر کیا ہے۔

جواب الجواب۔ یہاں امام سے وہ امام مراد نہیں ہے جو نماز پڑھا کر الگ ہو جائے بلکہ وہ امام مقصود ہے جو مسلمانوں کے قضئے چکاتا ہو اور ان کے نفع و ضرر کا انتظام کرنے کی طاقت و قدرت رکھتا ہو۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا امام حاکم ہی ہو گا۔ پس جو مسلمان کہ بلاد کفار میں رہتے ہیں ان کو چاہیئے کہ پہلے حاکم وقت سے درخواست کر کے اپنا ایک ایسا والی اور حاکم مقرر کر لیں اور پھر والی مذکور اور سب مسلمان ملکر نماز جمعہ کیواسطے بھی کسی ایک کو مقرر کریں جو ان کو جمعہ و عید کی نماز پڑھایا کرے۔ اور یہ شہر بھر کے لئے ایک ہی ہو گا نہ کہ محلے محلے کا جدا۔ ایسا ہی ردالمحتار اور تاتارخانیہ وغیرہما میں بھی ہے مَنْ شَآءَ التَّفْصِيْلَ فَلْيَرْجِعْ اِلَيْهَا۔ طوالت کے خیال سے ان کتابوں کی عبارت یہاں نقل نہیں کیگئی۔ صرف خلاصہ لکھدیا گیا ہے۔ جو صاحب تفصیل کے طالب ہوں وہ ان کو ملاحظہ فرمائیں

جواب۔ ہماری تقریر کا حاصل یہ ہے کہ جو روایت میاں عالم باللہ رحمہ اللہ نے لکھی ہے اور اس کو میاں لاڑشاہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی ہے خود ان کے پاس صحیح نہیں ہے کیونکہ آپنے اس کے خلاف میں کہا ہے کہ ہم اب بھی ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھتے ہیں۔ اس کے باوجود کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دیگر صحیح روایتوں اور حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کہ جس پر اکثر اصحاب مبشرین رضی اللہ عنہم کے دستخط ہیں اور اجماع قطعی

صحابۂ نبوت رضی اللہ عنہم کے مخالف ہے اسلئے اِن امورِ قاطعہ کے مقابلہ میں یہ روایت قابلِ استدلال نہیں ہے۔

جواب الجواب - یہ تمام باتیں معہ جواب مکرر سہ کرر گزر چکی ہیں صرف اتنی نئی بات ہے کہ اس میں بخلاف اول کے مولانا نے منہاج التقویم کی روایت کو " قَالَ الْمَهْدِیُّ " سے لیکر " مُذْ مَاۓتَیْ سَنَةٍ " تک پورا سید مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول مانا ہے۔ کیونکہ حضرت عالم باللہ رحمۃ اللہ نے " مُذْ مَاۓتَیْ سَنَةٍ " پر روایت ختم کی ہے۔ اور اس کے بعد فرماتے ہیں کہ " سَمِعْتُ هٰذَا النَّقْلَ مِنْ میاں لاڑشہ " یعنی یہ نقل میں نے حضرت لاڑشہ رضؓ سے سُنی ہے۔ اور یہاں مولانا کے بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور آپ کی اول کی تحریرات سے ظاہر ہے کہ یا تو روایت مذکورہ تمام حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔ یا " وَعُلَمَاءُ بِلَادِنَا اَفْتَوْا اِنْتِفَاءَ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ مُذْ مَاۓتَیْ سَنَةٍ " تو ضرور ہی اُن کا قول ہے مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں۔

جواب - مومن کی یہ شان ہے کہ جو امر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و روایات صحیحہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے اس پر اعتقاد رکھے اور اسی پر عمل کرے اس کے مقابلہ میں قول صحابہ و تابعین و تبع تابعین کو پیش کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے کیونکہ صحابہ و تابعین و تبع تابعین عقلاً و نقلاً معصوم نہیں ہیں۔ اور غیر معصوم کے قول و فعل میں احتمال خطا ہے۔ اس لئے دلائل قاطعہ کے مقابلہ میں اُن کا قول قابلِ حجت نہیں ہے۔

جواب الجواب - ہرچند کہ اس کا جواب عرض کرنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ اول تو بندے نے حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے دائرے میں ہر جمعہ کو بجائے نماز جمعہ کے نماز ظہر ادا ہوتے پر جس چیز سے استدلال کیا ہے وہ کسی ایک صحابی یا تابعی یا تبع تابعی کا قول نہیں ہے بلکہ بائیس۲۲ سو صحابہ و مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا ہفتہ وار حلفیہ محضر و اور اجماع ہے۔ دوم یہ کہ باوجود اس کا جواب ضروری نہ ہوتے کے مولانا جتنی جگہ یہ بات لائے ہیں اتنی جگہ بندہ محض تفہیم عام کے خیال سے اِس کا جواب لکھ چکا ہے مگر چونکہ مولانا کے مرکوز خاطر یہی امر ہے کہ سائل کا مذکورا استدلال صرف بندگی میاں سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے قول سے ہے اور اسی بنا پر آپ اول کے مجمل جواب میں بھی یہ بات لائے ہیں اور اس طویل جواب میں بھی بار بار اسی کو پیش فرماتے ہیں چنانچہ یہاں بھی وہی بات ہے لہٰذا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب اس کا جواب دوسرے ڈھنگ پر دیا جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ مولانا جلاء العینین فی تسویۃ السیدین کے صفحہ ۳۱ میں تسلیم فرماتے ہیں کہ " سیدین صدور گناہ سے محفوظ ہیں " اور " انبیا علیہم السلام سے ملحق ہیں " اور پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۳۳ و ۳۵ میں علی الترتیب قبول فرماتے ہیں کہ " سیدینؓ کو خاتمینؑ کے ساتھ اشتراک ہے " صفحہ ۳۳ سطر ۱۹۔ اور " جو کچھ اعمال سیدینؓ سے صادر ہونگے اُن میں عزیمت ہوگی " اور " سیدین کے قول و عمل میں خطا نہیں ہے " صفحہ ۳۵ سطر ۱۲ و ۱۳۔

مختصر یہ کہ فقرات منقولہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ معصوم ہیں اُن کے قول و عمل میں خطا کا احتمال نہیں ہے بلکہ عزیمت ہے۔ تو اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ جس محضرے کو سائل نے بطور دلیل وحجت کے پیش کیا ہے وہ فقط حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالی عنہ ہی کا قول ہے تو کیا حرج ہے باآنکہ مولانا نے خود اسی جواب میں ایسے لوگوں کے قول وفعل سے استدلال فرمایا ہے جو صحابہ یا تابعین تو کیا تبع تابعین بھی نہیں ہیں۔

ملاحظہ ہو جواب سوال سوم شق سوم وچہارم۔ بیان روایات۔

غرض مولانا کی افراط و تفریط سے سخت تعجب ہے کہ کبھی تو غیر معصوم کو معصوم بنادیتے ہیں اور کبھی معصوم کو غیر معصوم۔ یعنے کبھی تو ایسے لوگوں کے قول وفعل کو قابل استدلال وحجت سمجھتے ہیں جو تبع تابعین بھی نہیں ہیں۔ اور کبھی معصوم وخلیفۃ اللہ اور خاتم دین وتابع تام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے قول وفعل اور اجماع صحابہ کو بھی اس لائق نہیں جانتے۔

مولانا کی اس لمبی چوڑی اور متضاد و مکرر تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نماز جمعہ کو مشروط اور اس کے شرائط کو قطعی مانتے ہیں۔

چودھواں سوال

آپ ادائے جمعہ کے بعد احتیاطی بھی پڑھتے تھے یا نہیں؟ اور پہلی صورت میں آپؑ کے لئے فرضیت جمعہ میں اور اس کے ادا میں شک ثابت ہوتا ہے یا نہیں؟ اور مہدویؑ کا شکی فعل کو اختیار کرنا مخل مہدیت ہے یا نہیں؟

جواب۔ کسی روایت سے ہم کو اس امر کا ثبوت نہیں ملا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام چار رکعتیں بعد نماز جمعہ بطور احتیاط پڑھتے تھے۔ اور اس کا وجود بھی ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ بعض فقہا کی رائے ہے۔ مہدی موعود علیہ السلوٰۃ والسلام کا یہ قطعی فرمان ہے کہ ہم کسی مذہب کے مقید نہیں ہیں۔ پھر حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن فقہا کی کس طرح اتباع فرمائینگے جنکا اجتہاد واستنباط محتمل خطا ہے۔ سائل کو ایسے امور متوہمہ کے استفسار سے پرہیز کرنا چاہیے جس کی وقعت وساوس فاسدہ سے زیادہ نہیں ہے۔ ان خطرات باطلہ سے زبان کو روکنا بہتر ہے کیونکہ اس میں بیدینی کا اندیشہ ہے۔

جواب الجواب۔ اگرچہ اس کا جواب اس طرح بھی ہوسکتا ہے کہ جب مولانا نے نماز جمعہ کو نماز پنجگانہ سے مؤکد ثابت کرنے میں فقہا کی رائے سے مدد لیکر سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایسے امام کی اتباع میں نماز جمعہ ادا کرنا ناجائز وممکن رکھا ہے جو فقہا ومجتہدین سے بھی کم درجہ کا ہے تو پھر یہاں احتیاطی پڑھنے میں فقہا کی اتباع ناجائز وناممکن ہونیکی وجہ کیا ہے۔ کیا یہاں غیر معصوم کی اتباع ہے اور وہاں معصوم کی اتباع تھی؟

مگر بندہ یہاں دوسری طرح سے جواب عرض کرتا ہے کہ جب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جمعہ

پڑھنا ہی ثابت نہیں ہوسکتا ہے تو آپ کے لئے احتیاطی کا وجود کیسے ممکن ہوگا۔ لیکن حضرات اہل جمعہ کا اس سے انکار کرنا جائے استعجاب ہے۔ کیونکہ "الجمعہ" کے صفحہ ۱۲ میں انکا یہ اقرار موجود ہے کہ "ہم جمعہ کے بعد بہ نیت آخر ظہر چار رکعتیں ادا کرتے ہیں تا ادائی حکم کی یقیناً ہوجائے" اب سوال یہ ہے کہ یہ کس کی اتباع ہوگی۔ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یا فقہا و اہل الرائے کی؟

پھر اسی صفحے میں تارکین جمعہ کی ایک مثال بھی لکھی ہے جسمیں انہیں اس شخص پر قیاس کیا گیا ہے جو وضو میں شک ہونے کی وجہ سے نماز چھوڑ دے چنانچہ لکھا ہے کہ "اور ہمارے بعض بڑے عاقل بھائیوں نے اس شک و تردد سے بچنے کے لئے ایک عمدہ طریقہ نکالا ہے کہ نفس جمعہ ہی کو ترک کر دیا تا شک و تردد سے بالکل نجات ملجائے۔ ماشاء اللہ یہ وہی مثل ہے کہ اگر کسی کو وضو میں شک واقع ہو تو وہ اِس بلا سے بچنے کے لئے نماز ہی کو سلام کرے۔"

یہ مثال اور قیاس بالکل غلط ہے اسلئے کہ تارکین جمعہ نے جمعہ کو شک کی وجہ سے نہیں چھوڑا بلکہ انہیں تیقین ہے کہ شرائط کی عدم موجودگی میں جمعہ ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسے کہ آفتاب کی عدم موجودگی میں دن نہیں ہوسکتا۔ اگر اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ۔ کا کلیہ یقینی نہیں مانا جائیگا تو مشروط کا بغیر شرط کے اور دِن کا بغیر آفتاب کے موجود ہونا لازم آئیگا اور یہ محال ہے۔

اور اُن کے غلط ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ جس کو وضو میں شک ہو اُسے نماز چھوڑنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھ سکتا ہے بخلاف اس شخص کے جس کو جمعہ کی شرطوں کا عذر ہے کہ وہ اس کی طرح شرطوں کو موجود نہیں کرسکتا اور اِن کے بغیر جمعہ پڑھ بھی نہیں سکتا۔

اِس کے بعد اُس بات کا جواب دینے کی ضرورت نہیں رہتی جو رسالہ مذکورہ کے صفحہ مذکورہ میں اس سے کچھ آگے لکھی ہوئی ہے کہ "ظہر بروز جمعہ جب ہی یقینی ہوگا کہ جمعہ یقیناً فرض نہو" خصوصاً جبکہ خود اسی میں کچھ اور بھی آگے یہ عبارت مرقوم ہے کہ "جہاں تک جمعہ کی فرضیت میں شک ہوتا جائیگا تو ت یقینی ظہر کی ترقی پر ہوگی"

پھر اسی جگہ وقوع شک کی صورت میں مسئلہ مفتی بہ کے حکم سے احتیاطی کی ضرورت حسب ذیل ثابت کی گئی ہے۔

"فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ وَّقَعَ الشَّكُّ فِیْ کَوْنِهٖ مِصْرًا اَوْ تَعَدَّدَتِ الْجُمُعَةُ یَنْبَغِیْ لَهُمْ اَنْ یُّصَلُّوْا بَعْدَ الْجُمُعَةِ اَرْبَعًا بِنِیَّةِ الظُّهْرِ اِحْتِیَاطًا حَتّٰی لَوْ لَمْ یَقَعِ الْجُمُعَةُ مَوْقِعَهَا یَخْرُجُوْنَ عَنْ عُهْدَةِ فَرْضِ الْوَقْتِ بِاَدَاءِ الظُّهْرِ" یعنے جہاں مصر (شہر) ہونے میں شک ہو یا جمعہ متعدد مساجد میں پڑھا جاتا ہو وہاں مصلیوں کو ضرور ہے کہ جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعت ظہر کی نیت سے ادا کریں تا اگر جمعہ بے موقع ہونیکی وجہ سے ادا نہوا ہو تو ظہر پڑھنے کے سبب وہ فرض وقتی سے سبکدوش ہوجائیں۔ یہ مسئلہ فتاویٰ عالمگیریہ۔ کافی اور محیط میں بھی ہے۔ الفاظ میں کچھ کچھ فرق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسالۃ الجمعہ سے احتیاطی کا واجب اور ضروری ہونا ثابت ہوتا ہے اور مولانا اُسے "وہ امور متوہمہ وساوس فاسدہ ۔ اور خطرات باطلہ" سے شمار کرتے ہیں حتی کہ اس کے متعلق کچھ پوچھنا بھی جائز نہیں سمجھتے اور لکھتے ہیں کہ اس قسم کی باتیں پوچھنے میں "بیدینی کا اندیشہ ہے" هٰذَا عَجَبُ الْعُجَابِ ؎

پندرھواں سوال

پنج فضائل میں جو حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور بلاناغہ (ہر) جمعہ کو نماز ظہر (پڑھنے) کے بعد حلقیہ محضرہ ہونے کا تذکرہ ہے وہ درست ہے یا نہیں؟

جواب - اس روایت کے الفاظ میں اختلاف ہے۔

تاریخ سلیمانی میں اس روایت کے یہ الفاظ ہیں "ہر روز جمعہ و بقولے در ہفتہ اجماع حاضر کردندے" یعنے ہر جمعہ کے دن اور یہ قول بھی ہے کہ ہفتہ میں اجماع کرتے تھے۔ اس روایت میں یہ لفظ نہیں ہے کہ جمعہ کے دن نماز ظہر کے بعد اجماع کرتے تھے۔ اور نیز تاریخ سلیمانی کی دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ میراں سید محمود در ہفتہ یا دو ہفتہ مجلس فرمودے۔ یعنے میراں سید محمود رضی اللہ عنہ ایک ہفتہ یا دو ہفتہ میں مجلس کرتے تھے اس روایت میں بھی یہ الفاظ نہیں ہیں کہ جمعہ کے دن نماز ظہر کے بعد یہ مجلس کرتے تھے۔ حاشیۂ متن شریف میں بھی یہ روایت ہے اور اس کے یہ الفاظ ہیں۔ بندگی میراں سید محمود بعد از ہفتہ یا دو ہفتہ اجماع نمودہ محضر کردندے میفرمودند اگر خلاف میراں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) در ذات ما بینید ما را دست گرفتہ از دائرہ بکشید۔ یعنے میراں سید محمود رضی اللہ عنہ ہفتہ یا دو ہفتہ کے بعد مجلس کرتے اور یہ فرماتے تھے کہ اگر تم مجھ میں مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برخلاف کوئی بات دیکھو تو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے دائرے سے باہر کھینچ لو۔ اس روایت میں بھی یہ لفظ نہیں ہے کہ ثانی مہدی رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن بعد نماز ظہر یہ مجلس کرتے تھے۔ شواہد الولایۃ میں بھی یہ روایت ہے۔ اُس کے یہ الفاظ ہیں۔ بندگی میراں سید محمود رضی اللہ عنہ خاص بر متابعت متبوع خود بود چنانچہ نقل ست کہ در ہفتہ یاراں امام الابرار (علیہ الصلوٰۃ والسلام) را اجماع کردندے و فرمودندے اے برادران اگر در ذات ما خلاف فرمودۂ امام اخر الزماں (علیہ الصلوٰۃ والسلام) یا شد بگوئید ما ازاں تائب شویم ۔ الخ اس روایت کے الفاظ میں بھی یہ بات نہیں ہے کہ یہ مجلس جمعہ کے دن بعد نماز ظہر ہوتی تھی۔

بندگی میاں سید عالم رحمہ اللہ کے منقولات میں ہے کہ میراں سید محمود رضی اللہ عنہ بعد از ہفتہ یا دو ہفتہ اجماع نمودہ محضر میکردند و میفرمود کہ اگر خلاف میراں (مہدی) علیہ السلام در ذات ما بینید ما را دست گرفتہ از دائرہ بیروں کشید۔ اس کا ترجمہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ اسی مضمون کی روایتیں بندگی میاں سید خوندمیر صدیق ولایت رضی اللہ عنہ اور بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں مگر کسی میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ یہ مجلس جمعہ دن کے ظہر کی نماز

کے بعد ہوتی تھی۔ غرض ان سب روایتوں میں یہ ذکر نہیں کہ جمعہ کے دن ظہر پڑھنے کے بعد یہ مجلس ہوتی تھی۔ ان کتابوں کی صحت و وثوق پر بزرگانِ دین کا اتفاق ہے ان کتب کی روایتوں کے مقابلہ میں پنج فضائل کی روایت قابل وثوق و استدلال نہیں ہے۔

جواب الجواب ۔ مولانا نے جن کتابوں کی ناتمام روایتیں لکھی ہیں وہ اگر پوری اور بلا تصرف معہ روایت پنج فضائل نقل فرمائی ہوتیں تو اس درد سری کی ضرورت نہ رہتی کیونکہ فی الحقیقت ان میں اور اس میں بالکل اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ "ہفتہ" سے مراد عرف عام میں "اٹھواڑیا" ہے تو ایک ہفتہ یا دو ہفتہ کا مطلب ایک اٹھواڑیا۔ یا دو اٹھواڑے ہوا۔ یعنے حضرت ثانی مہدی رضہ کے حضور میں یہ محضرہ ایک اٹھواڑے میں ایک مرتبہ یا دو اٹھواڑیوں میں ایک مرتبہ ہوا کرتا تھا۔

اب رہی یہ بات کہ اٹھواڑے میں یا دو اٹھواڑیوں میں کس دن اور کس وقت ہوتا تھا اس کو پنج فضائل کی روایت نے ثابت کر دیا کہ جمعہ کے دن ظہر کی نماز کے بعد۔

اور خاتم سلیمانی وغیرہ کی اوپر کی روایتوں سے بھی جن کو مولانا نے چھوڑ دیا۔ یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اوپر کی روایتوں میں اٹھواڑے کا یا دو اٹھواڑیوں کا جو دن اور وقت مقرر ہوتا تھا پنج فضائل کی روایتوں میں بھی ثابت مانا جائیگا۔

بندہ یہاں اختصاراً خاتم سلیمانی کی مذکورہ روایتوں پر اکتفا کرتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

"نقل ست کہ بندگی شاہ نظامؓ را میراں سید محمودؓ فرمود کہ اے میاں نظام شما با اہل و عیال سنگین شدہ است حالا شما ہم علیحدہ بمانید کہ از شما بسیار خلائق بفیض مہدی علیہ السلام مشرف شدہ بخدا رسند۔ شاہ گفت بندہ را جدا نکنند بندہ جدا نماند پس از سعی بشیتر شاہ را علیحدہ کردند پس در قصبۂ راد ھنپور دائرہ بستہ بماندند و ہر جمعہ بلا ناغہ بملازمت ثانی مہدیؓ رسیدند و نماز ظہر میگزاردند"۔

اس نقل کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ثانی مہدیؓ نے حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ کو بجبر اپنے پاس سے علیحدہ فرمایا اور شاہؓ رادھنپور میں دائرہ باندھکر رہے۔ وہاں سے ہر جمعہ کو بلا ناغہ حضرت ثانی مہدیؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

یہ خاتم سلیمانی کی پہلی نقل ہے جس سے بہلوٹ شریف میں ہر جمعہ کو بلا ناغہ ظہر کی نماز ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوسری نقل "نقل است کہ میاں شاہ نعمتؓ را بعدہ جدا کردند و میاں شاہ دلاورؓ جدا نماندند۔ بعد از اں میاں الہداد حمید و میاں ابوبکر و میاں عبدالمجید و میاں یوسف و میاں شیخ محمد کبیر و میاں ملکجی رضوان اللہ علیہم ہمہ را حکم کردہ علیحدہ کردند"

اس نقل میں حضرت بندگی میاں شاہ دلاورؓ کے سوائے اُن صحابہ اور مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے حضرت ثانی مہدیؓ کے حکم سے جدا ہونے کا ذکر ہے جن کے مبارک نام نقل میں درج ہیں۔

اِس کے بعد ایک ہفتہ یا دو ہفتہ والی وہ روایتیں ہیں جو مولانا نے نقل فرمائی ہیں اور اُن میں بھی پہلی روایت میں "ہر روز جمعہ و بقولے در ہر ہفتہ" لکھا ہوا ہے۔ یعنے ہر جمعہ کے دن اور یہ قول بھی ہے کہ ہر ہفتہ میں یعنے ہر اٹھواڑے میں اجماع کرتے تھے۔ اور مولانا نے "ہر روز جمعہ و بقولے در ہفتہ" لکھدیا ہے۔ یعنے "ہر ہفتہ" کے بدلے فقط "ہفتہ" لکھا ہے۔ اور اس تصرف کی وجہ یہ ہے کہ محضرے کا جمعہ کے عوض سنیچر کے روز ہونا ثابت ہوجائے کیونکہ ہفتہ سنیچر کو بھی کہتے ہیں مگر جب اسکے ساتھ "ہر" لگجاتا ہے یا "ہفتہ دو ہفتہ" کہا جاتا ہے تو پھر اسکے معنے سنیچر کے نہیں ہوسکتے۔ اسوقت تو وہ سات دن کے مجموعہ کے لئے خاص ہوجاتا ہے جسے اہل گجرات کی اصطلاح میں "اٹھواڑیا" کہتے ہیں پس جب اس روایت میں "ہر روز جمعہ و بقولے در ہر ہفتہ" اور دوسری تمام روایتوں میں "در ہر ہفتہ۔ یا دو ہفتہ" موجود ہے تو یہ تصرف کیا فائدہ دیسکتا ہے۔

میرے سوال میں بھی یہی تصرف کیا ہے۔ یعنے "ہر جمعہ کو نماز ظہر پڑھنے کے بعد" کے بدلے "جمعہ کو نماز ظہر کے بعد" لکھا ہے۔ اور اس سے مولانا کا مقصود یہ ہے کہ محضرہ ہر جمعہ کو نہیں بلکہ کسی کسی جمعہ کو ہوتا تھا۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بھی بے فائدہ ہے۔

دوسری روایتوں میں "در ہر ہفتہ یا دو ہفتہ" سب کتابوں میں ہے یعنے میراں سید محمود (ثانی مہدیؓ) ہر ہفتہ (ہر اٹھواڑے) یا دو ہفتہ (دو اٹھواڑیوں) میں مجلس کرتے تھے۔

یہاں بھی مولانا نے وہی کام کیا ہے۔ یعنے "ہر ہفتہ یا دو ہفتہ" کی جگہ فقط "ہفتہ یا دو ہفتہ" لکھدیا ہے جس سے مولانا کا مطلب یہ ہے کہ پنج فضائل میں جو اس اجماع (محضرہ) کے ہر جمعہ کو بلاناغہ نماز ظہر پڑھنے کے بعد ہونے کا ذکر ہے وہ رد ہوجائے مگر ایسا نہوا بلکہ پنج فضائل کی روایت ان روایتوں سے اور بھی قوی اور وثوق و استدلال کے قابل بنگئی۔ اس لئے کہ جو بات اِس میں لکھی ہوئی ہے وہی اُن کتابوں کی روایتوں سے بھی کھُلم کھُلا ثابت ہوگئی جن کے صحیح اور معتبر ہونے پر بقول مولانا کے بزرگانِ دین کا اتفاق ہے چنانچہ اس بات پر بندے کی بطور نمونہ نقل کی ہوئی خاتم سلیمانی کی پہلی روایت کے یہ الفاظ بولتے اور سچے گواہ ہیں "دہر جمعہ بلاناغہ بملازمت ثانی مہدیؑ میرسید محمد و نماز ظہر میگزارد" یعنے حضرت بندگی میاں شاہ نظامؓ ہر جمعہ کو بلاناغہ راد ھنپور سے حضرت ثانی مہدیؓ کے حضور میں حاضر ہوکر ظہر کی نماز پڑھتے تھے۔

غرض مذکور اجماع اور محضرے کا ہر ہفتہ یعنے ہر اٹھواڑے میں ایک مرتبہ یا دو ہفتہ یعنے دو اٹھواڑیوں میں ایک مرتبہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز پڑھے بعد بلاناغہ ہونا پنج فضائل کے سوائے تاریخ سلیمانی حاشیہ متن شریف شواہد الولایت

منقولات بندگی میاں سید عالم رحمۃ اللہ وغیرہ کتابوں سے بھی حضرت مولانا صاحب قبلہ نے بخوبی ثابت فرمادیا جزا هُمُ اللّٰهُ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

اب بندہ محضرہ مذکورہ کی رفعتِ شان اور حضرت ثانی مہدی رضؓ کی عظمت مرتبت ظاہر ہونے کے لئے تاریخ سلیمانی کی وہ روایت جس کا مولانا نے پہلے ذکر فرمایا ہے پوری اور اس کے بعد کی ایک اور روایت نقل کرتا ہے۔ نقل ست کہ

ہر روز جمعہ و بقولے در ہر ہفتہ اجماع حاضر کردندے و فرمودندے کہ شما صحابۂ امام مہدی موعود خلیفۃ اللہ ہستید۔ شمارا قسم امام علیہ السلام ست اگر در من خلاف شرع و خلاف مدعائے مہدی بیابید در عایت نا کنید در بہن اظہار سازید تا گنہگار دین خدا باشید و بندہ نیز از کہترین برادران شما ست اگر چیزے خلاف شریعت و طریقت بیند در عایت کند و از شما درگذرد از آن مہدی نباشد۔ تا واضح باد کہ خلافت میراں سیدؓ و خاص بر متابعت متبوع بود۔“

یعنے حضرت ثانی مہدی رضؓ ہر جمعہ کے دن اور ایک قول سے ہر ہفتہ یعنے ہر آٹھواڑے میں ایک دن (اپنے مصاحبین) جمعہ کے روز ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد اجماع کیا کرتے تھے اور امام (مہدی) علیہ السلام کی قسم دیکر فرماتے تھے کہ تم امام مہدی موعود خلیفۃ اللہ کے صحابہ ہو اگر مجھ میں کوئی بات شرع کے خلاف اور مدعائے مہدی کے خلاف پاؤ تو اسکے ظاہر کرنے میں میری رعایت ہرگز مت کرو ورنہ دینِ خدا کے گنہگار ہو جاؤ گے اور بندہ بھی جو آپ سب بھائیوں کا کہترین ہے اگر آپ لوگوں میں کوئی بات شریعت و طریقت کے خلاف دیکھکر رعایتاً آپ سے درگذر کریگا تو مدعائے مہدی سے خارج ہوگا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ میراں سید محمود (ثانی مہدی رضؓ) کی خلافت اپنے متبوع (سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص پیروی پر تھی۔

اس میں محضرۂ مذکورہ کا ہر جمعہ اور ہر ہفتہ کو ہونا اور حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالے عنہ کا خاص اپنے متبوع کی پیروی پر ہونا مذکور ہے۔

دوسری نقل

”نقل ست کہ در صحابۂ حضرت امامؑ ہر اشکالیکہ رو نمودے پیش میراں سید محمود (ثانی مہدی رضؓ) آمدہ حل کردندے و بر فرمودۂ آنجناب خاطر ہمہ کس جمع گشتے و در اجماعِ دائرہ ہمہ مہاجرانِ امام علیہ السلام بودندمگر دو کس از تابعان بودند یکے میاں ولیؓ دوم میاں عبداللہ رضؓ۔“

یعنے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ رضؓ کو (جب دینی امر میں) کوئی مشکل پیش آتی تھی تو میراں سید محمود (ثانی مہدی رضؓ) کے حضور میں آکر حل کرتے تھے اور جو کچھ آپ فرماتے تھے اس پر سب کو تسلی ہوجاتی تھی اور آپکے دائرے کے اجماع میں سوائے دو آدمیوں کے (۱) میاں ولی رضؓ اور (۲) میاں عبداللہ رضؓ کے کہ وہ دونوں تابعی تھے

سب کے سب مہاجر (مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہجرت کر کے فرہ مبارک تک رہنے والے) ہی تھے۔

اتنا اور بھی سن لیجئے کہ گروہ مقدسہ کی کتابوں کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن مہاجرین کرام کی تعداد باختلافِ روایات نو سو ۹۰۰ یا بائیس سو ۲۲۰۰ تھی جن کو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے وصال (وفات) کے وقت خدا تعالےٰ کے حوالہ کرنیکے بعد حضرت ثانی مہدی رضؓ کی خدمت میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا چنانچہ آپ کے حسب فرمان تمام اصحاب و مہاجرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے آپ کی رحلت کے بعد حضرت ثانی مہدی رضؓ کی خدمت اختیار فرمائی حتیٰ کہ گجرات میں آنے کے بعد بھی آپ کی جدائی انہیں گوارا نہوئی۔ سب کے سب بھیلوٹ شریف میں آپ ہی کے دائرہ معلّی میں رہنے لگے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد آپ نے حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ کو سب سے پہلے مصلحتاً باصرار تمام جدا فرمایا اور وہ کھانبیل میں قیام پذیر ہوئے۔ پھر حضرت بندگی میاں شاہ نظام رضؓ کو اسی طرح علیحدہ فرمایا اور وہ رادھن پور میں رہنے لگے پھر حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ و بندگی میاں الہداد حمید رضؓ و بندگی میاں ابوبکر رضؓ و بندگی میاں شاہ عبدالمجید رضؓ و بندگی میاں یوسف رضؓ و بندگی میاں شیخ محمد کبیر رضؓ و بندگی میاں ملکجی رضؓ وغیرہم یکے بعد دیگرے آپ کے حسب الحکم جدا ہو کر بھیلوٹ شریف کے اطراف میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے اقامت گزیں ہوئے۔ اور بہت سے حضرات تو جدا ہوئے ہی نہیں منجملہ اُن کے ایک حضرت بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ ہیں جن کے محضرے کو مولانا میرے تیسرے سوال کے تحت میں نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق بالکل قطعی دلیل مانتے ہیں اور جس کی موجودگی میں کسی اور روایت کی ضرورت نہیں سمجھتے اور بار بار ہر جگہ اسی کا ذکر لاتے ہیں حالانکہ وہ نماز جمعہ پڑھنے یا نہ پڑھنے کے بارے میں مرتب نہیں ہوا ہے بلکہ اُس کے مرتب ہونے کا سبب دوسرا ہے جو آپ کو میرے اُس سوال کا جواب ملنے سے معلوم ہو جاتا جو بعد کے اُنیس ۱۹ سوالوں میں سے گیارہواں سوال ہے مگر افسوس ہے کہ وہ سب کے سب بلا جواب واپس کر دئے گئے۔

غرض حضرت شاہ دلاور رضؓ بھی اُن اصحاب رضؓ میں داخل ہیں جو الگ نہیں ہوئے اور رات دن دائرہ شریف ہی میں رہتے تھے۔ مگر جو حضرت الگ ہو چکے تھے وہ بھی ہر جمعہ کو بلا ناغہ دائرہ مبارکہ میں حاضر ہو کر ظہر کی نماز پڑھا کرتے تھے جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔ اور یہ بات حضرت ثانی مہدی رضؓ کے دائرے میں ہر جمعہ کے دن بلا ناغہ اور ہمیشہ ظہر کی نماز ہونے پر ایسا بیّن ثبوت اور روشن دلیل ہے کہ جسمیں شک و شبہہ کرنے کی ذرہ بھی گنجایش نہیں ہے عام از ینکہ اجماع مجلس اور محضرہ ہر ہفتہ میں یعنے ہر جمعہ کو ہوتا ہو یا دوسرے ہفتہ میں یعنے دوسرے جمعہ کو۔ اور جب جمعہ کے روز ہمیشہ بلا ناغہ ظہر کی نماز ہونا ثابت ہو گیا تو اگر اجماع = مجلس = اور محضرے کا ہفتہ کے دنوں میں سے جمعہ کے سوائے دوسرے دنوں میں، مثلاً سنیچر یا اتوار یا پیر یا منگل یا بدھ یا جمعرات کے روز ہونا مان بھی لیا جائے تب بھی اسکا ظہر کی نماز پڑھنے کے بعد ہی ہونا ثابت ہوگا۔ اس لئے کہ ان دنوں میں جمعہ کی نماز نہیں ہوتی اور فجر و عصر اور مغرب و عشا کا وقت اُس کے لئے

موزوں نہیں ہے۔ کیونکہ ان اوقات میں باہر سے آنے والے حضرات کی تکلیف متصور ہے۔ پس ہر فرد بشر کو یہ ماننے بغیر چارہ نہیں ہے کہ محضرۂ مذکورہ ہفتے میں ایک مرتبہ یا دو ہفتوں میں ایک مرتبہ جب ہوتا تھا تب ظہر کی نماز پڑھے بعد ہی ہوتا تھا اور چونکہ کتابوں میں اُس کے جمعہ کے روز ہونے کی صراحت ہے لہذا یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ جمعہ کے روز ظہر کی نماز پڑھے بعد ہی ہوا کرتا تھا۔ اور یہی بات بنج فضائل کی روایت میں لکھی ہوئی ہے جو بفضلہ تعالیٰ باحسن وجوہ صرف ثابت ہی نہیں بلکہ معتبر کتابوں کے حوالے سے بہت ہی مستحکم اور قوی بھی ہو گئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

بنج فضائل کی روایت یہ ہے: "ہر روز جمعہ بعد از ادائے نماز ظہر پس گشتہ بنشستے و با جملہ مہاجران فرمودندے کہ شما اصحابان امام آخر الزماں خلیفۃ الرحمان ہستید شمارا سوگند حضرت میران ست و سوگند دین خداست کہ اگر در من خلاف شرع و خلاف مدعائے مہدی بیابید و رعایت ما کنید و ما را نگوئید تا گنہ گار دین خدا باشید و سید محمود ہم کہترین از برادران ست اگر چیزے خلاف مدعائے مہدی بیند و رعایت کند و از شما در گذر رساز دو از آن مہدی نباشد۔ ہر جمعہ این محضرہ کردے بلا ناغہ۔ روشن باد کہ ہمہ مہاجران و خصوصاً بندگی میاں سید خوندمیر فرمودندے کہ ما ہیچ فرق از روش حضرت میراں در عہد میراں سید محمود تفاوت نیافتیم۔ بداں اے عزیز کہ ایں دلالت ست بر صدیقیت و لایت کہ چنیں اتفاق مہاجران مہدی علیہ السلام ست۔"

یعنے حضرت ثانی مہدی رضؓ ہر جمعہ کے روز ظہر کی نماز پڑھے بعد پیٹھ پھر اکر بیٹھ جاتے تھے اور تمام مہاجرین سے فرماتے تھے کہ تم خلیفۃ خدا امام آخر الزماں کے اصحاب ہو۔ تمہیں حضرت میراں (مہدی موعود) علیہ السلام اور دین خدا کی سوگند ہے اگر مجھ میں کوئی بات شرع کے خلاف اور مدعائے مہدی کے خلاف دیکھو اور میری رعایت کرکے مجھے نہ کہو تو۔ اگر ایسا کروگے تو دین خدا کے گنہ گار ہو جاؤگے اور سید محمود بھی جو سب بھائیوں سے چھوٹا ہے اگر آپ میں کچھ ایسی بات دیکھے گا اور رعایتاً آپ لوگوں سے در گذر کریگا تو مہدی کی پیروی پر نہ ہوگا۔

یہ محضرہ ہر جمعہ کو بلا ناغہ کرتے تھے۔ واضح ہو کہ سارے مہاجر اور خصوصاً بندگی میاں سید خوندمیر (جواب میں) فرماتے تھے کہ ہم کو آپ کی اور حضرت مہدی علیہ السلام کی چال میں کچھ بھی تفاوت اور فرق نظر نہیں آیا۔ اے عزیزو! جان لو کہ یہ بات جس پر مہاجرین رضی اللہ تعالےٰ عنہم کا ایسا اتفاق ہے (حضرت ثانی مہدی رضؓ) کی صدیقیت پر دلالت کرتی ہے (یعنے اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سید محمود ثانی مہدی رضؓ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیرو تھے) روایت کا ترجمہ پورا ہوا۔

یہ روایت اِس بات پر نص ہے کہ جناب سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور نیز دیگر تمام صحابہ و مہاجرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بھی جن کی تعداد اوپر معلوم ہو چکی ہے اور جن میں بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ تعالےٰ عنہ بھی داخل ہیں نماز جمعہ نہیں پڑھی تھی جیسی کہ منہاج التقویم کی روایت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے نماز مذکورہ نہ پڑھنے پر نص ہے۔

اب روایات مذکورہ اور تاریخ سلیمانی وغیرہ کتب معتبرہ کی مذکورہ بالا روایتوں اور تقریر ماسبق سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں انکی تفصیل سنئے۔

(۱) حضرت ثانی مہدی رضؓ کے دائرے میں جمعہ کے روز ہمیشہ ظہر کی نماز ہوا کرتی تھی۔

(۲) اُس نماز میں دائرے کے رہنے والے اور باہر کے رہنے والے تمام اصحاب مہاجرینؓ شریک ہوا کرتے تھے

(۳) ہر جمعہ کو بلاناغہ ظہر کی نماز پڑھے بعد محضرہ ہوا کرتا تھا۔

(۴) محضرے میں حضرت میاں ولیؓ اور حضرت میاں عبداللہؓ کے سوائے سب کے سب وہ اصحاب مہاجرینؓ ہی ہوتے تھے جو فرہ مبارک تک سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ رہ چکے تھے۔

(۵) وہ گنتی میں نوسو ۹۰۰ یا بائیس ۲۲ سو تھے۔

(۶) محضرہ قسمیہ ہوتا تھا یعنے حضرت ثانی مہدی رضؓ سب کو قسم دیکر فرماتے تھے کہ میری شرم مت رکھو میری رعایت مت کرو اور مجھ میں جو بات شرع شریف کے خلاف اور مہدی علیہ السلام کی پیروی کے خلاف ہو وہ ظاہر کردو نہیں تو دین خدا کے گنہگار ہو جاؤ گے۔

(۷) اس کے جواب میں سب کے سب خصوصاً حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرماتے تھے کہ ہم آپ میں شرع شریف اور مہدی علیہ السلام کی پیروی کے خلاف کوئی بات نہیں پاتے۔

(۸) حضرت ثانی مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ خود بھی قسم کھا کر فرماتے تھے کہ میں بھی اگر تم میں کوئی ایسی بات دیکھونگا تو تمہاری شرم اور مروت نہیں رکھونگا اور برابر کہدونگا۔

(۹) جناب بندگی میاں شاہ دلاور رضؓ بھی اس محضرے میں ہمیشہ شریک رہا کرتے تھے کیونکہ وہ تو دائرۂ شریفہ سے الگ ہی نہیں ہوئے تھے اور رات دن وہاں ہی رہتے تھے۔ جس سے بداہتہً ثابت ہوتا ہے کہ انکا محضرہ جس پر مولانا بہت نازاں ہیں اس محضرے کے خلاف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور وہ نماز جمعہ کے متعلق نہیں بلکہ کسی دوسرے امر کے متعلق مرتب ہوا ہے۔ اور اگر یہ نہیں مانا جائیگا تو ایک بدیہی امر کا انکار لازم آئیگا جو باطل ہے۔ اور نیز آپ کے قول و فعل میں تخالف و تناقض بھی لازم آئیگا یعنے یہ ثابت ہوگا کہ حضرت شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کہنا کچھ تھا اور کرنا کچھ تھا۔ کہنا یہ کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موافق اور ساکت کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی ہے اور کرنا یہ تھا کہ خود اُسے چھوڑ کر جمعہ کے روز ہمیشہ ظہر پڑھا کرتے تھے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موافق اور ساکت کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ اور چونکہ اجتماع نقیضین محال ہے تو دونوں محضروں کا نماز جمعہ کے باب میں ہونا بھی محال ہے اور ظاہر ہے کہ اس عظیم الشان محضرے کی نفی تو کسی طرح ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے باوجود اسکی عظمت و صراحت کے کوئی امر مانع نہیں ہے بلکہ اکثر امور اس کی تائید کرتے ہیں بخلاف اُس محضرے کے کہ اُسکے واسطے متعدد موانع موجود ہیں جنمیں سے

ایک حضرت شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول مذکور میں تنہا ہونا بھی ہے۔ اور موئد کوئی بھی نہیں ہے۔ پس بالضرور نفی ہوگی تو اُسی کی ہوگی نہ اس کی۔

(۱۰) حضرت ثانی مہدیؓ اور دیگر صحابہ و مہاجرینؓ میں سے کسی کا قول و فعل شرع شریف اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے خلاف نہیں تھا۔ جمعہ کے روز ظہر کی نماز پڑھنا بھی ان دونوں کے خلاف نہیں تھا ورنہ قسم کے بعد ظاہر نہ کئے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

(۱۱) صحابہؓ کو جب دینی امر میں کوئی مشکل پیش آتی تھی تو حضرت ثانی مہدیؓ سے حل کرایا کرتے تھے اور حضرت کے فرمان پر سب کو تسلی ہو جایا کرتی تھی۔

(۱۲) حضرت ثانی مہدیؓ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیرو تھے۔

(۱۳) حضرت ثانی مہدیؓ کی خلافت خود کے متبوع (سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاص پیروی پر تھی۔ اور اس پر نوسو یا بائیس سو اصحاب و مہاجرینؓ گواہ ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باوجود جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کے خود کے متبوع حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جناب احمد مجتبیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص پیروی پر ہونے کی وجہ کیا ہے؟

وجہ یہ ہے کہ آپ کے دونوں متبوع نماز کو مشروط مانتے تھے اور شرطوں کی عدم موجودگی میں اسے ادا نہیں فرماتے تھے لہٰذا آپ بھی ایسی حالت میں اس کو نہیں پڑھتے تھے۔

اور آپ کے دونوں متبوع کا نماز جمعہ کو مشروط مان کر مذکور حالت میں ادا نہ فرمانا مولانا خود اپنے جوابات سابقہ میں اشارۃً و کنایۃً اور جواب ہذا میں کھلم کھلا قبول فرماتے ہیں۔ چنانچہ آگے اسی پندرہویں سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں "وہ نماز جمعہ ایسی بستی میں پڑھنا فرض ہے جس میں تجارت ہوتی ہو چنانچہ آیت وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَائِمًا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی بستی میں نماز جمعہ فرض ہے جس میں خرید و فروخت ہے عام ازینکہ وہ بستی شہر کی صورت میں ہو یا قریہ کی صورت میں ہو۔ چونکہ صحرا میں بازار و تجارت نہیں ہے اس لئے اس میں نماز جمعہ بھی جائز نہیں ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کے میدان اور قبا میں نماز جمعہ نہیں پڑھی۔"

اس میں آیت جمعہ ہی سے نماز جمعہ کا مشروط ہونا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کا شہریت اور اقامت کی شرط نہ پائی جانے کی حالت میں نماز جمعہ نہ پڑھنا قبول کیا گیا ہے۔

اور اس سے اوپر کے پیرا گراف میں فرماتے ہیں کہ "اسی طرح ہمارے اسلاف کرام ایسے چھوٹے چھوٹے قریوں میں رہتے تھے جن میں بازار تھے اور نہ اُن میں تجارت تھی وہ صحرا کے حکم میں ہیں مثلاً بہلولٹ شریف وغیرہ۔ ان قریوں کے

رہنے والوں پر بھی نماز جمعہ فرض نہیں ہے“

اس میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نماز جمعہ نہ پڑھنا اور ان کی بستیوں میں اس کا ناجائز ہونا اور فرض نہ ہونا قبول فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ اسلاف کرام سے یہی حضرات مراد ہیں۔

اور یہاں یعنی تمام ولایت میں حضرت خلیفۃ الرحمان والامام آخر الزمان علیہ التحیۃ والرضوان کے سوا دیگر اصحاب و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا بھی نماز مذکور نہ پڑھنا اور ان کا ان کی بستیوں میں بھی ناجائز ہونا اور فرض نہ ہونا جو مولانا نے قبول فرمایا ہے وہ ... کے دعوے سے زیادہ ہے کیونکہ مدعی نے تو صرف اتنا ہی دعوے کیا تھا کہ جناب ثانی مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں متبوعوں کا یعنی ... علیہما الصلوٰۃ والسلام کا نماز جمعہ کو شہروں ... کے حق میں ثابت ہے۔

یہ تو مولانا کے اس اقبال کا ذکر ہے جو آپ نے مذکورہ دونوں پیراگرافوں کی منقولہ عبارتوں سے بدلالت مطابقی ثابت ہوتا ہے ورنہ ضمناً تو دور نبوت کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی نسبت بھی اقبال مذکور قابل تسلیم ہوگا ورنہ لازم آئیگا کہ دور ولایت کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین تو خاتم ولایت کے تابع تھے مگر نعوذ باللہ دور نبوت کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین خاتم نبوت کے تابع نہیں تھے اور یہ باطل ہے۔

نیز مولانا کے مذکور بیان سے ضمناً یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ہمارے اسلاف کرام جمعہ کے روز محض تبلیغ ہی کے لئے مساجد جامع میں تشریف لیجایا کرتے تھے۔ اور اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ وہ وہاں نماز جمعہ بھی فرض سمجھکر قصداً پڑھتے تھے قابل تسلیم نہیں ہے۔ اسواسطے کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جائیگا تو علاوہ دیگر خرابیوں کے بہت بڑی خرابی یہ لازم آئیگی کہ خاتم ولایت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکے توابع خاتم نبوت صلعم کے پیرو ثابت نہیں ہونگے۔ کیونکہ جس حالت میں خاتم نبوت صلعم نے جمعہ کی نماز فرض نہیں سمجھی اور نہیں پڑھی اس حالت میں ان کا فرض سمجھنا اور پڑھنا پیروی کے خلاف ہے پھر خاتم ولایت خاتم ولایت اور تابع تمام نہیں رہینگے اور خاتم ولایت کا خاتم ولایت و تابع تام نہ رہنا باطل ہے۔ لہذا وہ روایتیں کہ جنیں اسلاف کرام کے مساجد جامع میں جمعہ کی نماز پڑھنے کا ذکر آیا ہے غلط فہمی پر محمول ہونگی اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تبعیت تامہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے غیر صحیح اور ناقابل قبول ہونگی۔ چنانچہ وہ تحریر جو تیرھویں سوال کے جواب کے آخر میں ہے کہ ”مومن کی یہ شان ہے کہ جو امر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و روایات صحیحہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہو جائے اس پر اعتقاد رکھے اور اسی پر عمل کرے“ الخ اس بات کی وہم و ہام سے تائید کرتی ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد تو بالکل صحیح ہے جو میرے چوتھے سوال کی چوتھی بات کے جواب میں درج ہے کہ ”مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم

وتابعین رحمہم اللہ کی وہ روایتیں جو ان جوابوں میں ذکر کیگئی ہیں ان سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واصحاب رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ مسجد جامع کو جاتے تھے مگر ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جمعہ بھی پڑھتے تھے ۔الخ

نیز مولانا کے مذکورہ دونوں پیراگراف کا مضمون ضمناً اس امر کو بھی ثابت کرتا ہے کہ اس وقت کے جمعہ پڑھنے والوں کا طرز عمل اسلاف کرام کے عمل کے خلاف ہے اور یہ بدیہی ہے جو محتاج دلیل نہیں ہے۔

اب مولانا کے اشارۃً وکنایۃً اقبال کی کیفیت سنئے۔

(۱) شرائط کو عام ازینکہ وہ وجوب کی ہوں یا ادا کی تمام ما اپنے مخلوط ومضطرب بیان میں قبول فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو تیرھویں سوال کا جواب۔

(۲) چھٹے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "نماز جمعہ وعید کی یہ صورت نہیں تھی کیونکہ آپ (مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے"

ان دونوں کے ملانے سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی اور عید کی نماز۔ "اقامت" کی شرط نہ ہونے سے نہیں پڑھی اور نہ ہی وہ آپ پر فرض تھی جس طرح اور یہ "مصریت" (شہریت) کی شرط نہ پائیجانے سے آپ کا اسے ادا نفرمانا اور اس کا آپ پر فرض نہونا ثابت ہوچکا ہے اور آپ کا حالت سفر میں اسکو نہ پڑھنا اور اس کا ایسی حالت میں آپ پر فرض نہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ آپ کے توابع یعنے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور آپ کے متبوع یعنے حضرت سرور کائنات علیہ الف الف تحیتہ والصلوات اور آنحضرت صلعم کے توابع یعنے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین بھی حالت مذکورہ میں نماز مذکور نہ پڑھیں اور نہ ہی اُن پر فرض ہو ورنہ مذکورۂ بالا بطلان واستبعاد یہاں بھی لازم آئیگا۔

حاصل یہ کہ مولانا اس بات کو مانے ہوئے ہیں کہ ہمارے اسلاف کرام فقدان شرائط کے وقت نماز مذکور کو نہ تو فرض جانتے تھے اور نہ ہی پڑھتے تھے۔ اور چونکہ وہ ہمیشہ اسی حالت میں رہتے تھے اسلئے نہ تو انہوں نے کبھی پڑھی اور نہ ہی وہ اُن پر فرض تھی۔

اور جب فرض نہیں تھی تو ظاہر ہے کہ نفل ہی ہوگی اور نفل کو اس اہتمام سے پڑھنا کہ فرض سے بڑھجائے خود بدعت و مکروہ ہے۔ اور یہ بھی یعنے نماز جمعہ وعیدین کا نفل ہونا بھی مولانا ہی کی تحریر سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ میرے تیسرے سوال کے جواب کی پہلی شق میں آپ نے اسکے متعلق دو روایتیں لکھی ہیں۔

(۱) "حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از ادائے نوافل منع فرمودند سوائے دوگانۂ تحیتہ الوضوء وتراویح وتہجد ونماز جمعہ وعیدین ومکتوبہ وقیتہ" اس روایت کا ترجمہ نہیں کیا گیا۔ اور نماز جمعہ وعیدین کے نفل ہونے پر جس ڈھنگ

اور جس غرض سے پردہ ڈالا گیا ہے وہ مولانا کی اور میری اس مقام کی تحریر سے ظاہر ہے مگر دوسری روایت میں وہ پردہ اٹھا دیا گیا ہے۔ مولانا کی ساری تحریر میں اول سے آخر تک یہی بات پائی جاتی ہے۔ ایک جگہ ایک بات کو چھپاتے ہیں تو دوسری جگہ اسے ظاہر فرما دیتے ہیں اور اگر پہلی جگہ ظاہر فرماتے ہیں تو دوسری جگہ چھپا دیتے ہیں خیر۔

(۲) دوسری روایت یہ ہے "جز پنجوقتہ نماز فرائض و نماز جمعہ و عیدین ہمہ نفلہا منع فرمودند"

اس روایت کا بھی ترجمہ تو نہیں کیا گیا ہے مگر اس کے نیچے جو عبارت لکھی ہوئی ہے اس سے نماز عیدین کا نفل ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جب نماز عیدین نفل ہوگی تو نماز جمعہ بھی نفل ہی ہوگی۔ کیونکہ دونوں کا حکم ایک ہی ہے۔ اب بندہ دونوں روایتوں کا ترجمہ عرض کرتا ہے۔

بات عام فہم ہونے کے لئے ترجمہ لکھنے سے پہلے اس قدر عرض کر دینا مناسب ہوگا کہ جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے گروہ مہدویہ میں ذکر دوام (ہمیشہ خدا کی یاد میں رہنا) فرض ہے۔ اور نفلی عبادتیں عام از ینکہ نماز کی قسم سے ہوں یا اوراد و وظائف ہوں، جو ذکر اللہ سے خالی ہیں اس فرض کی ادائگی میں حرج کرنے والی ہیں لہذا مکتوبہ وقتیہ (پنجوقتہ فرض نماز) اور سنت مؤکدہ اور ان مخصوص نفل نمازوں کے سوائے جن کا نام ان روایتوں میں آیا ہے تمام نفلی عبادتوں کا ادا کرنا منع ہے۔

واضح ہو کہ پہلی روایت میں جو نماز تراویح نفل نمازوں میں شمار کی گئی ہے اس سے مراد وہ تراویح ہے جو سنت تراویح سے زیادہ پڑھی جائے۔ اب روایتوں کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔

پہلی روایت کا ترجمہ یہ ہے کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نفلوں کے ادا کرنے سے منع فرمایا ہے سوائے دوگانہ تحیتہ الوضو و تراویح و تہجد و نماز جمعہ و عیدین اور مکتوبہ وقتیہ (پانچ وقت کی فرض نماز) کے۔

اب مولانا کی اس تحریر پر غور فرمائیے جو اس روایت کے تحت میں درج ہے کہ کس قدر تعجب خیز اور آپ کی شان بحر العلومی کے خلاف ہے جو ایسا لکھتے ہیں کہ "اس روایت سے یہ خیال نہ کیا جائے کہ جمعہ کی نماز نفل ہے ورنہ نماز پنجگانہ بھی نفل ہو جائیگی کیونکہ مستثنیٰ میں یہ بھی داخل ہے"۔

سبحان اللہ! بھلا استثنائی منقطع بھی کہیں مستثنائی متصل میں داخل ہو سکتا ہے۔ اور کیا نادان سے نادان آدمی بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ نماز پنجگانہ کسی حالت میں اور کسی صورت میں بھی مکلف کے لئے نفل ہو سکتی ہے۔ اور اگر ہو سکتی ہے تو اس مثال میں (کہ نزد من نیامدند سوائے زید و بکر و عمر و خالد و رشید و اسپ۔ یعنے میرے پاس کوئی نہیں آیا سوائے زید و بکر و عمر و خالد و رشید اور گھوڑے کے) گھوڑا بھی انسان ہو جائے گا۔ اور گھوڑے کا انسان ہونا محال ہے تو نماز پنجگانہ کا نفل ہونا بھی محال ہے۔ پھر یہ بیچارے بے علم اور ان پڑھ لوگوں کو اندھیرے میں رکھنا نہیں تو اور کیا ہے۔

دوسری روایت کا ترجمہ "پانچ وقت کی فرض نماز اور جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز کے سوائے سب نفلیں

منع فرما دی ہیں“

یہاں تو مولانا نے رقم فرمایا ہے کہ [illegible] کے پردے میں نماز جمعہ کا نفل ہونا بھی قبول فرماتے ہیں جس کی تفصیل گذر چکی۔
غرض ان دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز بھی مثل دوگانہ تحیۃ الوضوء
تراویح و تہجد کے نفل ہیں۔ اور جس طرح دوسرے نفلوں کے برابر دوگانہ تحیۃ الوضوء تراویح و تہجد کو منع نہیں فرمایا اور انکے
پڑھنے کے لئے رخصت دی ہے اسی طرح نماز جمعہ وعیدین کو بھی منع نہیں فرمایا [illegible] رخصت رکھی
گئی ہے۔ تو یہ ایک رخصتی نفل ہوا [illegible] کے واسطے سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام [illegible] رخصت کو
چھوڑ کر اور عالیت کو [illegible]۔

مگر [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ اس نفل اور رخصتی فعل کو مولانا نے اسی جگہ [illegible] روایتوں کا خلاصہ
کیونکہ [illegible] فرض کے برابر ادا کرنے کے متعلق حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم بتلاتے ہیں چنانچہ تحریر
فرماتے ہیں [illegible] دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت [illegible] مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز دوگانہ
جمعہ وعیدین کے پڑھنے کا حکم فرمایا ہے [illegible] رخصتی فعل کے چھوڑنے کا
ارشاد [illegible] آگئی۔

اور اگر مولانا کا یہ مطلب ہے کہ ان لوگوں پر جمعہ کی نماز فرض نہیں ہے وہ اگر شہر میں حاضر ہو کر جامع مسجد میں
پڑھیں تو اُن کا جمعہ بطور فرض ادا ہوگا اور ان سے ظہر کا فرض ساقط ہو جائیگا جیسا کہ آگے اسی سوال کے جواب میں
آتا ہے تو یہ بھی نہیں ہو سکتا۔ اسلئے کہ ہمارے اسلافِ کرام نے اپنے مقام پر تو عمر بھر جمعہ کی نماز کبھی پڑھی ہی نہیں ہے جب
گئے ہیں تب شہر کی جامع مسجد ہی میں پڑھی ہے باوجود اسکے جب اسے نفل اور رخصتی فعل قرار دیا گیا ہے تو اس
طرح پڑھنے سے بھی اُن کی نماز جمعہ بطریق فرض ادا نہیں ہونی چاہیئے اور ظہر کا فرض اُن سے ساقط نہیں ہونا چاہیئے
کیونکہ چھوٹے چھوٹے قریوں اور گاؤں میں رہنے والوں کا جمعہ شہر میں جاکر جامع مسجد میں پڑھنے سے بطور فرض
تو اُس وقت ادا ہو سکتا ہے کہ تمام شرطوں کے موجود ہونے سے شہر میں اُس کی فرضیت قطعی اور یقینی ثابت ہو جائے
اور اگر شہر میں کسی شرط کے مفقود ہونے سے اُس کی فرضیت ساقط ہوگی تو شہر والوں کا بھی جمعہ نفل ہی ہوگا اور گاؤں
میں سے وہاں جانے والوں کا بھی۔ اور ظہر کا فرض دونوں پر باقی رہجائیگا۔
اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زبان سے جو منہاج التقویم کی روایت میں ہے ثابت ہوتا ہے کہ اُسوقت
شرطیں مفقود تھیں۔ اور آج کل بھی شرطِ امام (سلطانِ مسلم) کے دریا بچانے سے ہندوستان کی وہی حالت ہے
اسی واسطے احتیاط الظہر کا رواج شہر والوں میں بھی عالموں کے فتوے دینے سے سالہا سال سے جاری ہے۔ دیکھو فتاویٰ
عالمگیریہ وغیرہ کتب معتبرہ اور فتاوےٰ احتیاط الظہر مولانا عبدالرشید صاحب گنگوہی مطبوعہ دیوبند۔

بندے نے ناظرین کی آسانی کے لئے فتوائے مذکور اس جواب الجواب کے ساتھ آخر میں رکھا ہے۔

اس ساری تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ اس سوال کے جواب میں آگے آنے والے مولانا کے دو پیری گرافوں کی مذکورہ عبارتیں واضح طور پر ان امور کو ثابت کرتی ہیں کہ

(۱) نماز جمعہ کا مشروط ہونا قطعی اور یقینی ہے۔ قیاسی اور ظنی نہیں اسلئے کہ کتاب اللہ تعالیٰ و سنت رسول اللہ صلعم و قول و فعل مہدی مراد اللہ ع اور اجماع سے ثابت ہے۔

(۲) شرطیں موجود نہونے کی حالت میں اسکی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے یعنے فرض نہیں رہتی اور نفل ہو جاتی ہے

(۳) اگر ایسی حالت میں کوئی اسے ادا کرے گا تو وہ مکروہ و بدعت ہوگی اور ظہر کا فرض اس کے ذمہ واجب الادا ہوگا۔

(۴) زمانۂ نبوت میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم اور آپکے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور زمانۂ ولایت میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فقدان شرائط کی حالت میں نماز مذکور کبھی نہیں پڑھی۔

(۵) ہمارے اسلاف کرام جمعہ کے روز جامع مسجد میں فقط تبلیغ ہی کے واسطے جاتے تھے۔

(۶) جو روایتیں اس کے برخلاف ہیں وہ حجت و استدلال کے لائق نہیں ہیں۔

(۷) اسوقت جمعہ کی نماز پڑھنا اسلاف کرام کی پیروی کے خلاف ہے وغیرہ اور یہ سب باتیں مولانا کے مسلمات سے ہیں مگر آپ کا بیان مخلوط و مضطرب ہے

کاش مولانا اپنے بیان کو اختلاف و اضطراب سے محفوظ رکھتے اور ان ہی مذکورہ عبارتوں پر جو معدودے چند لفظ ہیں اکتفا فرماتے۔ اگر ایسا ہوتا تو نہ آپ کا وقت برباد ہوتا اور نہ میرا۔ کیونکہ میرے سولہ سوالوں کا حقیقی جواب ان ہی چند لفظوں میں بخوبی ادا ہو جاتا ہے۔ وجہ یہ کہ میرے تمام سوالات کا خلاصہ یہی ہے کہ اس وقت نماز جمعہ پڑھنا اسلاف کرام کی پیروی کے موافق ہے یا نہیں فقط اور اس کا جواب ادا کرنے کے لئے مذکورہ الفاظ کافی سے زیادہ ہیں لیکن خدا جانے اس اختلاف و اضطراب اور بیکار طوالت سے مولانا کا مقصود کیا ہے۔

واضح ہو کہ میں نے اپنے سوالات کے مذکور خلاصے کو سولہ سوالات میں اس لئے ترتیب دیا ہے کہ صحیح جواب مل سکے ورنہ درحقیقت سوال ایک ہی ہے جو خلاصہ کی صورت میں عرض کیا گیا۔

جواب۔ عقلاً و نقلاً یہ ناممکن ہے کہ ثانی مہدی رضی اللہ عنہ سے ایسی عبادت متروک ہو جائے جسکی فرضیت قرآن مجید و قول و فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوئی ہے۔ اور مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسکو تابع تام ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ادا کی ہے۔

جواب الجواب - ابھی گذرا ہے

جواب - صحیح بخاری و صحیح مسلم کی روایتوں سے ثابت ہے کہ جمعہ کی نماز شہروں اور قریوں میں ادا کی گئی ہے مثلاً قریہ جواثی وغیرہ میں۔

جواب الجواب - جواثی گاؤں نہیں تہا۔ شہر تہا۔ ملاحظہ ہو بیان شرائط و ضمیمہ۔ اور مولانا کے آئندہ بیان سے بھی یہی پایا جاتا ہے۔

جواب - لیکن وہ چھوٹے چھوٹے جن میں بازار و تجارت نہیں ہے وہ صحرا کے حکم میں ہیں ان قریوں میں رہنے والوں پر نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔ اگر وہ شہر میں حاضر ہو کر جمعہ پڑہیں تو انکی نماز جمعہ بطور فرض ادا ہوگی اور اُن سے ظہر ساقط ہو جائیگی۔ چنانچہ بخاری میں یہ روایت ہے عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَ النَّاسُ يَتَنَاوَبُونَ الْجُمُعَةَ مِنْ مَنَازِلِهِمْ وَالْعَوَالِي یعنے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اطراف مدینہ سے لوگ جمعہ کو نوبت بہ نوبت آتے تہے۔ اِس حدیث سے ظاہر ہے کہ اگر اُن دیہات والوں سے نماز جمعہ بطور فرض ادا نہوتی اور ظہر کا سقوط نہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُن کو مدینہ میں آکر نماز جمعہ پڑہنے سے منع فرماتے اور کہدیتے کہ تم ظہر پڑہا کرو لیکن اس کا ذکر کسی حدیث میں نہیں ہے۔ بلکہ انکے نوبت بہ نوبت آنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جائز رکھتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر چھوٹے چھوٹے قریوں کے لوگ اپنے قریوں سے آکر شہروں میں نماز جمعہ پڑہیں تو اُن کی نماز جمعہ بطریق فرض ادا ہوگی اور ظہر اُن سے ساقط ہو جائیگی۔

جواب الجواب - مدینہ منورہ میں بخلاف ہندوستان کے تمام شرطیں موجود تھیں۔ اسکو اسپر قیاس کرنا درست نہیں ہے

جواب - اسیطرح ہمارے اسلاف کرام ایسے چھوٹے چھوٹے قریوں میں رہتے تھے جن میں بازار تھے اور نہ انہیں تجارت تھی وہ صحرا کے حکم میں ہیں مثلاً بھیلوٹ شریف وغیرہ اُن قریوں کے رہنے والوں پر بھی نماز جمعہ فرض نہیں ہے۔

جواب الجواب - گذر چکا۔

جواب - واضح ہو کہ صحرا میں نماز جمعہ جائز نہیں ہے۔ کیونکہ نماز جمعہ کی آیت کریمہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز جمعہ ایسی بستی میں پڑہنا فرض ہے جس میں تجارت ہوتی ہے چنانچہ آیت فَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انْفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسی بستی میں نماز جمعہ فرض ہے جسمیں خرید و فروخت ہے عام ازینکہ وہ بستی شہر کی صورت میں ہو یا قریہ کی صورت میں ہو۔ چونکہ صحرا میں بازار اور تجارت نہیں ہے اسلئے اُس میں نماز جمعہ بھی جائز نہیں ہے اسی واسطے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرفات کے میدان اور قبا میں نماز جمعہ نہیں پڑہی۔

جواب الجواب - گذر چکا۔

جواب - غرض صحرا میں اور اُن چھوٹے چھوٹے قریوں میں جو صحرا کے حکم میں ہیں نماز جمعہ جائز نہیں ہے اور اس بستی میں جائز ہے جس میں بازار ہو اور تجارت - عام از ینکہ وہ شہر ہو یا گاؤں ہو -

جواب الجواب - "یا گاؤں ہو" کے بدلے یا قریہ ہو لکھنا چاہئے تھا جیسا کہ اوپر لکھا ہے تا کہ بازار و تجارت والی بستی میں اسکا شمار ہو سکے -

جواب - ہماری تقریر سے ظاہر ہے کہ جن علماء نے مطلق قریہ میں نماز جمعہ کو نا جائز رکھا ہے سخت غلطی کی ہے -

جواب الجواب - یہ اس بات کا اقرار ہے کہ قریہ دو طرح کے ہیں -

ایک وہ جس میں بازار و تجارت ہو اور یہ شہر کا مرادف ہے -

دوسرا وہ جس میں بازار و تجارت نہو اور یہ گاؤں کا مرادف ہے -

پھر مطلق قریہ میں بلکہ کہلم کھلا "گاؤں" میں جمعہ کو جائز کر دینا کس کی غلطی ہوگی؟

جواب - اب ہم پنج فضائل کی روایت میں اور بحث کرتے ہیں اور اس کی چند وجہیں ہیں -

پہلی یہ ہے کہ یہ روایت محضرۂ شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے برخلاف ہے کیونکہ محضرۂ مذکورہ میں یہ ذکر کیا گیا ہے کہ

میراں (مہدی) علیہ السلام ہر جا کہ نماز گزاردہ اند خطیبان آنجا ساکت بودند بلکہ در بعض جا موافق ہم بودند چنانچہ درکاہہ و ٹھٹہ قاضی قادن بود -

جواب الجواب - گو کہ اب اس کے متعلق کچھ بھی عرض کرنے کی ضرورت نہیں رہی تاہم یہاں جو ایک نیا پہلو نظر آتا ہے اُس کا اظہار مناسب ہے - اور وہ یہ ہے کہ محضرۂ مذکورہ میں مطلق نماز کا ذکر ہے - خصوصاً نماز جمعہ کا نہیں ہے اور پھر کسی کی اقتدا کرنا بھی مذکور نہیں ہے - صرف اتنا ہی ذکر کیا گیا ہے کہ میراں (مہدی) علیہ السلام نے جہاں جہاں نماز پڑھی ہے وہاں کے خطیب ساکت یا موافق تھے -

اور اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ ساکت یا موافق کے پیچھے پڑھی ہے - اور جمعہ ہی کی نماز پڑھی ہے دوسری نہیں - البتہ اس قدر ثابت ہو سکتا ہے کہ جامع مسجد میں پڑھی ہے - پھر یا تو آپ کا خود امام ہونا ثابت ہوگا یا تنہا پڑھنا - اور کوئی بھی نماز پڑھنا ثابت ہوگا - خصوصیت سے نماز جمعہ ہی پڑھنا ثابت نہیں ہوگا - بہر حال آپ کا ساکت یا موافق کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھنا کسی طرح ثابت نہیں ہوتا -

اور یہ مولانا کا اپنی اُن تحریرات سابقہ سے رجوع فرمانا ہے جن میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مذکور دونوں قسم کے امام کی اقتدا میں نماز جمعہ پڑھنا ثابت کر آئے ہیں -

اور نیز اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ محضرۂ مذکورہ نہ تو نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق ہے اور نہ ہی صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس پر اتفاق کر کے اپنے اپنے دستخط کئے ہیں کیونکہ یہاں آپ نے حضرت شاہ دلاور رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا وہ قول نہیں لکھا جو میرے تیسرے سوال کے جواب کی پہلی شق میں اور تیرہویں سوال کے جواب کے پہلے امر میں لکھا ہے۔ بلکہ اس سے بالکل سکوت ہے۔ یہاں تک کہ (الخ) کرکے اس کی طرف اشارہ بھی نہیں فرمایا۔

پس یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مولانا نے یہاں اپنی مذکورہ اگلی تحریروں سے رجوع فرمایا ہے۔ اور آپ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساکت و موافق کے پیچھے نماز جمعہ نہیں پڑھی۔

اور تیرھویں سوال کے پہلے امر میں جو آخری فقرہ لکھا ہے اُس سے اچھی طرح ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے بندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے اُسی قول پر اتفاق کرکے دستخط فرمائے ہیں جو یہاں مذکور ہے نہ اُس پر جو تیرہویں سوال کے جواب میں گذرا۔ فقرۂ مذکورہ جو وہاں حضرت شاہ دلاور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کا قول پورا ہوئے بعد اُس سے الگ کرکے لکھا گیا ہے یہ ہے "شاہ دلاور رضی اللہ عنہ کے اُسی قول پر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اتفاق کیا اور اپنے اپنے دستخط کئے جن کا ذکر پندرہویں سوال کے جواب میں آئیگا"

اور یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ محضرۂ مذکورہ صلوٰۃ جمعہ کے ادا کرنے پر مرتب نہیں ہوا بلکہ اُس امر پر ہوا ہے جو یہاں مذکور ہے۔ یعنے حضرت میراں (مہدی) علیہ السلام نے ساکت یا موافق کے پیچھے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ ورنہ لازم آئیگا کہ آپ کے دو قسم کے منکروں میں سے ایک کافر ہے اور دوسرا نہیں ہے۔ یعنے معاند کافر ہے اور غیر معاند (ساکت) کافر نہیں ہے۔ اور یہ جمہور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اتفاق کے خلاف ہے جس پر ان کے دستخط ہیں لہذا باطل ہے۔ اور موافق کے پیچھے نہ پڑھنا تو پہلے ہی سے ثابت ہے اسلئے کہ کاہہ اور ٹھٹے کے مقام میں آپنے جمعہ بالکل نہیں پڑھا۔ تفصیل در ضمیمہ۔

جواب - یہ محضرہ قوم میں مشہور اور اکثر خاندانوں میں موجود ہیں۔ اس محضرہ میں جن اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اور بعض تابعین کے دستخط ہیں۔ اُن کے یہ اسماہیں۔

میراں سید محمود رضؓ - میاں سید خوندمیر رضؓ میاں نعمت رضؓ میاں نظام رضؓ میاں دلاور رضؓ ملک برہان الدین رضؓ ملک گوہر رضؓ ملک معروف رضؓ میاں امین محمد رضؓ میاں یوسف رضؓ میاں سلام اللہ رضؓ میاں ابوبکر رضؓ میاں ملک جیو رضؓ میاں عبدالمجید رضؓ میاں اخوند ملک رضؓ میاں ابو محمد رضؓ میاں حیدر رضؓ میاں بہائی رضؓ وغیرہ - یہ سب اصحاب کرام کے اسماہیں رضی اللہ عنہم۔

ملک الهداد - میاں سید یعقوب - میاں ابوالفتح بن میاں ابوبکر - میاں عبدالرحمن - میاں خوند شیخ وغیرہم من التابعین رحمہم اللہ

جواب الجواب - حضرت بندگی ملک الهداد خلیفہ گروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابۂ کرام میں داخل ہیں[۵] آپ کو تابعین رحمہم اللہ میں شمار کرنا مولانا ہی کا کام ہے۔

[۵] کتاب کے آخر میں دیکھو۔

جواب۔ اس محضرہ میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے مَنْ خَرَجَ مِنْ هٰذَا الْاِتِّفَاقِ فَهُوَ خَارِجٌ مِنَّا یعنے
اس اتفاق سے جو خارج ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

جواب الجواب۔ یعنے تکفیر منکر (عام ازینکہ وہ معاند ہو یا ساکت) کے مسئلہ میں جو ہمارا
ساتھ نہیں دیگا وہ ہم میں سے خارج ہے۔

جواب۔ اس محضرۂ مبارک پر سب سے پہلے سید محمود ثانی مہدی رضی اللہ عنہ کے دستخط ہیں۔ یہ
کس طرح ممکن ہوگا کہ آپ اس امر پر دستخط فرمائیں کہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساکت و موافق
کی تکفیر نہیں فرمائی ہے اور پھر اپنا عمل اُس کے برخلاف رکھیں اور جمعہ کے دن بلاناغہ جمعہ ترک کریں اور ظہر
پڑھتے ہیں۔ اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمائیں کہ اگر میرا کوئی عمل مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے برخلاف ہو
اس سے تم جدا ہو [illegible]

جواب الجواب۔ یہ اسی طرح ممکن ہوگا جس طرح کہ اوپر ثابت ہوا ہے۔ اور حضرت ثانی مہدی
رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے تکفیر منکر کے اتفاق نامہ پر دستخط فرمائے ہیں جسے مولانا تبول فرما چکے ہیں۔ اُس امر پر نہیں جسے
اب لکھ رہے ہیں۔

جواب۔ چونکہ روایت پنج فضائل۔ روایات مذکورہ و محضرۂ قطعیہ کے متعارض ہے اس لئے قابل
استدلال نہیں ہے۔ دوسری یہ ہے کہ روایت مذکورہ اس وجہ سے بھی قابل حجت نہیں ہے کہ امر دینی میں قول صحابی
جبکہ وہ معارض کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و قول و فعل مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ
والسلام و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہو لائق حجت نہیں ہوتا چنانچہ اس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ تیسری یہ ہے کہ روایت
مذکورہ کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم کے مخالف ہے۔ اِس لئے
لائق حجت نہیں۔

جواب الجواب۔ بارہا گذر چکا ہے۔

سولہواں [۱۶] سوال

اِس وقت ہمیں نماز جمعہ پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ اور اگر پڑھیں تو جس طرح مہدیؑ اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہوا اُس
طرح پڑھیں یا جس طرح ہمارا جی چاہے؟ اور اس آخری شق میں ہم مہدیؑ کے سچے پیرو کہلائے جانے کے مستحق
ہونگے یا نہیں؟ بَیِّنُوْا بِالْبَیَانِ الشَّافِیْ وَتُوْجَرُوْا اَجْرًا وَّافِیًا۔

جواب۔ مومن کا فریضہ ہے کہ جو حکم کتاب اللہ یا ایسی سنت سے ہو کہ مخالف کتاب اللہ نہ ہو اور روایات

صحیحہ معتبرۂ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم یا مجتہد کے قیاس قطعی سے ثابت ہوا اس پر عمل کرے ۔ نماز جمعہ جبکہ وہ کتاب و سنت و قول و فعل مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و اجماع امت سے ثابت ہے اس کا ادا کرنا فرض ہے اور اسی طرح ادا کرنا فرض ہے جس طرح کہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور روایات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے ۔

اس نماز کے بعد چار رکعتیں وقتیہ کی ادا کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ عمل اصول مذکورہ سے ثابت نہیں ہے ان دلائل قاطعہ کے وجود کے بعد عمل صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اور ان کے قول کی طرف توجہ کرنے کی حاجت نہیں ہے ۔

واضح ہو کہ مصدقین مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر فرض ہے کہ عقائد و اعمال میں ان روایات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا کریں جو متواترہ اور مشہورہ ہوں مثلاً مسئلۂ ایمان اور یہ مسئلہ کہ مومن دوزخ میں جا کر باہر نکلیگا ۔ اور امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنا ۔ اور منکران مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اقتدا نہ کرنا اور مفروضہ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا نکرنا ۔ اور جن عقائد و اعمال کا ثبوت روایات مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ملتا اُن میں آپ کے حسب فرمانِ قدسی اقوال مجتہدین رحمہم اللہ کی طرف رجوع کریں مگر یہ ضرور ہے کہ ارشاد مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق اُن مسائل کو اختیار کریں جن میں عزیمت ہو ۔

چونکہ نماز جمعہ کا ثبوت ہم کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم و قول و فعل مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملگیا ہے تو ہم کو مجتہدین کے اقوال کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اصول مذکورہ قطعیہ ہیں اور ان کے سوا جو کچھ امور قیاسیہ ہیں سب ظنی ہیں ۔ پس اصول قطعیہ کی اتباع فرض ہے ۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ (ط) وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَآبُ (ط)

اللہ جل شانہ کا شکر ہے کہ ہم نے اس کے فضل و کرم سے اس حالت سفر میں ان جوابات کو لکھا ہے اور اپنی قدرت ممکنہ کے موافق اظہار حق کیا اور دیانت سے کام لیا ہے اب دعا یہ ہے کہ اللہ جل شانہ سائل کو یہ توفیق عطا کرے کہ وہ نماز جمعہ پڑھ لیوے وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (ط)

تاریخ مسودہ ۲۶ رجمادی الاولے ۱۳۴۶ھ روز سہ شنبہ مکان مولوی سید مرتضیٰ صاحب ۔ مقام ڈبھوئی مجیب اشرف ابن العارف الکامل السید علی ابن الحافظ العلام الفاضل العلامۃ السید اشرف تغمدہما اللہ بغفرانہ ۔

سید اشرف غفرلہ

جواب الجواب ۔ ہر چند کہ مولانا کا بیان متضاد و پریشان اور کچھ خارج از بحث بھی ہے جس کی وجہ سے وہ میرے سوال کا حقیقی جواب نہیں ہو سکتا تاہم اس سے اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ اس وقت ہمیں نماز جمعہ

نہیں پڑھنی چاہیئے اور ہمارے بعض بھائی جو پڑھتے ہیں وہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیرو نہیں ہیں بلکہ وہ نعوذ باللہ مومن بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ آپ اُس حکم پر عمل کرنا مومن کا فریضہ بتلاتے ہیں جو کتاب اللہ تعالیٰ یا اس کے مطابق سنت رسول اللہ اور روایات مہدی موعود علیہما الصلوات والتسلیمات یا اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم یا مجتہد کے قیاس قطعی سے ثابت ہو بشرطیکہ اُس میں عزیمت ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اُن کا یہ عمل اِن اصولوں کے خلاف ہے۔

اِن تمام اصولوں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ نماز مشروط ہے۔ اور وہ شرائط کا لحاظ نہیں کرتے۔ یہ جامع مسجد میں ہونی چاہیئے۔ اور وہ اپنے مقام پر پڑھا کرتے ہیں۔

اور مولانا کی یہ تحریر کہ "عمل صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ اور اُن کے قول کی طرف توجہ کرنے کی حاجت نہیں ہے" حدیث "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ" کے مخالف ہونے کے علاوہ آپ کی اوپر کی تحریر سے بھی معارض ہے۔

حدیث مذکور کا ترجمہ یہ ہے (لوگو!) تم میری اور خلفاء راشدین کی سنت کو اپنے اوپر لازم کر لو یعنے دونوں پر عمل کرو۔ کیونکہ خلفاء راشدین (صحابہ) رضی اللہ تعالےٰ عنہم کی سنت بھی اصول مذکورہ کے خلاف نہیں ہو سکتی۔

اور اگر مولانا کے نزدیک عقیدۂ شریفہ کی روایت " بدنبال منکران مہدی نماز مگزارید" الخ اور وہ دونوں روایتیں جن سے نماز جمعہ کا نفل اور خلاف عزیمت ہونا ثابت ہوتا ہے اور منہاج التقویم کی یہ روایت کہ " قَالَ الْمَهْدِيُّ نَذْهَبُ اِلَى الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَنُصَلِّي الظُّهْرَ " الخ وغیرہا روایات متواترہ و مشہورہ نہیں ہیں تو آپ نے انہیں قابل وثوق و تقلید کیوں مانا اور استدلالاً کتابوں میں درج کس لئے فرمایا۔ دیکھیے اول کی تینوں روایتیں سوال ششم و سوم کے جوابات میں مولانا کی مختار ہیں اور آخری چوتھی روایت رسالۂ الجمعہ میں مذکور ہے جس پر مولانا کی تقریظ ہے۔ باقی اظہار حق اور دیانت سے کام لینے وغیرہ مضمون کی کیفیت ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ تعالےٰ اَعْلَمُ وَعِلْمُهُ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا۔

الٰہی اس ناچیز تحریر کو جو بمجبوری وجود میں آئی ہے اور بجز اس کے کہ قومی اختلاف دور ہو کسی غرض پر مبنی نہیں ہے مقبول خاص و عام فرما۔ اور اس کی وجہ سے ہماری قوم کا اختلاف دور کر اور سب کو ایک اور نیک راہ پر چلا تا اِس کی غایت پوری ہو جائے۔ اور اس اختلاف کو دور کرنا تیرا ہی کام ہے رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ ۞

اور ڈبھوئی کی مہدویہ جماعت کو جس نے اس کے اردو اور گجراتی دونوں طرح کے حروف میں طبع کرانے کا بار اٹھایا ہے اچھی سے اچھی توفیق دے اور دونوں جہان میں خوش و خرم رکھ آمین یارب العالمین۔

تاریخ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ یوم جمعہ۔ کنواں محلہ۔

دائرہ۔ ڈبھوئی۔

هیچمدان

امیر الدین بھڑوچی غفر اللہ لہ ولوالدیہ

ضمیمہ

بندے کا واپس شدہ خط

۷۸۶

ڈبھوئی - کنواں محلہ - دائرہ

۱۸ جمادے الاخرے سنہ ۱۳۴۶ھ یوم سہ شنبہ

میرے مولا میرے مخدوم عالیجناب مولانا مولوی سید اشرف صاحب قبلہ شمسی مدظلہ العالی -

السلام علیکم وعلیٰ مَن لَدَیکُم - زیارتِ صدیقِ ولایت رضؓ مبارک

جناب والا کا تاریخ ۱۵ ر ماہ رواں سنہ جاریہ کا بھیجا ہوا جواب بندے نے دیکھا - افسوس صد افسوس! کہ حضور اور ایسا جواب!

یہ جواب کیا ہے - غیر ضروری اور مکرر سہ کرر و متضاد باتوں کا ایک اچھا خاصہ مرقع ہے -

اس میں جمعہ کی نماز مشروط بھی مانی گئی ہے اور غیر مشروط بھی - جمعہ مطلق بھی ثابت کیا گیا ہے اور مقید بھی اُسے فرض بھی بتایا گیا ہے اور نفل بھی اس کے لئے آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ کے قول کی ضرورت سمجھی بھی گئی ہے اور نہیں بھی - اجماع صحابہ رضؓ کو حجت مانا بھی گیا ہے اور نہیں بھی - حضرت ثانی مہدی رضؓ کا نماز جمعہ پڑھنا ثابت بھی کیا گیا ہے اور نہیں بھی سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز جمعہ پڑھنا تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ظاہر فرمایا بھی گیا ہے اور نہیں بھی آپؑ کو تابع تام بھی فرمایا گیا ہے اور نہیں بھی - مہدویوں پر سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی واجب مانی بھی گئی ہے اور نہیں بھی - غرض اول سے آخر تک اسی قسم کی باتیں تحریر فرما کر نادانوں کا دل سمجھانے کے لئے ضخامت بڑھا دی گئی ہے - سولہ نمبر بھی لگا دیئے گئے ہیں مگر سائل کے سوالوں کا جواب ندارد

جب تک کہ صاف لفظوں میں یہ تحریر نہیں فرمایا جائیگا کہ اس وقت نماز جمعہ جس طریقہ سے کہ ہمارے بعض بھائی شروع کر بیٹھے ہیں وہ جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کے مطابق ہے یا نہیں؟ اور وہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیرو کہلائے جانے کے مستحق بھی ہیں یا نہیں؟ تب تک سائل کے سوالوں کا

جواب ہرگز ہرگز ادا نہوگا۔ چاہے کتنے ہی صفحے بھر کیوں نہ دیے جائیں اور نہ ہی اظہار حق کی ذمہ داری سے سبکدوشی ہوگی۔

مولانا صاحب! چونکہ مجھے اپنے متعدد اساتذہ میں جناب والا سے خصوصیت ہے لہذا حضور کا ایسا جواب دیکھکر نہایت شرم آتی ہے۔ کاش ایسا جواب تحریر فرمانے سے تو میرے سوالات کو لغو اور مہمل قرار دیکر اسوقت بھی ٹالدیتے جس طرح کہ سات برس پیشتر ٹال دیا تھا۔ صد ہزار افسوس! کہ جو بات بندے نے آج تک پردے میں رکھی تھی آج اس طرح طشت ازبام ہوگئی۔ کاش اس دن کے آنے سے پہلے میری موت ہی آجاتی کہ میں اپنے ایک خاص استاد کا اپنی آنکھوں سے ایسا جواب نہ دیکھتا۔ حضور کے دل میں بھی اس جواب کی جو حقیقت ہے وہ حضور والا کی اس تحریر سے کہ "میری اجازت کے بغیر اس جواب کو چھپوانے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اس کے خلاف عمل نہ کیا جائے" ظاہر ہے مگر افسوس ہے کہ اب بندے کے قابو سے یہ بات باہر ہو چکی ہے۔

(۱) کیا مراسلہ بھی استفتے کے جواب کا جزو ہے اور اسمیں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سب صحیح ہے۔ اور اس سے حضور کی غرض کیا ہے جو جواب کے ساتھ رکھا گیا ہے؟ اگر یہ مع جزو ہی ہے تو استفتے کے ساتھ کی چیزیں بھی استفتے کی جزو ہونگی پھر اس کے ساتھ کی عرضی اور اسکے آگے پیچھے کی عبارت اس کے ساتھ نہ رکھنے تھی کہ تاریخ تک اڑا کر استفتے کو بالکل معریٰ اور بلا تاریخ چھپوانے کی کیا وجہ ہے؟

(۲) کیا استفتے کے جوابات ایسے ہی ہوا کرتے ہیں جیسے کہ جناب والا نے جواب دیا ہے؟

(۳) استفتے کے جواب میں اور مکابرہ و مجادلہ میں کتنا فرق ہے؟

(۴) کیا فتوے کی صورت ایسی ہی ہوا کرتی ہے جیسی کہ جناب والا نے اختیار فرمائی ہے؟

(۵) کیا تحقیق حق کے لئے استفتا پیش کرنا اور سوال و جواب کرنا خصوصاً اپنے استادوں سے دشمنی کا موجب ہی؟

(۶) دعوت قبول کرنا کیسا ہے؟ اگر سنت ہے تو کیوں بندے کی دعوت قبول نہیں فرمائی گئی حالانکہ اسکے بعد جناب والا کا قیام تین روز تک ڈبھوئی میں رہا جن میں وعظ ہوا اور نماز جمعہ کے متعلق پرزور چیلنج بھی دیا گیا جسکی وجہ سے بندہ استفتا مرقومہ ۳ر جمادی الاول ۱۳۳۹ھ کی نقل پیش کرنے پر مجبور ہوا اور دوسرے روز جناب والا بھیلوٹ تشریف لیگئے۔

(۷) بندے کے تیسرے سوال کے اس آخری فقرے کو کہ (اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسکی وجہ کیا؟) چھوڑ دینے کا کیا سبب ہے؟

(۸) اس وقت ہمارے بعض بھائی جو نماز جمعہ پڑھتے ہیں وہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق ہے یا نہیں؟

(۹) میرے چوتھے سوال میں جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمعہ کی نماز کو بطور فرض یا بطور نفل

ادا فرمانا دریافت کیا گیا ہے یا نہیں؟ اگر دریافت کیا گیا ہے تو اس کا جواب کیوں نہیں دیا گیا؟ اور اگر نہیں دریافت کیا گیا ہے تو جناب والا کے یہ لکھنے کا کیا سبب ہے کہ "اگر سائل کا یہ مقصود ہے کہ آپ بطور فرض نماز جمعہ پڑھتے تھے یا بطور نفل" الخ یہ حضور نے کہاں سے سمجھ لیا؟۔

(۱۰) جناب والا نے اس جواب میں کسی جگہ نماز جمعہ کو نفل بھی ثابت کیا ہے یا نہیں؟

(۱۱) صحیفۂ حضرت شاہ دلاور رضؓ جمعہ کے بارے میں مرتب ہوا ہے یا کسی اور باب میں؟

(۱۲) سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز پنجگانہ ساکت کے پیچھے پڑھنے کی ضرورت نہ ہونے اور جمعہ کی نماز کے لئے ہونے کی کیا وجہ ہے؟

(۱۳) نماز پنجگانہ میں آپؑ کے خود امام ہوتے اور نماز جمعہ میں نہ ہونے کا کیا سبب ہے؟ کیا نماز جمعہ میں جماعت کثیر میسر نہیں آسکتی تھی؟ اور کیا آپؑ کا یہ فعل تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تبعیت تامہ کے مطابق ہوگا؟

(۱۴) مسافر پر نماز جمعہ فرض ہے یا نہیں؟

(۱۵) جناب والا نے اپنے اس جواب میں کسی جگہ مسافر کو نماز جمعہ کی فرضیت سے مستثنیٰ فرمایا ہے یا نہیں؟

(۱۶) سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز ظہر کا ترک فرمانا میرے کس سوال سے اور کس لفظ سے ثابت ہوتا ہے؟

(۱۷) آیت کریمہ = يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ ـ الخ کا مطلب اور مفہوم حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اچھا سمجھ سکتے تھے یا کوئی دوسرا؟

(۱۸) جب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی مہدویوں پر واجب ہے تو اس وقت ہمارے لوگ نماز جمعہ پڑھنے میں جو اس کا خلاف کرتے ہیں اور نماز جمعہ کیلئے جامع مسجد میں نہ جاکر اپنے اپنے مقاموں میں ادا کرلیا کرتے ہیں وہ آپؑ کی پیروی پر سمجھے جائینگے یا نہیں؟

(۱۹) اپنے دعوے پر جناب والا نے بطور حوالہ جن کتب گروہ کی عبارتیں نقل فرمائی ہیں وہ پوری پوری نقل فرمائی ہیں یا کچھ چھوڑ بھی دیگئی ہیں؟ زیادہ حد ادب۔

احقر

امیر الدین عفی عنہ

جواب مولانا مطابق اصل

عزیز من مولوی سید امیر الدین صاحب سلمۂ علیکم السلام۔ میں نے تمہاری تحریر دیکھی۔ اس سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ تم نے میری تحریر سمجھی نہیں اور یقین ہے کہ اس کو تم کبھی نہ سمجھوگے مرض ضد کا کوئی علاج نہیں۔ سارے حکما اور انبیا

علیہم السلام اس سے عاجز آگئے۔ اللہ جل شانہ نے اپنے نبی کریم صلوٰۃ اللہ علیہ والتسلیم پر اہل ضد کی عدم تفہم پر آیت نازل کی اِنَّكَ لَا تَهْدِىْ مَنْ اَحْبَبْتَ ۔ اب آپ کے ان سوالات کو واپس کرتا ہوں کیونکہ مجھے اتنی فرصت نہیں ہے کہ میں تمہارے لئے دردسری کرتا رہوں۔ مرقوم ۱۸ رجادی الاخرے ۱۳۴۶ھ

راقم۔ اشرف غفرلہ۔ مقام ڈبھوئی۔ محلہ طائی واڑہ

جواب سائل

مولانا کے اِس ارشاد کا کہ "تم نے میری تحریر سمجھی نہیں اور یقین ہے کہ اس کو تم کبھی نہ سمجھو گے" یہ مطلب تو نہیں ہوسکتا کہ خدانخواستہ میں کند ذہن ہوں کیونکہ اس کے خلاف یکم جمادی الآخر ۱۳۴۶ھ کے عنایت نامے میں آپ کا یہ فرمان موجود ہے کہ "وہ مجھے تمہاری روشن دماغی اور دانشمندی سے امید قوی ہے کہ تم ان مسائل میں عمدہ بحث کرو گے" اس صورت میں مطلب یہی ہوگا کہ تم کو ضد ہے جس کی تشریح آگے خود ہی فرماتے ہیں کہ "وہ مرض ضد کا کوئی علاج نہیں الخ" پھر اس زیر بحث تحریر میں جو جواب کے نام سے تاریخ ۱۵ رجادی الاخرے ۱۳۴۶ھ کو میری طرف بھیجی گئی ہے اور اب گجراتی حرفوں میں چھپ بھی گئی ہے ابتدا تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ تم نے جو سوالات میرے پاس روانہ کئے ہیں میرا ارادہ نہیں تھا کہ میں ان کے جواب لکھوں کیونکہ جو مسئلہ جواب و سوال میں پڑھ جاتا ہے اس سے طرفین میں اصرار بڑھ جاتا ہے پھر اس کے تصفیہ کی امید نہیں ہوتی" اس سے دو باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ مذکور تحریر حضرت کا پہلا ہی جواب ہے اور اس سے پہلے کی دو تحریریں (ایک یکم جمادی الآخر ۱۳۴۶ھ کو حیدرآباد سے بھیجی ہوئی۔ اور دوسری ۸ رجادی الاولے ۱۳۴۶ھ یوم جمعہ کو ڈبھوئی میں بحروف گجراتی شائع کی ہوئی) جو جواب کے نام سے مشہور کیگئی ہیں وہ جواب نہیں ہیں۔ اور جب وہ دونوں جواب نہیں ہیں تو یہ تحریر بھی جواب نہوگی کیونکہ سوائے ایسی بہت سی غیر ضروری باتوں کے کہ جن کو استفتے کے جواب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور سولہ سوالوں کے سولہ نمبر لگانے اور ایک لمبی چوڑی فہرست مضمون لکھدینے کے جو گجراتی چھاپے میں ساتھ نہیں رکھی گئی اس تحریر میں اور کوئی نئی بات نہیں ہے جو اصل باتیں ان دونوں میں ہیں وہی اس میں بھی ہیں یعنے "وہ اتباع کلام خدا واتباع شریعت محمد مصطفےٰ" "وہ اتی عبداللہ تابع محمد رسول اللہ" اور "وہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب تابع تام اور مساوی سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات ہیں تو آپ کے اعمال تقرب وہی ہونے چاہئیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال تقرب ہیں ورنہ تبعیت تامہ ثابت ہوگی نہ مساوات" اور مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام داعی الی اللہ اور خلیفۃ اللہ ہونے کی حکم وجہ سے کسی امام و مجتہد کے تابع نہیں ہوسکتے" ان میں بھی ہے اور اس میں بھی۔ اور جب یہ ہے تو ان دونوں کے جواب نہونے اور اس کے ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اگر اس کو جواب مان لیا جائے

تو اُن دونوں کو بھی جواب ماننا ہی پڑے گا۔ اور وہ دونوں تو اوپر موجب آپ ہی کے قلم سے رد ہو چکے ہیں تو یہ بھی رد۔ ورنہ ایک ہی طرح کے تین جوابوں میں سے ایک کو ماننے اور دوسروں کو نہ ماننے سے ترجیح بلامرجح لازم آئیگی جو باطل ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ ضد ایک طرف نہیں ہے بلکہ دونوں طرف ہے کیونکہ اصرار کے معنے بھی ضد ہی ہیں۔ اب رہا یہ کہ واقع میں ضد ایک ہی طرف ہے یا دونوں طرف۔ اور اگر ایک ہی طرف ہے تو کس طرف ہے، اور کس طرف نہیں۔ اسکا فیصلہ میں آپ حضرات کے انصاف پر چھوڑتا ہوں کیونکہ عموماً تحقیق حق کے لئے کسی معتبر عالم کی خدمت میں استفتا پیش کرنا ضد میں داخل نہیں ہے۔ چہ جائیکہ شاگرد کا اپنے اُستاد سے کمالِ ادب کے ساتھ فتوی چاہنا ضد سمجھا جائے اور وہ بھی پر زور چیلنج دئے جانے کے بعد۔

اور وہ جو اُسی جگہ آگے مولانا لکھتے ہیں کہ "تم کو اگر کچھ شبہات تھے تو تم مجھ سے زبانی پوچھکر اُن کو رفع کر دیتے" اسکی نسبت گزارش ہے کہ یہ بھی ہو چکا ہے یعنے مولانا کے اور میرے اس مسئلہ میں زبانی گفتگو بھی ہو چکی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ جب مولانا تیئیس ۲۳ سال کے پہلے بڑودہ والوں کے بلاوے پر آئے تھے تب بھڑوچ بھی تشریف لائے تھے۔ بندے نے دعوت دی تھی۔ اُس وقت دسترخوان پر کھاتے کھاتے مولانا نے فرمایا تھا کہ "تم جمعہ کیوں نہیں پڑھتے۔ اگر تم جمعہ شروع کردوگے تو بڑا میاں صاحب ابن منور میاں صاحب بھی اپنی جماعت کے لوگوں کے ساتھ تمہارے ہی پیچھے ہمیشہ نماز جمعہ پڑھا کرینگے" میں نے عرض کیا تھا کہ جناب والا یہ تو کوئی بات نہیں۔ میں اس طرح تو کبھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھونگا۔ اگر آپ مجھے نماز جمعہ پڑھوانا ہی چاہتے ہیں تو اتنا ثابت کر دیجئے کہ جس طرح آج کل ہمارے ہاں نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے اس طرح سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یا صحابہؓ نے یا تابعینؓ یا تبع تابعینؓ نے اپنی جگہ پر خود امام ہو کر عمر بھر میں ایک وقت بھی پڑھی ہے۔ اُس کے جواب میں مولانا نے فرمایا تھا کہ "ان جھگڑوں کو چھوڑو اور میں کہتا ہوں وہ کرو"

حضرات ناظرین! مذکورۂ بالا تقریر سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ یہ مسئلہ میرے اور مولانا کے درمیان تیئیس ۲۳ برس سے زیر بحث ہے۔ اور جس بات کا ثبوت میں چاہتا ہوں وہ آج تک ثابت نہیں کیگئی۔ مولانا کے زبانی اور تحریری جتنے جوابات کہ آجتک ہو چکے ہیں اُن میں سے کسی ایک میں بھی آپ کو اس کا ثبوت نہیں ملیگا۔ اب آپ ہی فرمائیے کہ ایسے جوابات خواہ وہ کتنے ہی لمبے چوڑے کیوں نہوں کیا میرے سوالات کے جوابات ہو سکتے ہیں؟ پھر سائل کا جواب ادا ہونے سے پہلے یہ لکھدینا کہ "مرض ضد کا کوئی علاج نہیں" کس قدر حیرت انگیز ہے۔ اور جب مولانا کو اس مسئلہ کے تصفیہ کی امید نہیں تھی تو میرے اُن سولہ سوالات ہی کو واپس کر دیتے جو سات سال پیشتر آپ کو حیدرآباد میں پہنچے تھے۔ اب بحث کو ناتمام چھوڑنا آپ کی بحر العلومی شان کے خلاف ہے۔

واضح ہو کہ اس وقت مہدویوں میں سے جمعہ پڑھنے والے جو حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؑ کے صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کی پیروی کا خلاف کرتے ہیں اور جامع مسجد کو جانا ترک کرکے اپنی اپنی جگہ جمعہ پڑھ لیا کرتے ہیں وہ اگر اپنے سر سے مذکور الزام کی شرمندگی دور کرنے کے لئے یوں کہیں کہ ہم اس وقت جامع مسجد اسلئے نہیں جاتے کہ "اس زمانے میں ساکت کا وجود نہیں ہے" جیساکہ مولانا نے میرے گیارہویں سوال کے جواب کے آخر میں لکھا ہے تو بھی یہ شرمندگی دور نہیں ہوسکتی کیونکہ اگر اُن کے قول کے موافق مصدّق اور منکر کے سوائے ساکت بھی کوئی چیز ہے تو اس کا وجود اس زمانے میں بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔ اسلئے کہ مولانا میرے نوویں سوال کے جواب کے شروع میں قبول فرماتے ہیں کہ "ساکت کا تحقق (وجود) تبلیغ کے بعد ہوگا" اور اس کے آخر میں لکھتے ہیں کہ "ایسے عام اعلان (دعوت مہدیت کی شہرت) کے سننے کے بعد سامعین (سننے والے) تین قسموں پر منقسم ہوگئے۔ ایک قسم مصدقین کی۔ دوسری منکرین کی۔ تیسری ساکتین کی" اور ظاہر ہے کہ ہمارا زمانہ اور آئندہ زمانہ بھی قیامت تک اُس عام اعلان (دعوتِ مہدیت کی شہرت) کے بعد کے زمانے میں داخل ہے اور جب یہ ہے تو ساکت کا وجود بھی قیامت تک باقی رہنا چاہیئے چنانچہ یہ بات علامۂ بندگی عبدالملک عالم باللہ رحمہ اللہ کے اُس قول سے اچھی طرح واضح ہوتی ہے جس کو مولانا میرے تیرہویں سوال کے جواب میں نقل فرماتے ہیں کہ "وَنَحْنُ الْآنَ نُصَلِّي الْجُمُعَةَ خَلْفَ مَنْ لَمْ يَظْهَرْ اِنْكَارُهٗ" یعنے اب بھی ہم جمعہ کی نماز اُس شخص کے پیچھے پڑھتے ہیں جس کا انکار ظاہر نہیں ہوا ہے" پھر دوسری سطر میں لکھتے ہیں کہ "ہم اب بھی ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں" اس قول سے کھلم کھلا ثابت ہوتا ہے کہ ساکت کا وجود کچھ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اُس کا آپؑ کے مذکور عام اعلان (دعوت مہدیت کی شہرت) کے بعد سے لیکر قیامت تک ہر زمانے میں پایا جانا ممکن ہے۔ ورنہ علامہ عالم باللہ رحمہ اللہ جو تابعی ہیں۔ اور حضرت سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے تیسرے زمانے میں ہیں ایسا نہ فرماتے کہ "ہم اب بھی ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں" اور مولوی سید حسین صاحب نے المختصر کے صفحہ ۲۸ کی بیسویں سطر میں ساکت کے جو معنے کئے ہیں ("جو بندۂ حق" = حق ڈھونڈھنے والا) اُس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ساکت کا وجود جیسا مہدی علیہ السلام کے زمانے میں تھا ویسا اب بھی ہے اور آئندہ بھی قیامت تک رہیگا۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ ہمارے بھائی جامع مسجد کو جانے سے باز رہیں اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی پر نہونے کا دھبہ اپنے دامن سے دور کرنے کی کوشش نکریں۔ وہ اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں اور اپنے آپکو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سچے پیرو جانتے ہیں تو اُن کا فرض ہے کہ آپؑ کی پیروی اپنے اوپر واجب سمجھیں اور اپنی اپنی جگہ نماز جمعہ ادا کرلینا چھوڑکر شوق سے جامع مسجد کو تشریف لیجایا کریں بلکہ پانچوں وقت کی نماز

بھی ساکت کے پیچھے پڑھا کریں اور اس میں کسی قسم کا حرج نہ سمجھیں کیونکہ مولانا کے حسب فرمان یہ بالکل درست ہے دیکھو میرے چھٹے سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں کہ "جب نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کا ایک ہی حکم ہے بلکہ جمعہ کی فرضیت اُس سے اَہم و مُؤکد ہے چنانچہ فقہا کی یہی رائے ہے تو ساکت کے پیچھے نماز پنجگانہ پڑھنا درست ہوگا یہ قیاس قطعی ہے جو موجب یقین ہے"

میرے پیارے اور بھولے بھالے نماز جمعہ پڑھنے والے مہدوی بھائیو! اب بھی آپ کی سمجھ میں کوئی بات آئی یا نہیں؟ مولانا فرماتے ہیں کہ نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ساکت کے پیچھے ادا کرنا جائز ہے۔ اور ساکت کا وجود اب بھی ہے اور قیامت تک رہیگا تو اب آپ کو دو باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(۱) یا تو اپنی منگھڑت بات (جمعہ کی نماز اپنی جگہ پڑھنا) چھوڑکر جامع مسجد کو تشریف لیجایا کیجئے اور پانچوں وقت کی نماز بھی ساکت کی اقتدا میں ادا کرنا درست سمجھئے۔

(۲) یا اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کا اقرار کرکے آیت کریمہ "اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ" کا مضمون اپنے اوپر گوارا فرمائیے۔

اور اگر ساکت کوئی چیز نہیں ہے بلکہ سامعین (سننے والے) اُس عام اعلان (دعوت مہدیت کی شہرت) کے بعد صرف مصدق و منکر دو ہی قسموں پر منقسم ہوگئے ہیں جیسا کہ مولانا میرے گیارہویں سوال کے جواب کے آخر میں اقرار کرتے ہیں کہ "بلکہ دو ہی فریق ہیں ایک منکر دوسرا مصدق" تو ثابت ہوگیا کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی نماز منکروں ہی کے پیچھے پڑھی ہے۔ رسالۃ "الجمعہ" (جو جمعہ پڑھنے والوں کی خاص کتاب اور جناب سید ولی صاحب سکندرآبادی سوانح مہدی موعود کے مؤلف کی تالیف ہے اور جس پر مولانا کی تقریظ ہے اور جس سے اس جواب میں آپ نے بہت کچھ مدد لی ہے) اس بات کو اور بھی پختہ و مضبوط کئے دیتا ہے دیکھئے اس کے صفحہ (۱۸) اور تیرہویں سطر میں لکھا ہے کہ "اور بندگی میاں سید قاسم مجتہد گروہ کے متعدد تحریرات سے ثابت ہے کہ جمعہ اور عیدین کا پڑھنا مخالفین کے ساتھ بھی درست ہے" اور پھر سترہویں و اٹھارہویں سطر میں لکھا ہے کہ "اور بندگی میاں سید نجم الدین رح نے علامات اہل سنت میں تحریر فرمائی ہے لَا تُصَلُّوْا خَلْفَ الْمُنْکِرِ غَیْرَ الْجُمُعَۃِ وَالْعِیْدَیْنِ" اس کے معنے یہ ہیں کہ جمعہ اور عیدین کے سوائے اور کوئی نماز منکر کے پیچھے مت پڑھو یعنے منکر کے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز تو پڑھو مگر دوسری کوئی نماز مت پڑھو۔

اور اس کے بعد کی سنت الصالحین کی وہ روایت جو رسالۂ مذکورہ میں ہے اور جناب مولوی سید حسین صاحب اہل بنگلوری نے اپنے رسالہ ردود المختصر المفید فی الجمعۃ والعید کے صفحہ ۹ وغیرہ متعدد مقامات میں اور مولانا نے بھی میرے تیسرے سوال کے جواب کے آخر میں اُسی رسالۂ الجمعہ سے نقل فرمائی ہے بالکل ناتمام ہے اور بعض جگہ معنے

بھی غلط کئے گئے ہیں - اگر وہ پوری پوری نقل کیجائے اور معنے بھی صحیح کئے جائیں تو واقعی کیفیت معلوم ہو اور صاف صاف ظاہر ہو جائے کہ جو "مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام و قرن صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے آجتک برابر نماز جمعہ پڑھی جاتی ہے" اس کی کیا حقیقت ہے اور کس کے پیچھے پڑھی جاتی ہے - ناظرین کرام پر تو یہ مخفی نہیں ہے مگر عوام کی واقفیت کے لئے بندہ اسے یہاں بتمامہ نقل کرتا ہے جو یہ ہے -

" حضرت میراں بذات خود نماز جمعہ و عیدین پس اماماں منکر خود گزاردہ اند و قید امام تصدیق کنندہ دریں دو نماز نکردہ اند و ایں فعل از ذات مبارک بطریق لزوم شدہ است نہ کہ وقتیاً عند الضرور شدہ است - پس انچہ از ذات میراں ع فعل شدہ است آں را باید کرد و در چون و چرا نباید افتاد - چنانچہ نقل است کہ روزے در موضع بہدریوالی اکثر مہاجران حاضر بودند بعد از نماز ظہر محضرہ کردند و گفتگو آں بود کہ بدنبال منکران مہدی نماز نگزارید بعض یاران فرمودند کہ میراں علیہ السلام نماز جمعہ و عیدین بدنبال مخالفان گزاردہ اند اگر روا نبودے چرا گزاردندے بندگی میاں سید خوندمیر و میاں نعمت و بعض دیگر مہاجران فرمودند کہ ما در کیفیت نافتیم انچہ میراں کردند آں کنیم و از انچہ منع کردند باز مانیم و نیز بسیار نقل در انصاف نامۂ میاں ولی مؤید ایں فعل اند برائے درازی در رقم نیاوردیم و بندگی میاں سید خوندمیر و بندگی میاں نعمت و بندگی میاں نظام و دیگر صحابہ و مہاجران نماز جمعہ و عیدین گزاردہ اند و بندگی میاں سید خوندمیر اکثر از موضع کھانبیل تخصیص کردہ بشہر نہروالہ و یا بموضع سلکھن پور رفتہ نماز جمعہ ادا کردندے و دیگر از مہاجران و تابعین و تبع تابعین الیٰ یومنا ہذا ایں عمل شدہ است از بزرگان خود دیدہ و از زبان ایشاں شنیدہ ایم و بذات خود ہمراہ متبوعان خویش شدہ گذاردہ ایم و المحال اگر جائیکہ میمانیم نماز مذکور شود تا بگذاریم پس باید دانست کہ ایں عمل از میراں ع و یاراں رضوان اللہ علیہم اجمعین الیٰ یومنا ہذا شدہ است دریں باب از دانش خود کم و زیادہ گفتن نشاید و از اتباع بیروں نباید شد و باقی دلیل ایں مذکور زیر سوال شیخ مبارک ناگوری بندگی میاں عبدالملک و میاں مصطفٰے و میاں سید مرتضیٰ بوجہ احسن گفتہ اند واللہ اعلم بالصواب "

اس روایت کی توضیح اور خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذات خود منکروں کے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھی ہے اور ان دو نمازوں میں آپ ع نے مصدّق امام کی قید و شرط نہیں رکھی اور یہ فعل یعنے منکروں کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین پڑھنا آپ ع سے لازمی طور پر صادر ہوتا رہا ہے تو ہم کو بےچون و چرا وہی کرنا چاہئے جو آپ ع نے کیا ہے اور اس بحث میں نہیں پڑنا چاہیئے کہ آپ ع نے ایسا کیوں کیا - اس لئے کہ جب موضع بہدریوالی میں ایک روز نماز ظہر کے بعد مہاجرین رض کے محضرے میں یہ گفتگو ہوئی کہ منکروں کے پیچھے نماز مت پڑھو اور بعض صحابہ رض نے فرمایا کہ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ اور عیدین کی نماز ان کے پیچھے پڑھی ہے - اگر جائز نہ ہوتی تو کیوں پڑھتے تب بندگیمیاں سید خوندمیر رض و بندگی میاں شاہ نعمت رض اور بعض دوسرے مہاجروں نے بھی فرمایا کہ ہم اس جھگڑے میں نہیں

پڑھتے۔ جو کام میراں علیہ السلام نے کیا ہے وہ کرینگے اور جس سے منع فرمایا ہے اُس سے باز رہینگے یعنے جمعہ اور عیدین کی نماز آپؑ نے اُن کے پیچھے پڑھی ہے تو ہم بھی اُن ہی کے پیچھے پڑھیں گے اور پنجوقتہ نماز جو آپؑ نے اُن کے پیچھے نہیں پڑھی ہے اور ہمیں بھی منع فرمایا ہے تو وہ اُن کے پیچھے نہیں پڑھینگے۔

اِس کام کی تائید میں بہت سی اور نقلیں میاں ولی رح کے انصاف نامہ میں ہیں جو طوالت کی وجہ سے یہاں لکھی نہیں گئیں۔ بندگیمیاں سید خوندمیر و بندگی میاں شاہ نعمت اور بندگیمیاں شاہ نظام وغیرہ صحابہ اور مہاجرین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی یہ کام کیا ہے۔ اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیرؓ اکثر کھانبیل سے خصوصاً نہروالہ (پٹن) یا سلکھن پور جاکر نماز جمعہ پڑھتے تھے۔ غرض مہاجرین و تابعین اور تبع تابعین سے لیکر ہمارے زمانے تک یہ کام ہوا ہے۔ ہم نے اپنے بزرگوں کو کرتے دیکھا اور اُن کی زبان سے سنا ہے اور خود ہم نے بھی اپنے پیروں و مرشدوں کے ساتھ جاکر یہ کام کیا ہے (اس جگہ مولوی سید حسین صاحب نے اپنے رسالہ المختصر کے صفحہ ۱۰ میں جو کتاب سنت الصالحین کی فارسی عبارت "وبذاتِ خود ہمراہ بتبوعانِ خویش شدہ گزاردہ ایم" کا ترجمہ "اور خود ہم اپنے مریدوں کو لیکر نماز جمعہ و عیدین ادا کرتے ہیں" کیا ہے وہ دیکھنے کے قابل ہے۔ سبحان اللہ! "ہمراہ بتبوعانِ خویش شدہ" کا ترجمہ = اپنے پیروں و مرشدوں کے ساتھ جاکر۔ کرنے کے بدلے "اپنے مریدوں کو لیکر" کرنا اور "گزاردہ ایم" کا ترجمہ = ہم نے ادا کی ہے کرنے کے عوض "ہم ادا کرتے ہیں" کرنا اُن ہی کا حق ہے۔ کہاں پیر و مرشد اور کہاں مرید۔ کدہر جاکر اور کدہر لیکر۔ اور کُجا ادا کی ہے اور کُجا ادا کرتے ہیں۔ ؎ ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بکجا)

آگے ہم پھر سنت الصالحین کی مذکورہ روایت کا باقی رہا ہوا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔

بندگی سید فضل اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اب بھی ہم جہاں رہتے ہیں وہاں اگر نماز مذکور ہو تو ہم پڑھیں۔

(یہاں سے معلوم ہوا کہ مولانا جو میرے تیسرے سوال کے جواب کے آخر میں رسالۂ الجمعۃ سے نقل کرکے لکھتے ہیں

ف یہاں تک کی عبارت سید ولی صاحب و سید حسین صاحب و مولانا شمسی صاحب تینوں صاحبوں نے چھوڑدی ہے اور اسکی وجہ ظاہر ہے۔ عبارت مذکورہ میں سے موضع بہہدیوالی کے محضرے کو سید حسین صاحب نے جدا کرکے المختصر کے صفحہ ۱۲ میں حضرت شاہ دلاورؓ کے محضرہ کے ساتھ ایک غریب طریقے سے بیان کیا ہے اور اسمیں حضرت بندگی میانسید خوندمیر و بندگی میاں شاہ نعمت وغیرہما مہاجرینؓ کے بطور فیصلہ فرمائی ہوئی عبارت کے معنے بھی غلط کئے ہیں۔ عام ناظرین کی آسانی مدنظر رکھکر ہم نے اُس کے صحیح معنے بخط واضح لکھے ہیں ۱۲ امیر الدین عفی عنہ

کرے" اور صاحب سنت الصالحین کہتے ہیں کہ ہم ملیکھن میں رہتے ہیں اور جمعہ و عیدین ہمیشہ یہیں پڑھا کرتے ہیں" وہ بالکل بے اصل ہے اور مولوی سید حسین صاحب نے تو اسے بالکل چھوڑ ہی دیا ہے) روایت مذکورہ کی آخری عبارت کا خلاصہ یہ ہے۔

پس جاننا چاہیئے کہ یہ عمل (یعنے مخالفوں اور منکروں کے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنا) مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے لیکر ہمارے زمانہ تک ہوا ہے۔ اس میں اپنی عقل سے کم و زیادہ کہنا اور پیروی سے باہر ہونا نہیں چاہیئے۔

(اتنا مضمون المختصر میں ڈبل لکھا گیا ہے یعنی صفحہ ۱۰ میں بھی ہے اور صفحہ ۱۷ میں بھی۔ اور اس میں جو معنوی تحریف ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ اور اس کے بعد مولوی سید حسین صاحب نے جو صفحہ ۱۰ میں "کیونکہ یہ عمل مہدی علیہ السلام کی ذات سے لزوماً ہوا ہے" اور صفحہ ۱۷ میں "کیونکہ یہ عمل مہدی علیہ السلام کی مبارک ذات سے فرضیت کے طریق پر ہوا ہے" لکھا ہے وہ دراصل سنت الصالحین کی اس عبارت کا ترجمہ ہے جو روایت کے شروع میں "و قید امام تصدیق کننده دریں دو نماز نکرده اند" کے بعد ہے۔ یعنے "و ایں فعل از ذات مبارک بطریق لزوم شدہ است" اور اس میں دو تحریفیں ہیں (۱) مکانی۔ اسلئے کہ عبارت مذکورہ اپنی جگہ سے ہٹا دی گئی ہے۔ (۲) معنوی وجہ یہ کہ "بطریق لزوم شدہ است" کا ترجمہ صفحہ ۱۷ میں "فرضیت کے طریق پر ہوا ہے" کیا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ اسی طرح فعل مذکور سے مطلقاً نماز جمعہ مراد لینا اور اس کے ساتھ منکروں اور مخالفوں کی اقتدا کی قید نہ لگانا دوسری تحریف معنوی ہے اور غلط ہے)

اور اس کی (یعنے مخالفوں اور منکروں کے پیچھے جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھنے اور نماز پنجگانہ نہ پڑھنے کی) دلیل بندگی عبد الملک اور میاں مصطفےٰ و میاں سید مرتضیٰ رحمہم اللہ نے شیخ مبارک ناگوری کے سوال کے جواب میں بڑی خوبی سے بیان کی ہے (جس کا جی چاہے وہاں دیکھ لے) اور خدا خوب داناہے۔ روایت کا خلاصہ پورا اور توضیح ختم ہوئی۔

اس روایت سے کئی باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) ساکت کوئی چیز نہیں ہے اور اس میں اور منکر میں کوئی بیّن فرق نہیں ہے۔ اس لئے کہ دونوں تصدیق سے محروم اور غیر مصدق ہیں جس کو مولانا بھی قبول فرماتے ہیں۔ دیکھو میرے آٹھویں سوال کا جواب۔ کہ اس میں ساکت کے ہنوز تصدیق نکرنے کو جو میرے سوال میں موجود ہے مانکر جواب دے رہے ہیں۔

(۲) جمعہ اور عیدین کی نماز کے لئے امام کے مصدق ہونے کی ضرورت نہیں ہے چہ جائیکہ ساکت کی ضرورت ہو

ے یہاں تک کی عبارت بھی تینوں صاحبوں نے نہیں لکھی اور درمیانی عبارت میں بھی تینوں کی تحریر میں جو کمی بیشی اور لفظی و معنوی تفاوت ہے وہ مخفی نہیں ہے ۱۲ امیر الدین غفرلہ

(۳) سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بذاتِ خود لازمی طور پر مخالفوں اور منکروں کے پیچھے جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز پڑہی ہے یعنے خواہ ہمیشہ پڑہی ہو یا کبھی کبھی مگر جب پڑہی ہے تب جامع مسجد میں جاکر اِن ہی لوگوں کے پیچھے پڑہی ہے۔

(۴) آپ عؑ نے خود امام ہوکر اپنی جگہ پر یہ دونوں نمازیں کبھی نہیں پڑہیں۔

(۵) یہ عمل آپؑ اور صحابہؓ و تابعینؒ و تبع تابعینؒ کے وقت سے لیکر اس وقت تک اسی طرح ثابت ہوا ہے۔

(۶) اس پر آپؑ سے لیکر اس وقت تک کے تمام بزرگان دین کا قولاً و فعلاً اتفاق ہے۔

(۷) ہم کو بیچون وچرا وہی کرنا چاہیے جو آپؑ نے اور آجتک کے بزرگوں نے کیا ہے۔

(۸) اس میں اپنی عقل سے کمی یا زیادتی کرنا اور پیروی سے باہر ہونا جائز نہیں ہے اور نہ ہی اِس جھگڑے میں پڑنا روا ہے کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔

(۹) جس جگہ جامع مسجد نہیں ہوتی تھی اور جمعہ کے روز مسلمانوں کی متفقہ ایک ہی جماعت نہیں ہوتی تھی اُس جگہ ہمارے بزرگوں نے جمعہ کی نماز بالکل نہیں پڑہی ہے۔ اسی واسطے بندگی سید فضل اللہ رحؒ فرماتے ہیں کہ

"اب بھی ہم جہاں رہتے ہیں وہاں اگر نماز مذکور ہو تو ہم پڑہیں"

(۱۰) جامع مسجد کو جانا چھوڑکر اپنی جگہ جمعہ کی نماز پڑھنا سید نا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سلفِ صالحین کی پیروی کے خلاف ہے۔

(۱۱) حضرت شاہ دلاورؓ کا محضرہ اِس امر میں کسی طرح سے استدلال و حجت کے لائق نہیں ہے۔

(۱) یہ کہ اُس کی یہ عبارت کہ "میراں علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر جا کہ نماز جمعہ گزاردہ اند خطیبان آنجا ساکت بودند بلکہ در بعضے جائے موافق ہم بودند چنانچہ در کاہہ و ٹھٹھہ قاضی قادن موافق بود" یعنے حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں جہاں جمعہ کی نماز پڑہی ہے وہاں کے خطیب ساکت تھے (نہ منکر و مخالف) بلکہ بعض مقام پر تو موافق بھی تھے چنانچہ کاہہ اور ٹھٹھے میں قاضی قادن موافق تھے۔ اِس روایت کے مخالف ہے۔

(۲) یہ عبارت صحابہ و مہاجرینؓ کے اُس اجماع و محضرے کے بھی مخالف ہے جو موضع بہدیلوالی میں ہوا ہے اور جس کا ذکر اِس روایت میں بھی آیا ہے اور انصاف نامہ و شرح عقیدۂ شریفہ وغیرہ دیگر کتب معتبرہ میں بھی۔

(۳) عبارت مذکورہ حضرت بندگی میانسید خوندمیرؓ و بندگی میاں شاہ نعمت وغیرہما مہاجرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے بطور فیصلہ فرمائی ہوئی عبارت کے بھی مخالف ہے جس کا تذکرہ روایت مذکورہ کے سوائے کتب مذکورہ میں بھی موجود ہے۔

(۴) عبارت مذکورہ اُس عمل کے بھی مخالف ہے جو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے لیکر ہمارے اِس زمانے تک ثابت ہوا ہے۔

(۵) خود اس عبارت میں بھی اختلاف موجود ہے۔

پہلا اختلاف یہ ہے کہ مولوی سید حسین صاحب نے المختصر المفید کے صفحہ ۱۹ میں "وہ خطیبان آنجا ساکت بودند" کے پہلے "خود امام شدہ اند" بھی لکھا ہے۔ یعنے مہدی علیہ السلام نماز جمعہ میں خود امام ہوئے ہیں۔ اور صفحہ ۳۳ میں لکھا ہے کہ "بلکہ اکثر جائے خود امام ہوئے ہیں" اور یہ بات مذکورہ روایات وکتب معتبرہ کے بالکل خلاف ہونے کے علاوہ مولانا کی مذکورہ بالا عبارت میں بھی نہیں ہے جو انہوں نے میرے تیسرے دسویں اور پندرھویں سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر لکھی ہے۔

دوسرا اختلاف یہ ہے کہ مولانا کی لکھی ہوئی عبارت میں قاضی قادن کا نام ہے جو موافق تھے اور مولوی سید حسین صاحب لکھتے ہیں کہ۔ اُن کے بیٹے تھے۔ جن کا حال معلوم نہیں ہے۔

تیسرا اختلاف یہ ہے کہ مولانا کاہہ وٹھٹہ لکھتے ہیں اور مولوی سید حسین صاحب نے فقط کاہہ لکھا ہے۔

چوتھا بڑا اختلاف یہ ہے کہ سوانح مہدی موعود میں جو سید ولی صاحب سکندرآبادی اہل جمعہ کی تالیف ہے کاہہ وٹھٹہ کے ڈیڑھ سالہ قیام میں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نماز جمعہ پڑھنے کا ذکر ہی نہیں ہے۔ اور واقعات سے بھی پایا جاتا ہے کہ آپؑ کو وہاں نماز مذکور ادا فرمانے کا موقع نہیں ملا۔ پھر قاضی قادن یا اُن کے بیٹوں کی اقتدا نماز جمعہ میں آپؑ نے کس جگہ فرمائی۔ دیکھو سوانح مہدی موعود حصہ اول باب ۲ صہ ۶۳ اس صفحہ کی چودھویں سطر میں چار مہینے سے زیادہ اور صہ ۶۶ کی نویں سطر میں قریباً ایک سال اور صہ ۱۰۱ کی پہلی سطر میں کوئی ڈیڑھ سال آپؑ کا ٹھٹہ اور کاہہ میں قیام فرمانا لکھا ہے مگر کہیں بھی جمعہ کا مذکور نہیں ہے اور جب کاہہ اور ٹھٹے کا یہ حال ہے جس پر جمعہ پڑھنے والوں کو بڑا ناز ہے اور بہت ہی زور و شور سے اس پر بحث کرتے اور حوالہ کے طور پر اس مقام کو پیش کرتے ہیں تو اور مقامات کا پوچھنا ہی کیا ہے جن میں یہ بات ہی نہیں ہے۔

ایسی حالت میں عبارت مذکورہ کو خصوصاً اس فقرے کو کہ کاہہ اور ٹھٹے میں قاضی قادن یا اُن کے بیٹے موافق تھے یا آپؑ خود امام ہوا کرتے تھے کون مانے گا۔ اور نیز یہ عبارت بھی کہ "مہدی علیہ السلام از وقتیکہ دعوائے مہدیت کردہ اند بدنبال ہیچ مخالف نماز نکردہ اند" یعنے "مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دعوت مہدیت کے وقت سے (اخیر تک) کسی مخالف کے پیچھے کوئی نماز نہیں پڑھی ہے" جو مولانا نے میرے تیرھویں سوال کے جواب میں لکھی ہے۔ کیونکر صحیح ہوگی۔ اور جس بات پر کہ موضع بہدریوالی میں صحابہ و مہاجرین کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہو چکا ہے۔ جس پر حضرت بندگی

میاں سید خوندمیر رضؓ و بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ نے فیصلہ دیدیا ہے وہ جو کتاب سنت الصالحین و انصاف نامہ و عقیدۂ شریفہ وغیرہ کتب معتبرہ میں موجود ہے - اور جبکہ حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لیکر آجتک بزرگان دین کا عملدرآمد رہا ہے - اُس بات کو خواہ مخواہ حضرت بندگی میاں لاڑشہ رضؓ کے سر تھوپ کر یہ لکھنا کہ وہ میاں لاڑشہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول تھا کہ نماز جمعہ کو مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مخالف کے پیچھے ادا کرتے تھے یہ کیسے درست ہوگا اور اس سے وہ "بے دیانت" اور "مطعون" کس طرح ثابت ہونگے جیساکہ مولوی سید حسین صاحب نے المختصر کے صفحہ ۴۲ اور صفحہ ۶۵ میں لکھا ہے - اور یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ ایسی مسلم الثبوت بات کو رد کر کے حضرت شاہ دلاور رضؓ ایسا فرمائیں کہ "مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطیبان ساکت یا موافق کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی ہے نہ کہ منکر کے پیچھے" اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی اُس پر اتفاق کر کے اپنے اپنے دستخط کریں اور حضرت بندگی میاں لاڑشہ رضؓ جیسے صحابی اور مہاجر کو جو سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سسرے ہوتے ہیں محض اسی واسطے ملزم قرار دیکر اُس محضرے پر ایسا لکھدیں کہ "مَنْ خَرَجَ مِنْ هٰذَا الْاِتِّفَاقِ فَهُوَ خَارِجٌ مِنَّا" یعنے اس اتفاق سے جو خارج ہوا وہ ہم میں سے نہیں ہے حاشا و کلا - یہ حضرت لاڑشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کھلا ظلم اور اٹھارہ صحابہ و مہاجرین اور پانچ تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر بلکہ مولوی سید حسین صاحب کے لکھے موجب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی بہت بڑا بہتان ہے جس کا وبال مفتریوں اور محرفوں کی گردن پر ہمیشہ ہمیشہ رہیگا اور اس تحریف سے جو بیچارے عوام الناس اور ان پڑھ لوگوں کو دہوکا دیا گیا ہے اور یہ سمجھایا گیا ہے کہ جمعہ کی نماز منکروں اور مخالفوں کے پیچھے جائز سمجھنے والا اور ہماری طرح جامع مسجد کو چھوڑ کر اپنے ہی مقام پر جمعہ نہ پڑھنے والا "ہماری گروہ سے خارج ہے" اُسکا گناہ اسکے سوا ہے اور یہ بات کہاں سے کہاں پہنچ جاتی ہے سو ظاہر ہے - اے خدا تو ہم کو ایسی باتوں سے بچا آمین -

مذکورۂ بالا تقریر اُس صورت میں ہے جبکہ محضرہ مذکورہ میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق حضرت شاہ دلاور رضؓ کے اسی قول پر مانلیا جائے کہ "مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطیبانِ ساکت یا موافق کے پیچھے نماز جمعہ ادا کی ہے نہ کہ منکر کے پیچھے"

اور اگر واقعی اور سچی بات ظاہر کر دیجاوے کہ اتفاق مذکور قول مذکور پر نہیں ہوا بلکہ "تکفیر منکر کے عقیدے پر ہوا ہے" چنانچہ المختصر کے صفحہ ۱۹ کی بارہویں سطر میں مولوی سید حسین صاحب کے یہی لفظ ہیں تو پھر اس جھگڑے اور طول کلامی کی ضرورت ہی نہیں رہتی کیونکہ وہ بات اور ہے اور یہ اور ہے جس پر اس وقت بحث ہو رہی ہے اور اس میں جو پیچیدگی ہے وہ بھی سنت الصالحین کی مذکورہ روایت کی آخری عبارت سے دور ہو جاتی ہے - بااین ہمہ خاکم ملیانی کے اصل و نقل دو نسخوں میں جو یہ محضرہ مندرج ہے اُسمیں تو سرے سے وہ ساری عبارت ہی نہیں ہے جو "میاں لاڑشہ میگویند" یا "میاں مذکور میگویند" سے لیکر "قاضی قادن موافق بود" یا - ابنائے قاضی قادن موافق بودند" تک ٹکڑے ٹکڑے کر کے میرے سوالات کے جواب

میں کہیں جگہ پر مولانا نے اور المختصر المفید کے صفحہ ۱۸ و ۱۹ و ۳۲ و ۳۳ میں مولوی سید حسین صاحب نے لکھی ہے۔ اُن دونوں نسخوں میں محضرے کی آخری عبارت یہ ہے "پس معلوم شد مطلق قول ایشاں کہ کلمہ گو را کافر گفتن جائز نیست خطاء محض است لَا شُبْهَةَ فِيهِ فَاعْلَمْ اَنَّ صَحَابَةَ الْمَهْدِيِّ عَلَيْهِ السَّلَام اِتَّفَقُوْا عَلٰى ذٰلِكَ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تکفیر منکر پر ہی اتفاق کیا ہے نہ کہ حضرت شاہ دلاور رضؓ کے مذکور قول پر۔ اور سب کے دستخط بھی اسی پر ہوئے ہیں۔ اور "مَنْ خَرَجَ مِنْ هٰذَا الْاِتِّفَاقِ فَهُوَ خَارِجٌ مِنَّا" بھی جو مولانا نے میرے پندرہویں سوال کے جواب میں ترجمہ کے ساتھ لکھا ہے اسی کے ساتھ لگتا ہے یعنے صحابہ کی جماعت اور گروہ سے خارج وہی شخص ہے جو تکفیر منکر کے خلاف عقیدہ رکھتا ہو نہ وہ شخص جو جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکروں اور مخالفوں کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا قائل ہو۔ اور اسی پر محضر ختم ہوا ہے۔ یہ سب کچھ ہے مگر مولانا کی اور مولوی سید حسین صاحب کی لکھی ہوئی مذکورہ عبارت کا پتہ اسمیں اول سے آخر تک کہیں نہیں ہے پھر صحابہ کرام نے حضرت شاہ دلاور رضؓ کے مذکور قول پر اتفاق کیا تو کب کیا اور کہاں کیا؟ وَمَا هٰذَا اِلَّا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝

دیکھو خاتم سلیمانی ریاض دوم گلشن یازدہم چمن اوّل بعض مکاتیب بزرگان کے ماتحت کتبہ میاں شاہ دلاور رضؓ۔

غرض مذکورۂ بالا وجوہ سے محضرۂ مذکورہ اس باب میں استدلال و حجت کے قابل بالکل نہیں ہے اور نہ ہی اس سے کسیطرح استشہاد جائز ہے۔ حضرت بندگی میاں لاڑ شاہ رضؓ بھی اس سے اس امر میں مطعون و بے دیانت ہرگز ثابت نہیں ہو سکتے۔ اور جب یہ ہے تو وہ منہاج التقویم اور پنج فضائل کی روایت کے متعارض اور برخلاف بھی نہ ہوگا اور نہ ہی اُس سے اُن دونوں رسالوں کو کوئی نقصان پہنچیگا۔ ہاں اُن دونوں کو بظاہر اگر کچھ صدمہ پہنچ سکتا ہے تو البتہ سنت الصالحین کی مذکورہ روایت وغیرہ سے پہنچ سکتا ہے جس کے متعلق آگے بحث ہوگی اور انشاء اللہ تعالیٰ اسکا تصفیہ بھی ہو جائیگا۔

(۱۲) المختصر کے صفحہ ۱۹ میں مولوی سید حسین صاحب نے اس بات کو مان لینے کے بعد کہ "یہ اتفاق تمامتہ تکفیر منکر کے عقیدے پر ہوا ہے" "ضمن" کا دم چھلا لگا کر جگہ اور امام بتلائے بغیر مطلقاً جو یہ لکھدیا ہے کہ "اُس کے ضمن میں مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جمعہ و عیدین پڑھنے پر اجماعی دلیل حاصل ہو جاتی ہے جس سے انکار کرنے والے اجماع کرنے والوں سے خارج ہے" سراسر تحریف۔ سفید جھوٹھ۔ افتراء پردازی اور دھوکہ بازی ہے۔

(۱۳) مولوی صاحب موصوف کا رسالۂ مذکورہ کے صفحہ ۳۱ میں "مہدی موعود علیہ السلام کے ادائے جمعہ و عیدین پر دو محضرے" کی سرخی کے نیچے موضع بہدریوالی کے محضرے کو اور حضرت شاہ دلاور رضؓ کے محضرے کو اپنی تائید میں سمجھنا اور اُن سے اپنے ڈھنگ کی نماز جمعہ کو مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام و صحابہ اور تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہم کے عمل کے مطابق ثابت کرنے کی کوشش کرنا اور حضرت بندگی میاں سید خوندمیر رضؓ و حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ کے فیصلے کو اپنے موافق جانتا بھی ایسا ہی ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا۔

(۱۴) اسی رسالے کے صفحہ ۳۲ کی پندرہویں سطر میں مولوی صاحب موصوف نے جو فیصلے کی صورت لکھی ہے کہ "انچہ میراں

کردند آں کنیم یعنے چونکہ میراں علیہ السلام نے نماز جمعہ و عیدین ادا کی ہے ہم نماز جمعہ و عیدین ادا کریں و آنچہ منع کردہ اند از آں
باز نائیم یعنے جب ہر نماز میں منکرانِ مہدی کے پیچھے اقتدا کرنے سے آپ نے منع فرمایا ہے ہم ایسے ممنوع فعل سے باز رہیں۔" اس کی
نسبت ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا فیصلہ کی یہ صورت صحیح ہو سکتی ہے؟ اور کیا یہ آپکی تراشی ہوئی ہے یا حضرت بندگی میاں
سید خوندمیر و بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی فرمائی ہوئی؟

اگر آپ ہی کی تراشی ہوئی ہے تو یہ بتلائیے کہ کیا سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی نماز جمعہ و عیدین
اسی طرح ادا فرمائی ہے جس طرح کہ آجکل آپ جامع مسجد چھوڑ کر اپنی اپنی جگہ ادا کر لیا کرتے ہیں؟ اور اگر حضرت شاہ خوندمیر و شاہ
نعمت رضؓ کی فرمائی ہوئی ہے تو ان کے اس ممنوع فعل سے باز نہ رہنے کی کیا وجہ ہے؟ اور کیوں آپکی طرح ان حضرات نے اپنے مقام
پر عمر بھر میں ایک مرتبہ بھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی۔ اور جیسا کہ آپ اپنے رسالے کے نویں صفحے میں قبول کر چکے ہیں حضرت بندگی
میاں سید خوندمیر رضؓ کس لئے کھانبیل سے پٹن یا سلکھن پور جا کر نماز جمعہ پڑھا کرتے تھے۔ وہاں امام کون ہوا کرتا تھا۔ سیدنا مہدی
موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی قندھار میں جس امام کے پیچھے جمعہ کی نماز پڑھی ہے وہ ظاہر ہے۔ دوسری تمام روایتوں کا بھی یہی
حال ہے کاہہ اور ٹھٹھے کی کیفیت بھی معلوم ہوگئی۔ غرض جسقدر روایتیں کہ آپؑ اور آپؑ کے توابع رضؓ کے نماز جمعہ پڑھنے کے متعلق
گروہ کی کتابوں میں آئیں ہیں اور رسالۂ المختصر المفید میں آپ نے اور رسالہ الجمعہ میں سید ولی صاحب نے اور عقیدۂ
شریفہ کی اردو شرح و چہند شریف میں سید قطب الدین صاحب خوندمیری عرف خوب میاں صاحب پالن پوری نے اور میرے
سوالات کے جواب میں مولانا شمسی صاحب نے نقل فرمائی ہیں ان سب سے جامع مسجد میں مخالفین و منکرین ہی کے پیچھے
نماز مذکور پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ کوئی ایک روایت بھی تو ایسی نہیں ہے جس سے ان حضرات کا نماز جمعہ ایسے طریقے سے پڑھنا پایۂ
ثبوت کو پہنچتا ہو جس طریقے سے کہ آجکل آپ لوگ پڑھ رہے ہیں۔ حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ و بندگی سید یعقوب شجرۃ اللہ رضؓ
کے احمد نگر میں "تین دفعہ" "یا کبھی کبھی عیدگاہ نجا کر" اپنے ہی جماعت خانے یا دائرے میں اپنی جماعت کیساتھ فقط عید کی
نماز پڑھنے کی کیفیت آپنے جو اپنے رسالے کے ۲۸ صفحے میں لکھی ہے وہ بھی کئی طرح سے قابل بحث ہے۔

(۱) یہ کہ کسی عذر سے ان حضرات کو ایسا کرنا پڑا ہوگا ورنہ کبھی کبھی نہیں بلکہ ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے۔

(۲) برہان نظام الملک وہاں کا بادشاہ حضرت بندگی میاں شاہ نعمت رضؓ کا مرید تھا تو ایسی حالت میں عید کی نماز
اسطرح پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے اسلئے کہ شرطیں سب موجود تھیں۔

(۳) مولانا شمسی صاحب نے جہاں پنج فضائل اور خاتم سلیمانی کے حوالے سے یہ واقعہ لکھا ہے وہاں حضرت بندگی سید
یعقوب رضؓ کی نسبت ایسا نہیں لکھا۔

(۴) مولانا کی تحریر آپ کی تحریر سے نرالی ہے۔ مولانا کی عبارت یہ ہے کہ "جب بندگی میاں شاہ نعمت رضی اللہ عنہ احمد نگر
تشریف لائے تو تین دفعہ عید کی نماز باہر پڑھی۔ اور پھر اپنے جماعت خانہ میں عید الفطر اور عید الضحیٰ پڑھتے تھے۔" دیکھئے تیسرے

سوال کے جواب کی تیسری و چوتھی شق۔

(۵) مولانا کے نزدیک جبکہ صحابی کا قول و فعل حجت نہیں ہے تو اس روایت سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ اور اس کے پہلے کی یہ روایت کہ "بعض لوگوں نے اپنے مقام میں بھی نماز جمعہ پڑھی ہے چنانچہ میاں سید اشرف غازی ابن میاں سید راجی محمد بن بندگی میاں سید اسد اللہ رحمۃ اللہ اپنے اٹھائیس خلفا کے ساتھ نماز جمعہ اپنی مسجد میں پڑھا کرتے تھے" تو اس سے بھی گئی گذری ہے کیونکہ میاں سید اشرف غازی تبع تابعی بھی نہیں ہیں چہ جائیکہ صحابی ہوں۔ با ایں ہمہ نماز جمعہ کے متعلق ایسی کوئی روایت زمانۂ صحابہ میں بھی کسی صاحب کو نہیں ملی۔ پھر زمانۂ مہدی عم کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔

اور وہ جو آپنے المختصر کے صفحہ ۱۹ کی چھٹی سطر میں مہدی عم کے متعلق "یا تو خود امام ہوئے ہیں" اور صفحہ ۳۳ کی چھٹی سطر میں "بلکہ اکثر جائے خود امام ہوئے ہیں" لکھا ہے اُس کا ثبوت آپ کے ذمہ فرض ہے جس طرح کہ صفحہ ۱۴ میں تاج خاں سالار کی مسجد کو جامع مسجد لکھنے اور صفحہ ۲۰ میں آیت کریمہ "یَاأَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُوا إِذَا نُودِیَ لِلصَّلٰوةِ" الخ کا فارسی ترجمہ حضرت مہدی علیہ السلام کی نظر اقدس سے گذرنے اور اس سے آپ کے حضرت بندگی شاہ نظام الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تعلیم دینے اور صفحہ ۲۳ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت میں امام (سلطان) عادل یا ظالم کا ذکر ہوتے ہوئے صفحہ ۱۰۳ میں "جمعہ بلا شرط فرض ہے" اور "اس کی فرضیت شہری اور جنگلی کو شامل ہوگی" وغیرہ لکھدینے کا ثبوت بھی آپ ہی پر واجب ہے۔ خلاصہ یہ کہ مذکورہ بالا فیصلے کی صورت بالکل غلط ہے۔ اُس کی صحیح صورت وہی ہے جو اوپر سنت الصالحین کی مذکورہ روایت کے خلاصے میں گذری۔

(۱۵) پانچ وقت کی فرض نمازوں اور جمعہ و عیدین کی نماز کا ایک حکم نہیں ہے ورنہ جیسا کہ مولانا میرے پہلے سوال کے جواب میں عقیدۂ شریفہ کے حوالے سے لکھتے ہیں سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا فرمانے کے بعد کہ "منکران مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیچھے نماز نہ پڑھو اور اگر کبھی (سہو و غفلت سے) پڑھ لو تو اس کا اعادہ کرو" (بینہ پلٹاؤ) خود جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز اُن کے پیچھے نہ پڑھتے۔

(۱۶) جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز شرطیں موجود نہونے کی وجہ سے نفل ہے چنانچہ میرے تیسرے سوال کے جواب کی پہلی شق کے آخر میں مولانا کی "میاں محمود رحمۃ اللہ فرزند میاں الہداد حمید رضی اللہ عنہما" اور "سید میرانجی سید و میاں صاحب رحمۃ اللہ" کے رسالوں سے نقل کی ہوئیں دونوں روایتوں سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور علامہ بندگی عبد الملک سجاوندی رضہ کا یہ قول کہ "أَمَّا الصَّلٰوةُ الْمَفْرُوضَةُ خَلْفَ إِمَامٍ غَيْرِ إِمَامِهٖ فَغَيْرُ صَحِيحٍ لِأَنَّهٗ مَا صَلّٰى خَلْفَ غَيْرِ إِمَامِهٖ قَطُّ۔ أَمَّا صَلٰوةُ الْعِيدِ وَالْجُمُعَةِ فَخَلْفَ إِمَامٍ لَا يُعْلَمُ إِنْكَارُهٗ رِعَايَةً لِشِعَارِ الْإِسْلَامِ" اسکی پوری وہوم دہام سے تائید کرتا ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرض نماز مخالف امام کے پیچھے کبھی نہیں پڑھی ہے اور عید و جمعہ کی نماز شعار اسلام کی رعایت کر کے پڑھی ہے۔ اور بندگی میاں سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ کی یہ تحریر کہ "بعد گذردن جمعہ

بشرائط فرض شدہ چنانچہ در کتب فقہ مسطور است وِالّا دو رنیت نمازِ جمعہ صریح ست باید فہمید د شرائط مذکور درین زمان کم یافتہ می شوند و فرض ظہر ساقط نمی شود بلکہ علماء زمان فتوی کردہ اند کہ فرض ظہر باید کرد پس بدین امر این رواج ارکانِ اسلام می باشد حضرت مہدیؑ بہمیں وجہ درست داشتہ اند“) تو اسے بالکل آئینہ ہی بنادیتی ہے۔ اِس تحریر کی توضیح یہ ہے کہ کتب فقہ کے مطابق جمعہ کا پڑہنا چند شرطوں سے فرض ہوا ہے۔ اگر وہ شرطیں پائیجائیں تو اُس کا پڑہنا فرض ہے ورنہ نہیں اور یہ بات نماز جمعہ کی نیت میں صاف کھلجاتی ہے (کیونکہ اُسمیں یہ نیت کرنی پڑتی ہے کہ جمعہ کی دو رکعت کے لئے ظہر کی چار رکعت فرض چھوڑتا ہوں) اور اس زمانے میں مذکور شرطیں کم پائیجاتی ہیں اس لئے جمعہ پڑہنے سے ظہر کا فرض نمازی کے سر سے نہیں اُترتا۔ بلکہ زمانے کے عالموں نے فتوی دیدیا ہے کہ ظہر کا فرض ہی پڑہنا چاہئیے۔ ایسی حالت میں اِس وقت جمعہ پڑہنا ارکانِ اسلام کی رواجوں میں سے ایک رواج ہے فرض نہیں ہے۔ اِسی واسطے حضرت مہدی موعود علیہ الصلوۃ و السلام نے اُس کا مخالفوں اور منکروں کے پیچھے پڑہنا درست رکھا ہے۔ یہ سمجھنے کی بات ہے۔

اور عقیدۂ شریفہ کی فارسی شرح کی نیچے لکھی ہوئی عبارت بھی ایسی ہی ہے ”بدانکہ منع اقتدائے ایشاں در فرض عین ثابت شدہ است کہ بر ہر فردے از افراد انسان لازم ست تا آنکہ بذاتِ خود ادا نمیکند ساقط نمی شود چوں نماز پنجگانہ۔ اما نماز جمعہ و عیدین بچند شرائط واجب می شود“ الخ یعنے مخالفوں اور منکروں کی اقتدا پانچ وقت کی نمازوں میں منع ہے جو فرض عین ہیں۔ جمعہ اور عیدین کی نماز میں منع نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ ایسی نہیں ہے اور اُس کی فرضیت چند شرطوں پر موقوف ہے جس شخص میں اور جس جگہ وہ شرطیں پائیجائینگی اُس شخص پر اور اُسی جگہ فرض ہوگی۔ دوسرے شخص پر اور دوسری جگہ جہاں شرائط مذکورہ موجود نہونگی وہاں فرض نہیں ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ جب فرض نہوگی تو نفل ہی ہوگی۔

جب نماز جمعہ و عیدین کا نفل ہونا بخوبی ثابت ہوگیا تو یہ کہنا بیجا نہوگا کہ مولانا نے میرے چھٹے سوال کے جواب میں جو یہ لکھا ہے کہ ”نماز جمعہ اور نماز پنجگانہ کی فرضیت کا ایک ہی حکم ہے بلکہ جمعہ کی فرضیت اُس سے اہم و موکد ہے“ آخر تک۔ اور مولوی سید حسین صاحب کا وہ قول جو المختصر کے صفحہ ۲۴ کی نویں سطر میں ہے کہ ”نماز جمعہ بلا شرط فرض ہے“ اور نیز اُن کا وہ ترجمہ بھی جو رسالۂ مذکورہ کے صفحہ ۱۰ کی پندرہویں و سولہویں سطر میں سنت الصالحین کی فارسی عبارت کا اُنہوں نے کیا ہے کہ ” یہ عمل مہدی علیہ السلام کی مبارک ذات سے فرضیت کے طریق پر ہوا ہے“ وغیرہ وغیرہ جہاں جہاں کہ ان دونوں صاحبوں نے نماز جمعہ کو فرض عین اور نماز پنجگانہ کے برابر بلکہ اُس سے بھی موکد بلالحاظ شرائط ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ اور پھر اُن کے ڈھنگ کی نماز جمعہ نہ پڑہنے والوں پر جو بیجا حملے کئے ہیں۔ کہیں اِنہیں جاہل و گمراہ کہا ہے تو کہیں بیدین و بداعتقاد کسی جگہ اُن کی نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوۃ وغیرہ کُل اعمال و عبادات کو نامقبول و برباد بتلایا ہے تو کسی جگہ اُنہیں خارج گروہ شمار کیا ہے علیٰ ہذا کسی مقام پر اور کچھ فرمایا ہے تو کسی مقام پر دوسرا کچھ غلط اور اُن حضرات کی زیادتی ہے اور اِس سے مہدی علیہ السلام تک کے بزرگانِ دین پر جو حرف آتا ہے وہ سب بر طرہ ہے۔ خدا اُن کے حال پر رحم کرے آمین۔

(۱۷) اور پر موجب مولوی سید حسین صاحب کا یہ دعوی بھی کہ "نماز جمعہ میں مہدی علیہ السلام خود امام ہوئے تھے" سراسر غلط اور بے پایہ ہے۔ عقیدۂ شریفہ کی مذکور شرح میں ہے کہ "اگر کسی گوید کہ در نماز جمعہ و عیدین چرا آنحضرت بذاتِ خود مانندِ آں سرور صلعم خطبہ نخواندو امامت نکرد؟ جواب بدانکہ بعثت آنحضرت مخصوص برامور خلافت باطنی ست و بعثت آں سرور صلعم مخصوص برامورِ خلافت ظاہری ست و شروطِ نماز جمعہ و عیدین بخلافت ظاہری تعلق میدارند چنانچہ وجود شدنِ مصر و سلطان و قاضی و خطیب و مسجد جامع و غیر آں و امور خلافت باطنی مانند ترک دنیا و طلب خدا و ہجرت وطن و صحبتِ صادق و عزلتِ خلق و ذکر دوام و توکل تمام و طلب رویت اللہ و فنا فی اللہ و بقا باللہ ست پس ناچار صاحب امورِ خلافتِ باطنی در بعضے امور از خلافتِ ظاہری کہ جائز دَعُلیٰ الاطْمِعَیانِّ باشد و مطلقاً بخلافت باطنی تعلق ندارند چنانچہ نماز جمعہ و عیدین ست برائے رعایتِ شعارِ اسلام متابعت دیگراں کنند و روا دارد و مالا فلا فافہم جدًّا انہٗ بیّنٌ"

یعنے اگر کوئی کہے کہ نماز جمعہ و عیدین میں مثل آنحضرت صلعم کے حضرت مہدی علیہ السلام نے خطبہ کیوں نہیں پڑھا اور امامت کس لئے نہیں کی؟ تو اُس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام خاص باطنی خلافت کے کاموں کے واسطے بھیجے گئے ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری خلافت کے کاموں کے لئے۔ اور جمعہ و عیدین کی شرطیں مثلاً شہر مسلمان بادشاہ۔ قاضی خطیب اور جامع مسجد کا موجود ہونا وغیرہ ظاہری خلافت سے تعلق رکھتی ہیں۔ باطنی خلافت سے نہیں۔ باطنی خلافت کے کام تو یہ ہیں مثلاً دنیا چھوڑنا۔ خدا کی طلب۔ وطن چھوڑنا۔ اچھے لوگوں کی صحبت میں رہنا۔ مخلوق سے کنارہ کرنا۔ ہمیشہ اللہ کی یاد میں رہنا۔ پورا پورا توکل کرنا۔ خدا کے دیدار کی طلب میں رہنا۔ اللہ کی ذات میں فنا ہوجانا اور اُسی کے ساتھ باقی رہنا۔ جب دونوں خلافتوں کا منصب اور کام جدا ٹھیرا تو باطنی خلافت والے کو ظاہری خلافت کے بعض اُن کاموں میں جو اُس کے مقرر کئے ہوئے کاموں سے زیادہ ہیں اور باطنی خلافت سے کوئی علاقہ نہیں رکھتے جیسے جمعہ اور عیدین کی نماز ہے۔ اسلامی رواج کی رعایت سے دوسروں کی اقتدا کئے اور اُسے جائز رکھے بغیر چارہ نہیں ہے۔ اور جو کام خلافت ظاہری کے مقررہ ہیں (مثلاً پانچ وقت کی فرض نماز وغیرہ) اُن میں وہ دوسروں کی اقتدا نہیں کریگا۔ یہ کھلی ہوئی بات ہے اس کو خوب سمجھو۔

اِس سے اتنے امور ثابت ہوئے۔

(۱) سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کی نماز میں کبھی امام نہیں ہوئے۔

(۲) جمعہ کی نماز کا اور پانچ وقت کی نمازوں کا ایک حکم نہیں ہے۔

(۳) جمعہ کی نماز میں منکروں اور مخالفوں کی اقتدا جائز ہے۔ اور پانچ وقت کی نماز میں ناجائز۔

(۴) جمعہ کی وہ تمام شرطیں جو آیت کریمہ "یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَیْعَ" کے اشاروں سے اور نیز حدیث و فقہ کی کتابوں سے بھی ثابت ہوتی ہیں حضرت

اس شبہ کا جواب کہ شرائط جمعہ کے ماننے میں مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجتہدین کے تابع ہو جانا لازم آتا ہے

مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانی ہوئی ہیں - اور جب آپؑ ان کو مان چکے ہیں تو ثابت ہو گیا کہ یہ شرطیں اجتہادی اور قیاسی نہیں ہیں بلکہ خدا کے حکم سے ثابت ہونے کی وجہ سے قطعی اور یقینی ہیں ورنہ لازم آئیگا کہ آپؑ بھی مجتہدوں کی طرح دینی امر میں اجتہاد اور قیاس سے کام لیا کرتے تھے جو باطل ہے اس لئے کہ آپؑ کا فرمان ہے کہ اجتہاد او قیاس مجھ پر حرام ہے - میں تو جو کچھ کہتا ہوں اور کرتا ہوں وہ خدا ہی کے حکم سے کہتا ہوں اور کرتا ہوں جو شخص اس کا انکار کرے گا وہ عند اللہ ماخوذ ہوگا-

اور جب یہ ہے تو مذکورہ شرطوں کے ماننے میں آپؑ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ یا کسی اور مجتہد رحمہ اللہ کے تابع نہیں ہونگے بلکہ خدا کے حکم ہی کے تابع ہونگے - اور یہ جواب ہے مولانا و مولوی سید حسین صاحب وغیرہ اُن لوگوں کی تحریر دلپذیر کا جو یہ کہتے ہیں کہ شرائط مذکورہ خصوصاً شہر کا اور مسلمان بادشاہ کا ہونا ظنی اور وہمی ہیں قطعی اور یقینی نہیں اور قرآن مجید و حدیث شریف یا خدا کے حکم سے ثابت نہیں ہیں بلکہ ائمۂ مجتہدین بالخصوص امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کی نکالی ہوئی محض قیاسی اور اجتہادی ہیں اور اگر مہدی علیہ السلام اُن کو مان لیں تو اُنکے تابع ہو جائینگے-

(۵) جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز ظاہری خلافت (شریعت) کے مقرر کئے ہوئے کاموں سے زیادہ ہے یعنے اُسکا ادا کرنا ہر وقت اور ہر جگہ درست نہیں ہے اور نہ ہی ہر شخص پر واجب ہے بلکہ اُسی وقت اور اُسی جگہ درست ہوگا جو اس کے لئے شرط ہے اور اُسی شخص پر واجب ہوگا جس کو شریعت نے اس کا اہل قرار دیا ہے مثلاً اسلامی حکومت کے زمانے میں درست ہوگا دوسرے وقت میں نہیں - اور اُسی جگہ درست ہوگا جس کو مسلمان بادشاہ شہر کا حکم دیدے پھر واقع میں وہ شہر ہو یا گاؤں - دوسری جگہ نہیں - اور مرد آزاد - مقیم - تندرست - بالغ اور صاحبِ عقل ہی پر واجب ہوگا - عورت - غلام مسافر - بیمار - نابالغ اور دیوانے پر نہیں - جیسا کہ فقہ اور حدیث کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے-

اور اس کے یہ معنے بھی ہوسکتے ہیں کہ اوّلاً یہ فعل (جمعہ پڑھنا) مدینۂ طیبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے پہلے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی رائے اور اجتہاد سے مقرر ہوا تھا جس میں اسعد بن زرارہ رضؓ امام بنائے گئے تھے چنانچہ عبداللہ ابن سیرین رضؓ کی روایت سے جو عبد بن حمید رحؒ کی تفسیر میں ہے ظاہر ہے - اور جو جمعہ کہ اس کے بعد حضرت مصعب بن عمیر رضؓ کی اقتدا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینے پہنچنے سے پہلے صحابہ نے پڑھا ہے وہ جمعہ کے مکہ ہی میں فرض ہونے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں حکم لکھ بھیجنے کے بعد ہے جسکی تفصیل آگے آئیگی-

اور اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ دین کا کوئی کام - چاہے وہ کیسا ہی خوبیوں سے بھرا ہوا کیوں نہو حکم کے تابع رہکر ہی کرنا چاہئیے - بغیر اس کے اپنی رائے اور اجتہاد سے کرنا درست اور قبول نہیں ہے-

(۶) جب عید و جمعہ کی نماز کو باطنی خلافت سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے تو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے
اُسے محض شعار اسلام کی رعایت سے دوسروں کے پیچھے پڑھنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہوگا اور یہ عقلی دلیل ہے۔
الحاصل جب عقلی و نقلی دلیلوں سے اچھی طرح ثابت ہوگیا کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جمعہ کی نماز
جب پڑھی ہے تب جامع مسجد میں جا کر مخالفوں اور منکروں ہی کے پیچھے پڑھی ہے۔ اپنے مقام میں خود امام ہو کر کبھی نہیں
پڑھی اور اپنے عمل سے "بدنبال منکران مہدی نماز نگزارید اگر گزارده باشید باز بگردانید" کے حکم میں سے اس نماز کو مستثنے
اور خارج بھی کر دکھایا کہ جن نمازوں کے لئے ہم نے تمہیں منکروں کے پیچھے پڑھنے سے منع فرمایا ہے وہ پانچ وقت کی نمازیں
ہیں۔ یہ نماز نہیں۔ یہ تو سرے سے اُس حکم میں داخل ہی نہیں ہے۔ تو اب ہمارے جمعہ پڑھنے والے مہدوی بھائیوں کے
واسطے کون عذر ہے جو اُن کو آپؑ کی پیروی سے باز رکھ رہا ہے اور جامع مسجد جانے سے روک رہا ہے۔
اور اگر وہ نماز جمعہ کو مذکور حکم سے مستثنیٰ و خارج نہیں سمجھتے بلکہ اس کا مفہوم عام لیتے ہیں کہ "منکروں کے پیچھے کوئی نماز نہیں
پڑھنی چاہیئے عام ازینکہ وہ نماز پنجگانہ ہو یا جمعہ ہو یا عیدین ہو یا تراویح ہو" جیساکہ مولانا نے میرے چھٹے سوال کے
جواب میں لکھا ہے تو ثابت ہوگیا کہ آپؑ نے جمعہ کی نماز ہرگز نہیں پڑھی اور جامع مسجد میں فقط تبلیغ ہی کے لئے تشریف
لیجایا کرتے تھے اور منہاج التقویم کی روایت "نَذْهَبُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجُمُعَةَ" آخر تک یعنے مہدیؑ فرماتے
ہیں کہ ہم جامع مسجد میں جاتے ہیں مگر جمعہ نہیں پڑھتے۔ اور نیز پنج فضائل کی وہ روایت بھی جس میں حضرت ثانی مہدیؑ کے حضور
ہر جمعہ کو بلاناغہ نماز ظہر کے بعد محضرہ ہونے کا ذکر ہے بالکل صحیح ہے۔ اور ان دونوں روایتوں پر بلکہ میرے سوالات پر بھی جس قدر
کہ بیجا اعتراضات اور نکتہ چینیاں کیگئی ہیں سب غلط ہیں۔ اور اس وقت اُن پر فرض ہوگا کہ کوئی ایک روایت ایسی لائیں
جس سے ثابت ہوتا ہو کہ آپؑ نے یا آپؑ کے صحابہ رضؓ یا تابعینؒ یا تبع تابعین رحؒ نے اُن کی طرح اپنی ساری عمر میں ایک مرتبہ بھی
یہ نماز پڑھی ہو۔ اور اُن تمام روایتوں کو جو حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منکروں اور مخالفوں کے پیچھے نماز
جمعہ و عیدین پڑھنے کے متعلق گروہ مقدسہ کی کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں اور جن میں سے انہوں نے کچھ بڑھا کر اور کچھ گھٹا کر
اور بعض جگہ معنے میں ہیر پھیر کر کے اپنی اپنی تحریروں میں نقل فرمائی ہیں۔ غلط کر دیں۔ ورنہ ایک طرف تو صاف طور پر اُن کی
ہٹ دھرمی ثابت ہوگی اور دوسری طرف معاذ اللہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل میں تعارض
لازم آئیگا یعنے یہ بات لازم آئیگی کہ آپؑ کہتے کچھ تھے اور کرتے کچھ تھے۔ کہتے یہ تھے کہ منکروں کے پیچھے کوئی نماز مت پڑھو۔
اور کرتے یہ تھے کہ خود اُن کے پیچھے جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز پڑھتے تھے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ وہ ساری نکتہ چینیاں بھی
جو مولانا نے مذکورہ دونوں روایتوں پر اور میرے سوالات پر کی ہیں سب لوٹ کر اُن ہی پر پڑینگی۔ توبہ توبہ۔ خدا کی پناہ۔ اور یہ وہی بات
ہے جس کی نسبت ہم پہلے وعدہ کر چکے ہیں جو خدا کے فضل سے خیر و خوبی کے ساتھ طے ہوگئی اور اس پر ہم اُس کا شکر کرتے ہیں۔

جب اوپر موجب پنج فضائل اور منہاج التقویم کی مذکورہ روایتیں تمام طرح کے معارضوں اور ہر قسم کے صدموں سے بچ گئیں اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جمعہ کی نماز نہ پڑھنا اور آپ کا جامع مسجد کو محض تبلیغ ہی کے واسطے جانا بفضلہ تعالیٰ کما حقہ ثابت ہوچکا تو اب ہم کہتے ہیں کہ

آپکا یہ فعل حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور فعل کے مطابق ضرور ہونا چاہیئے ورنہ آپ تابع تام نہیں رہینگے جس کا بیان اول بھی ہوچکا ہے کہ جس طرح اسلامی حکومت وغلبہ اور شہرت واقامت کی شرطیں فوت ہونے کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس نماز کو ادا نہیں فرماتے تھے اسیطرح آپ نے بھی ایسی حالت میں یہ نماز نہیں پڑھی ہے۔ چنانچہ باوجود جمعہ فرض ہونے کے پہلی شرط نہیں ملنے کے سبب مکہ معظمہ میں اور دوسری وتیسری شرط مفقود ہونے کی وجہ سے قبا وعرفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نماز نہیں پڑھی ہے حالانکہ عرفات میں حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلعم کا یہ آخری جمعہ تھا اور اس حج میں ایک لاکھ سے زیادہ مسلمان شریک تھے چنانچہ ایک روایت سے ایک لاکھ چودہ ہزار [۱۱۴۰۰۰] اور دوسری روایت سے ایک لاکھ چوبیس ہزار [۱۲۴۰۰۰] مسلمانوں کا اس حج میں شریک ہونا ثابت ہے باوجود اس کے نہ تو آپ صلعم نے جمعہ پڑھا اور نہ ہی مکے والوں اور دوسرے حاجیوں کو اس کے پڑھنے کا حکم فرمایا تو پھر جو شخص آپ صلعم کا تابع تام ہو اور ہمیشہ سفر ہی میں رہتا ہو وہ شہریت اور اقامت کی شرطیں نہ ملنے پر اس کو کسطرح پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر پڑھے تو پھر تابع تام کیسے رہ سکتا ہے۔ آپ ایسے وقت میں یہ نماز بھی پڑھیں اور پھر تابع تام ہی رہیں ؎ این خیال است ومحال است وجنوں۔

اب ہم شرائط جمعہ کے دلائل کی طرف توجہ کرتے ہیں ہرچند کہ اس کے دلائل میں سے سب سے بڑی دلیل حضرات خاتمین علیہما الصلوات والتسلیمات کا فعل وعمل ہے جو مذکور ہوچکا اور اس کی موجودگی میں کسی اور دلیل کی حاجت بالکل نہیں رہتی مگر چونکہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ جب تک ان کے بیان میں کئی صفحے بھر نہ دیے جائیں اور قرآن مجید کی آیت وحدیث شریف کا نام درمیان نہ آئے عام ازینکہ وہ اسکو سمجھ سکیں یا نہ سمجھ سکیں تب تک انکو تسلی نہیں ہوتی لہٰذا چار وناچار ہمیں انکی خاطر یہ دردسری کرنی پڑتی ہے۔

بیان شرائط

مخفی نہ رہے کہ جمعہ کا فرض اور درست ہونا چند شرطوں پر موقوف ہے اگر وہ پائیجائیں تو بیشک جمعہ کا پڑھنا فرض اور درست ہے ورنہ ہرگز فرض اور درست نہیں ہے کیونکہ اس پر اجماع اور چاروں اماموں کا اتفاق ہوچکا ہے اور جس بات پر اجماع ہوتا ہے وہ یقینی اور قطعی ہوا کرتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جمعہ کا مقید بالشرائط اور مشروط ہونا درنبوت میں بھی قطعی اور یقینی ہے۔ اور جو لوگ اسے ظنی ووہمی یا محض قیاسی واجتہادی خیال کرکے جمعہ کو عام طور پر بلا شرط فرض بتلاتے ہیں وہ غلط ہے۔ چنانچہ آگے بالتصریح معلوم ہوگا۔

جن شرطوں کے موجود ہونے سے جمعہ کا پڑھنا فرض ہو جاتا ہے اُن کو وجوب کی شرطیں کہتے ہیں اور جن کے پائےجانے
سے اُس کا پڑھنا صحیح اور درست ہوسکتا ہے اُن کا نام ادا کی شرطیں ہیں۔ اور ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ وجوب کی شرطیں
فوت ہونے سے جمعہ کی فرضیت اُڑ جاتی ہے مگر ایسی حالت میں اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز ایسی جگہ پڑھ لے کہ جہاں ادا کی تمام
شرطیں موجود ہوں تو نماز ہوجائیگی۔ بخلاف ادا کی شرطوں کے کہ اگر یہ نہ پائےجائیں تو نماز بالکل ہوتی ہی نہیں جیسا کہ آگے آتا
ہے۔ وجوب و ادا کی ملاکر حنفیوں کے نزدیک کل ۱۲ بارہ شرطیں ہیں۔ ۶ چھ وجوب کی اور ۶ چھ ادا کی۔ اور دوسرے اماموں کے پاس
کچھ کم زیادہ ہیں۔

حنفیوں کی وجوب کے لئے یہ شرطیں ہیں (۱) آزاد ہونا۔ غلام پر فرض نہیں۔ (۲) تندرست ہونا۔ بیمار اور معذور پر
فرض نہیں۔ (۳) بالغ ہونا۔ لڑکے پر فرض نہیں۔ (۴) مرد ہونا۔ عورت پر فرض نہیں۔ (۵) شہر میں مقیم ہونا۔ مسافر پر
اور گاؤں میں رہنے والے پر بھی اگرچہ مقیم ہو فرض نہیں۔ (۶) عقلمند ہونا۔ دیوانے پر فرض نہیں۔

اور ادا کے لئے یہ ہیں (۱) شہر کا ہونا۔ گاؤں میں ادا نہیں ہوتا۔ (۲) سلطان عادل یا ظالم یا اُس کے نائب کا ہونا
بغیر اِس کے ادا نہیں ہوتا۔ (۳) ظہر کا وقت ہونا۔ دوسرے وقتوں میں ادا نہیں ہوتا (۴) خطبہ ہونا۔ اُس کے بغیر درست
نہیں ہوتا (۵) اذنِ عام یعنے عام اجازت کا ہونا بلا اس کے جائز نہیں۔ (۶) جماعت ہونا۔ اِس کے سوا بھی روا نہیں۔
اِن شرطوں میں سے ہر ایک کا پایا جانا ضروری اور لازمی ہے۔ اگر ان میں سے ایک شرط بھی فوت ہو جائیگی اور نہیں ملیگی تو
جمعہ ادا نہیں ہوگا اور نہ ہی اُس کا پڑھنا صحیح اور درست ہوگا بلکہ اُس وقت جمعہ کا چھوڑنا اور ظہر کا پڑھنا واجب ہوگا۔
کیونکہ یہ فرض کی شرطیں ہیں اور جو شرطیں کہ کسی فرض کے لئے ہوتی ہیں وہ "فرض ہی" ہوا کرتی ہیں دیکھو رسالۃ المختصر کے
۲۴ چوبیسویں صفحے کی آٹھویں سطر۔ افسوس ہے کہ جس بات کو فرض سمجھتے ہیں اُسی کو پھر وہی وہم ضعیف۔ مکڑی کا تار۔
موہوم جال ہے بھی لکھتے ہیں۔ شاید ان کے نزدیک مطلب کے وقت دونوں درست ہوں۔ المختصر صـ ۲۴ سطر ۸ و ۱۲
و صـ ۱۸ سطر ۱۴

مذکورہ شرطوں میں سے بعض تو آیت کریمہ = يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ
فَاسْعَوْا إِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ـ سے اور بعض صحیح حدیثوں سے اور بعض اجماع سے ثابت ہیں۔ ائمۂ دین رحمہم اللہ
نے اِن ہی دلائل سے اِن کو ثابت کیا ہے۔ قیاس کو اس میں ذرا بھی دخل نہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔
وجوب کی شرطوں میں سے پانچ یعنے آزاد ہونا۔ تندرست ہونا۔ بالغ ہونا۔ مرد ہونا۔ مقیم ہونا۔ تو مشکوٰۃ شریف
کی اِس حدیث میں مذکور ہیں عَنْ جَابِرٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَعَلَيْهِ الْجُمُعَةُ إِلَّا مَرِيْضٌ أَوْ مُسَافِرٌ أَوِ امْرَأَةٌ أَوْ صَبِيٌّ أَوْ مَمْلُوْكٌ فَمَنِ اسْتَغْنٰى
بِلَهْوٍ أَوْ تِجَارَةٍ اِسْتَغْنَى اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ٥ رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ ـ یعنے جابر رضـ سے روایت ہے

کہ بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس پر جمعہ فرض ہے مگر بیمار یا مسافر یا عورت یا لڑکے یا غلام پر فرض نہیں ہے پھر جو کوئی کھیل یا بیوپار میں لگ کر جمعہ سے بے پرواہی کریگا تو خدا تعالے بھی اس سے بے پرواہی کریگا اور وہ تو بے پرواہ اور سراہا ہوا ہے ہی۔ اس کو دارقطنی نے روایت کیا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ان پانچوں یعنے بیمار۔ مسافر۔ عورت۔ لڑکے۔ اور غلام پر جمعہ فرض نہیں ہے۔

گو مذکور حدیث کے بعض راوی ضعیف ہیں مگر چونکہ طارق ابن شہاب رضہ کی وہ روایت جو نیچے لکھی ہوئی ہے اور نیز دوسری حدیثیں بھی اس کی تائید کرتی ہیں اس لئے استشہاد اسند کے واسطے کافی ہے جسے حضرات اہل حدیث بھی مانتے ہیں چنانچہ مولوی شمس الحق صاحب عظیم آبادی اہل حدیث اپنے رسالہ اَلتَّحْقِيقَاتُ الْعُلیٰ بِاِثْبَاتِ فَرْضِيَّةِ الْجُمُعَةِ فِی الْقُرٰی میں حدیث مذکور ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ وَفِی اِسْنَادِہٖ اِبْنُ لَهِيْعَةَ وَمَعَاذُ بْنُ مُحَمَّدِنِ الْاَنْصَارِيُّ وَهُمَا ضَعِيْفَانِ لٰكِنْ يَّكْفِیْ لِلْاِسْتِشْهَادِ یعنے اس کے اسناد میں ابن لہیعہ اور معاذ بن محمد دو راوی ضعیف ہیں لیکن شہادت اور گواہی کے لئے کافی ہے۔

طارق ابن شہاب رضہ کی حدیث یہ ہے۔ عَنْ طَارِقِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْجُمُعَةُ حَقٌّ وَّاجِبٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ فِیْ جَمَاعَةٍ اِلَّا عَلٰی اَرْبَعَةٍ مَّمْلُوْكٍ اَوِامْرَاَةٍ اَوْصَبِیٍّ اَوْ مَرِيْضٍ رَوَاهُ اَبُوْدَاؤدَ وَقَالَ طَارِقُ ابْنُ شَهَابٍ قَدْ رَاَی النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ يَسْمَعْ عَنْهُ شَيْئًا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے جمعہ ہر مسلمان پر جماعت میں واجب ہے مگر چار یعنے غلام۔ عورت۔ لڑکے اور بیمار پر واجب نہیں ہے۔ اس کو ابوداؤد نے روایت کرکے کہا ہے کہ طارق ابن شہاب رضہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو بیشک ہے لیکن آپ سے کچھ سنا نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے مگر اصول حدیث کا قاعدہ ہے کہ صحابی کی مرسل جمہور کے نزدیک مقبول ہے۔

مولوی صاحب موصوف اس حدیث کی صحت کے متعلق اپنے مذکور رسالے کے دوسرے صفحے میں تحریر فرماتے ہیں کہ قَالَ الْعِرَاقِیُّ فَاِذَا قَدْ ثَبَتَتْ صُحْبَتُهٗ فَالْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ وَغَايَتُهٗ اَنْ يَّكُوْنَ مُرْسَلَ صَحَابِیٍّ وَهُوَ حُجَّةٌ عِنْدَ الْجُمْهُوْرِ۔ یعنے عراقی کہتے ہیں کہ جب طارق ابن شہاب رضہ کا صحابی ہونا یقیناً ثابت ہو گیا تو اُنکی حدیث صحیح ہے مُرسل ہوئی تو کیا ہوا اس لئے کہ صحابی کی مُرسل جمہور کے نزدیک حجت ہے۔ پھر تیسرے صفحے میں اس کا صحیحین کی شرط پر ہونا اور مرفوع ہونا بھی ثابت کیا ہے۔ قاضی شوکانی صاحب نے بھی نیل الاوطار میں اس کو مرفوع لکھا ہے چنانچہ اُن کی یہ عبارت ہے۔ وَقَدِ انْدَفَعَ الْاِعْلَالُ بِالْاِرْسَالِ بِمَا فِیْ رِوَايَةِ الْحَاكِمِ مِنْ ذِكْرِ اَبِیْ مُوْسٰی۔ یعنے حاکم کی روایت میں (طارق رضہ کے بعد) ابوموسیٰ رضہ کا ذکر آجانے سے ارسال کی علت دور ہو گئی یعنے اس وجہ سے یہ حدیث مرفوع ہے۔

حضرات اہل حدیث سے تعجب ہے کہ طارق ابن شہاب رضہ کی حدیث کو کہ جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

کچھ سنا نہیں ہے بے کھٹکے مان لیتے ہیں اور حدیث علی رضؓ "لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ" کے ماننے میں غش و پیچ کرتے ہیں حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حالت حضرت طارقؓ کی حالت سے بدرجہا بہتر ہے۔

غرض وجوب کی یہ پانچوں شرطیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جو سب کی مانی ہوئی ہیں حتی کہ مولانا شمسی صاحب اور تمام اہل حدیث بھی اس کا اقبال کرتے ہیں۔ ایک مولوی سید حسین صاحب نہیں مانتے ہیں تو یہ انکی ہٹ دھرمی ہے۔

اور وہ جو انہوں نے المختصر کے صفحہ ۳۶ میں لکھا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی جمعہ ہی حالتِ ہجرت و مسافرت میں بمقام بطن وادی بنی سالم ادا ہوئی ہے" اور "اسی طرح حضرت خلیفۃ اللہ مہدی موعود صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیشہ بلاناغہ حالتِ سفر میں باوجود قصر بجا بجا جمعہ وعیدین ادا کی ہے" اور "حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر میں بحالت بیماری نماز جمعہ ادا کی ہے" سب غلط اور دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بنی سالم بن عوف کے محلّے (بطن وادی) میں پہلا جمعہ پڑھا ہے وہ آپ کا سفر ہجرت ختم ہونے اور مدینے پہنچ جانے کے بعد ہے۔ کیونکہ مذکور محلہ بطن وادی مدینے کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے۔ آپ کا سفر کی حالت میں جمعہ پڑھنا تو اسوقت ثابت ہوتا جبکہ قبا میں پڑھتے جہاں مولوی صاحب خود بھی قبول کرتے ہیں کہ آپ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا۔ دیکھو رسالۂ مذکورہ کے صفحہ ۱۲ کی سترہویں سطر میں لکھتے ہیں کہ "پھر جمعہ کے روز وہاں سے (قبا) رخصت ہوکر دوپہر کو بنی سالم بن عوف کی بستی (بطن وادی) میں ٹھیر گئے"

علامہ ابنِ قیم کی مذکورۂ ذیل عبارت جو انہوں نے زاد المعاد کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۱۰ میں لکھی ہے اس مضمون کو اور بھی واضح کردیتی ہے "فَاَدْرَكَتْهُ الْجُمُعَةُ فِيْ بَنِيْ سَالِمِ ابْنِ عَوْفٍ فَصَلَّاهَا فِي الْمَسْجِدِ الَّذِيْ فِيْ بَطْنِ الْوَادِيْ فَكَانَتْ اَوَّلَ جُمُعَةٍ صَلَّاهَا بِالْمَدِيْنَةِ وَذٰلِكَ قَبْلَ تَاسِيْسِ مَسْجِدِهٖ" یعنے قبا سے روانہ ہوئے بعد بنی سالم ابن عوف کے قبیلے میں آپ کو جمعہ پڑھنے کا موقع ملا جسے آپ نے اسی مسجد میں ادا فرمایا جو بطن وادی میں تھی اور یہ پہلا جمعہ تھا جو آپنے مدینے میں پڑھا تھا۔ اور یہ آپ کی مسجد بننے سے پہلے کا واقعہ ہے۔ ابنِ قیمؒ کا کلام پورا ہوا۔

پس جب آپ نے قبا میں یہ نماز نہیں پڑھی تو ثابت ہوا کہ مسافر پر اور گاؤں والوں پر جمعہ فرض نہیں ہے۔ ورنہ باوجود جمعہ کے سفر ہجرت سے پہلے ہی مکہ معظمہ میں فرض ہوجانے کے آپ کے قبا میں جمعہ نہ پڑھنے اور قبا والوں کو بھی اسکی بابت حکم اور تاکید نہ فرمانے کی اور کوئی وجہ نہیں ہے۔ اور آیت جمعہ کے مدینۂ منورہ میں نازل ہونے اور جمعہ کے اس سے پہلے مکہ معظمہ ہی میں فرض ہوجانے میں کوئی استبعاد اور خرابی لازم نہیں آتی جیسا کہ آگے ادا کی شرطوں میں تفصیل کے ساتھ معلوم ہوگا۔

مولوی صاحب موصوف کا یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "اسی وقت بنی سالم نے وہاں ایک مختصر سی مسجد بنادی" کیونکہ

علامہ ابن قیم کی اوپر لکھی ہوئی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ بطن وادی میں وہ مسجد پہلے ہی سے موجود تھی۔
حضرت مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی سفر کی حالت میں جمعہ کی نماز پڑھنا کسی کتاب سے ثابت نہیں ہے۔ اسیطرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیماری کی حالت میں نماز مذکور ادا فرمانے کا ثبوت بھی کہیں نہیں ملتا بلکہ اس کے خلاف کتابوں میں اس بات کی صراحت ہے کہ آپ نے ایسے وقت میں یہ نماز نہیں پڑھی چنانچہ حجۃ الوداع کا واقعہ اس کا شاہد ہے۔ یہ بات دوسری ہے کہ مسافر یا بیمار وغیرہ جس پر جمعہ فرض نہیں ہے اگر ادا کی تمام شرطیں موجود ہونے پر یہ نماز پڑھلیگا تو ہوجائیگی اور اُس کی امامت بھی درست ہوگی مگر اس سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ جمعہ اس پر فرض بھی ہے۔ اور جہاں ادا کی شرطیں نہ پائیجاتی ہوں وہاں بھی اُس کی نماز اور امامت درست ہے۔ یا وجوب کی شرطیں اقامت اور تندرستی وغیرہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہیں اور جن پر آپ کا اور آپ کے تابع تمام کا مدۃ العمر عمل رہا ہے وہ باطل ہیں۔ با ایں ہمہ آپ تو سفر اور بیماری کی حالت میں یہ نماز ہرگز پڑھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس لئے کہ اس میں اس بات کا اندیشہ تھا کہ کہیں ایسی حالت میں بھی نماز مذکور فرض نہ ہو جائے۔ دیکھو اسی اندیشے سے آپ نے نماز تراویح تین روز پڑھکر چھوڑ دی ہے۔ اس پر بھی جو شخص یہ کہے کہ آپ نے ان حالتوں میں بھی نماز جمعہ نہیں چھوڑی تو وہ آپ کے قول و فعل میں تعارض ثابت کرنے کا الزام اپنے سر لے رہا ہے۔

مولوی صاحب موصوف نے مذکور رسالے کے صفحہ ۳۷ میں عالمگیری کے حوالے سے جو مسئلہ لکھا ہے کہ "اگر کوئی شخص ظہر ادا کر لیا تھا پھر جامع کے لئے سعی کیا اگر امام کو نماز جمعہ میں پایا اور داخل جماعت ہو گیا تو اسکی نماز ظہر باطل ہو گئی گو وہ معذور ہی کیوں نہ ہو جیسے مسافر یا بیمار یا غلام وغیرہ" اس میں بھی بہت کچھ فرق ہے۔ اصل مسئلہ یوں ہے۔

"حُرٌّ مُقِیْمٌ اَدَّی الظُّھْرَ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِہٖ یَجُوْزُ مُطْلَقًا حَتّٰی لَوْ خَرَجَ بَعْدَ اَدَاءِ الظُّھْرِ اِلَیْھَا اَوْ لَمْ یَخْرُجْ لَمْ یَبْطُلْ فَرْضُہٗ لٰکِنَّ عِنْدَ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ یَبْطُلُ بِمُجَرَّدِ السَّعْیِ مُطْلَقًا وَعِنْدَھُمَا لَا یَبْطُلُ اِلَّا اِذَا اَدْرَکَ" یعنے اگر کسی آزاد شہر میں رہنے والے مرد نے اول وقت میں ظہر کی نماز پڑھلی تو بالکل جائز ہے عام ازینکہ اس کے بعد وہ جمعہ کے لئے نکلے یا نہ نکلے اس کا فرض باطل نہ ہوگا لیکن امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک فقط سعی سے خواہ جمعہ کو پائے یا نہ پائے ہر حال میں باطل ہو جائیگا اور صاحبین کے نزدیک اس وقت باطل ہوگا جبکہ جمعہ کی نماز پالے۔ ایسا ہی بخاری کی شرح عینی میں بھی ہے۔

اب دیکھئے مولوی صاحب نے اسمیں کیسا غبن کیا ہے۔ جو حکم آزاد شہر میں رہنے والے مرد کے لئے ہے اسے اپنا مطلب سیدھا کرنے کے واسطے غلام۔ مسافر۔ بیمار وغیرہ معذوروں کے لئے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ سراسر غلط ہے۔ وہ حکم ان لوگوں پر ہرگز نہیں لگ سکتا اور نہ ہی ان کا پڑھا ہوا ظہر کا فرض باطل ہوگا۔ بلکہ اس وقت جمعہ کی نماز ان کے لئے نفل ہوجائیگی
حضرات! یہ مسئلہ خاص حنفیہ کا ہے اور جس کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے وہ بھی حنفیوں ہی کی کتاب ہے جنہیں مولوی صاحب

صفحہ ۵۵۳ کی اٹھارہویں سطر میں "اہل الرای" لکھتے ہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اُن کا کوئی مسئلہ سند میں نہ لیتے مگر تعجب ہے کہ جس مسئلہ میں انہیں اپنا مطلب بننے کی توقع ہوتی ہے (بہر واقع میں وہ مطلب بنے یا نہ بنے) اُسے تو اس شدّ و مد سے بیان کرتے ہیں کہ حنفیوں کی کتاب کی عزت اور اعتبار بڑھانے کیلئے پانچ پانچ سو عالموں کا نام لے ڈالتے ہیں اور جہاں یہ امید نہیں ہوتی ہے وہاں بے دھڑک لکھدیتے ہیں کہ ان کی دلیل ظنی۔ قیاسی۔ وہمی۔ موہوم جال اور مکڑی کے تار سے بھی زیادہ ضعیف ہے۔ یہی افراط و تفریط ہی تو ہے جو انصاف و دیانت کے خلاف ہے اور عوام الناس کو جمعہ پڑھنے والوں کے دام سے نکلنے نہیں دیتی۔

(۶) چھٹی شرط عقل ہے جو جمعہ وغیرہ تمام شرعی احکام کی بجاآوری کے لئے ضروری ہے اسلئے کہ دیوانے پر شرعاً کوئی تکلیف نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا یعنے اللہ تعالیٰ کسی کو اُس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور یہ شرط اجماع سے ثابت ہے۔

اب رہی ادا کی چھ شرطیں جنمیں سے پچھلی چار پر تو سب کا اتفاق ہے یہاں تک کہ اہل حدیث بھی انہیں تسلیم کرتے ہیں گو مولانا شمسی صاحب اور مولوی سید ولی صاحب اور مولوی سید حسین صاحب کے بیانات انمیں سے صرف ایک شرط اذن عام کے متعلق مضطرب اور پریشان ہیں۔ ہاں اول کی دو شرطیں مختلف فیہ ضرور ہیں۔ ہرچند کہ یہ دونوں بھی قرآنی اشارات و احادیث صحیحہ و آثار و اقوال آئمہ اور عمل آنحضرت صلعم سے ثابت ہیں اور حنفیوں کی دلیلیں بھی نسبتاً مضبوط و قوی ہیں تاہم ائمہ کا اختلاف ہونے کی وجہ سے ہمارے بھائی خواہ مخواہ شبہے نکال کر ان میں بحث کیا کرتے ہیں لہذا مناسب ہے کہ پہلے اِن ہی کا ذکر کیا جائے۔ وجوب کی شرطیں سب کے نزدیک مسلّم ہونے کے باعث بندے نے اُنمیں طول کلامی نہیں کی مگر اِن دو اختلافی شرطوں میں تو کسی قدر تفصیلی بحث کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(۱) پہلی شرط مصریت ہے یعنے شہر ہونا۔ واضح ہو کہ جمعہ شہر یا قریہ جامعہ یا اُس گاؤں کے سوا جس کو مسلمان بادشاہ شہر کا حکم دیدے کسی اور گاؤں میں ادا نہیں ہوسکتا۔ ایسے گاؤں میں جسمیں یہ بات نہ پائیجائے ظہر ہی کا پڑھنا لازم ہے اور یہ بہت سی دلیلوں سے ثابت ہے جنمیں سے تھوڑی یہاں لکھی جاتی ہیں۔

(۱) پہلی دلیل جمعہ کی آیت ہے۔ اور اسکا بیان یہ ہے کہ آیت میں "فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ" کے بعد "وَذَرُوا الْبَيْعَ" بھی ہے جس نے آیت کو مقید کر دیا ہے۔ یعنے خدا تعالےٰ کے اس فرمان کو کہ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو جو شہر اور بڑے گاؤں کے علاوہ جنگل اور چھوٹے چھوٹے گاؤں کو بھی شامل تھا "وَذَرُوا الْبَيْعَ" نے جنگل اور چھوٹے گاؤں کو خارج کر کے فقط شہر اور بڑے گاؤں کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔ کیونکہ "وَذَرُوا الْبَيْعَ" میں خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ میرے ذکر کے لئے یعنے خطبہ سننے کے واسطے تجارت چھوڑ دو۔ اور تجارت شہر اور بڑے گاؤں کے سوائے جنگل اور چھوٹے گاؤں میں نہیں ہوتی جسے مولانا بھی تسلیم فرماتے ہیں۔ دیکھو میرے پندرہویں سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ وہ غرض صحرا میں اور اُن

چھوٹے چھوٹے قریوں میں جو صحرا کے حکم میں ہیں نماز جمعہ جائز نہیں ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ شہر تھا جہاں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے تفسیر کبیر میں ہے کہ "کَانَ الْبَیْعُ وَالشِّرَاءُ فِی الْاَسْوَاقِ غَالِبًا" یعنے اس لئے کہ خرید و فروخت (تجارت) اکثر بازاروں میں ہوا کرتی ہے۔ اور بازار شہر ہی میں ہوتے ہیں اور اس سے مولانا کی اُس تحریر کا (جو میرے تیرہویں سوال کے جواب میں حدیث "لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِیْقَ اِلَّا فِیْ مِصْرٍ جَامِعٍ" کے نیچے درج ہے کہ "یہ شرط قرآن مجید کے برخلاف ہے"۔) جواب بھی ادا ہو گیا باآنکہ خود قبول کرتے جاتے ہیں کہ "نماز جمعہ اُس بستی میں جائز ہے جس میں بازار ہو اور اُس میں تجارت ہوتی ہو"

(۲) **دوسری دلیل** اجماع امت ہے۔ یعنے تمام امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہر مقام اور ہر جگہ کو شامل نہیں ہے اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو جنگل میں بھی جمعہ جائز ہوتا حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔ اور جب جمعہ جنگل میں بالاتفاق ناجائز ہوا تو آیت اپنے اطلاق پر نہ رہی بلکہ مقید ہو گئی اور اجماعاً ثابت ہو گیا کہ مذکور حکم ہر جگہ کے لئے عام نہیں ہے بلکہ کسی خاص مقام کے ساتھ مخصوص ہے مثلاً شہر کے ساتھ یا اُس گاؤں کے ساتھ جسکو مسلمان بادشاہ شہر قرار دیدے۔ هٰكَذَا فِیْ فَتْحِ الْقَدِیْرِ۔

خلاصہ یہ کہ آیت کے مقید ہونے اور فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ کا حکم کسی خاص جگہ کے ساتھ مخصوص ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں ہے۔ ہاں اختلاف ہے تو فقط اس میں ہے کہ وہ خاص جگہ کونسی ہے جس میں جمعہ کی نماز جائز ہو سکتی ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ ایسا گاؤں ہے جس میں مسجد اور بازار ہو۔ خانہ بدوشوں کی بستی میں جائز نہیں ہے اگرچہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ مسافروں کے حکم میں ہیں چنانچہ امام مالک رحمہ اللہ کا یہی مذہب ہے۔ کوئی کہتا ہے وہ ایسا گاؤں ہے جس میں چالیس مرد عاقل و بالغ رہتے ہوں اور گرمیوں اور سردیوں میں بغیر ضرورت کے وہاں سے سفر نہ کرتے ہوں اور اُس کے مکانات گو پتھر یا لکڑی کے ہوں یا بانس وغیرہ کے مگر سب ملے ہوئے ہوں۔ اگر متفرق ہونگے تو جمعہ صحیح نہ ہوگا اور یہ مسلک امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کا ہے۔ اسی طرح اُن خیمہ والوں کا جمعہ بھی بالاتفاق جائز نہ ہوگا جو سردی اور گرمی میں چلے جاتے ہوں۔ اور اگر ہمیشہ وہیں رہتے ہوں اور ایک دوسرے سے ملے ہوئے بھی ہوں تو اس میں دو قول ہیں جن میں زیادہ صحیح یہی ہے کہ اُن کا جمعہ صحیح نہ ہوگا اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اُن کا جمعہ صحیح ہے اور یہ امام احمد اور داؤد رحمہما اللہ کی رائے ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ ہے کہ شہر یا میدانِ شہر کے سوائے جمعہ دوسری جگہ صحیح نہیں ہے۔ دیہات اور گاؤں میں جائز نہیں ہے۔ منیٰ میں جب جائز ہے کہ حاجیوں کا کوئی امیر ہو یا خلیفہ مسافر ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ منیٰ میں جمعہ صحیح نہیں ہے اور عرفات میں تو سب کے پاس صحیح نہیں ہے۔ ابوبکر رازی اپنی کتاب احکام میں لکھتے ہیں کہ تمام شہروں کے فقہاء اس پر متفق ہیں کہ جمعہ خاص مکان کے ساتھ مختص ہے اور اس کے سوا جائز نہیں کیونکہ اُن سب کا اس پر اتفاق ہے کہ جنگلوں اور آعراب کے چشموں پر جمعہ پڑھنا جائز نہیں ہے اور ابن المنذر نے اجماع

عمر رضؓ سے روایت کی ہے کہ وہ چشموں اور پانی والوں کو جائز فرماتے ہیں۔ عینی شرح بخاری جلد ۳ صفحہ ۲۶۴۔

اِس اختلاف میں حق بجانب کون ہے اور کس کا قول زیادہ صحیح اور کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ پوری پوری مطابقت رکھتا ہے سو اہل بصیرت پر ظاہر ہے۔

(۳) تیسری دلیل حدیث "لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ وَلَا صَلٰوةَ فِطْرٍ وَّلَا اَضْحٰى اِلَّا فِي مِصْرٍ جَامِعٍ اَوْ فِي مَدِيْنَةٍ عَظِيْمَةٍ" ہے یعنے جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز مصر جامع یا عظیم الشان شہر کے سوا اور کسی جگہ درست نہیں ہے۔ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مختلف طریقوں اور صحیح سندوں کے ساتھ موقوفاً و مرفوعاً مروی ہے۔ اور جس کو محدث علامہ عینی نے شرح بخاری کی تیسری جلد کے صفحہ ۲۶۴ میں ذکر کیا ہے۔ اور شیخ محقق ابن الہمام نے بھی فتح القدیر میں اس کا ذکر کر کے کہا ہے کہ "وَكَفٰى بِقَوْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قُدْوَةً" یعنے حضرت علی رضؓ جیسے پیشوا کا قول کافی ہے۔ ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق کے سے اس کے راوی ہیں جو امام بخاری و امام مسلم کے استاد ہیں اور صرف صاحب ہدایہ ہی نہیں بلکہ حدیث و فقہ کے دو بڑے امام (امام محمد و امام ابو یوسف رحمہما اللہ) بھی اس کے مرفوع ہونے کے قائل ہیں چنانچہ آگے معلوم ہوگا۔ اور حضرت نعمان بن ثابت ابو حنیفہ امام اعظم رضی اللہ عنہ نے اسی سے استدلال کر کے جمعہ و عیدین کے لئے شہر کا ہونا تجویز فرمایا ہے۔ اور چونکہ یہ حدیث اس امر میں بالکل صریح اور نص ہے یہ کہنا بجائے خود نہیں ہوگا کہ مصریت کی شرط امام صاحب نے اپنے قیاس اور اجتہاد سے قائم کر لی ہے۔

اِس حدیث کے متعلق میرے تیرہویں سوال کے جواب میں مولانا نے فتح القدیر کے حوالے سے ایک مخلوط بحث کر کے لکھا ہے کہ (اِس سے آیت جمعہ مقید نہیں ہو سکتی کیونکہ اُس کو مقید کرنے کے واسطے خبر مشہور کی ضرورت ہے اور حدیث مذکور خبر مشہور تو کیا اس کے خبر مرفوع ہونے میں بھی اختلاف ہے) مگر یہ سراسر مغالطہ اور صاحب فتح القدیر پر خاصی تہمت ہے۔ اِس لئے کہ مولانا نے اس میں حنفیوں کے اِس اصول کو کہ "عام کی تخصیص اور مطلق کی تقیید اور مجمل کی تفسیر خبر مشہور کے سوا ہو نہیں سکتی" بالکل بے موقع استعمال کیا ہے جو خود مولانا کی شان کے خلاف ہے چہ جائیکہ علامہ محقق شیخ ابن الہمام (صاحب فتح القدیر) ایسی بیجا حرکت کے مرتکب ہوں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حنفی اس مسئلے میں اپنے اصول کے باہر گئے ہیں۔ حاشا و کلّا۔ یہ اعتراض تو اُس وقت صحیح ہوتا جبکہ حنفی ابتدائً آیت جمعہ کو اس حدیث سے مقید کرتے۔ اور جب انہوں نے ایسا کیا ہی نہیں ہے بلکہ آیت مذکورہ کو ایک مرتبہ آیت ہی سے یعنے وَذَرُوا الْبَيْعَ سے اور دوسری مرتبہ اجماع امت سے تخصیص و تقیید پالینے کے بعد تیسرے درجے میں حدیث مذکور سے مقید کیا ہے جیسا کہ پہلی اور دوسری دلیل میں گذرا۔ تو اُن پر اعتراض کا کوئی موقع نہیں ہے کیونکہ جس وقت آیت مذکورہ حدیث مذکور سے مقید ہوئی اُس وقت مطلق اور عام نہیں تھی بلکہ مقید اور مخصوص منہ البعض ہو چکی تھی۔ اور یہ یعنے عام مخصوص منہ البعض کو دوبارہ یا سہ بارہ خبر واحد سے

مخصوص اور مقید کرنا بالاتفاق تمام اصولیوں کے نزدیک جائز ہے۔ مسلم الثبوت میں ہے "لَا یَجُوزُ عِنْدَ الْحَنَفِیَّۃِ تَخْصِیصُ الْکِتَابِ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ مَا لَمْ یُخَصَّ بِقَطْعِیٍّ" یعنے حنفیوں کے نزدیک قرآن مجید کی تخصیص خبر واحد سے ناجائز ہے جب تک کہ کسی امر قطعی سے وہ مخصوص نہولے اور اس کے بعد یعنے آیت قرآنی کے کسی امر قطعی مثلاً آیت قرآنی ہی یا اجماع امت سے مخصوص ہولینے کے بعد اس کی تخصیص خبر واحد سے بھی جائز ہے۔

اصول الشاشی میں لکھا ہے "وَاَمَّا الْعَامُ الَّذِیْ خُصَّ مِنْہُ الْبَعْضُ فَحُکْمُہٗ یَجِبُ الْعَمَلُ بِہٖ فِی الْبَاقِیْ مَعَ الْاِحْتِمَالِ فَاِذَا قَامَ الدَّلِیْلُ عَلٰی تَخْصِیْصِ الْبَاقِیْ یَجُوْزُ تَخْصِیْصُہٗ بِخَبَرِ الْوَاحِدِ وَالْقِیَاسِ اِلٰی اَنْ یَّبْقَی الثَّلٰثُ وَبَعْدَ ذٰلِکَ لَا یَجُوْزُ" یعنے اُس عام کا جس میں سے بعض خاص کر دیا گیا ہو حکم یہ ہے کہ اُس پر باقی میں احتمال کے ساتھ عمل واجب ہے پھر جب باقی کی تخصیص پر کوئی دلیل قایم ہو جائے تو اس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز ہے یہاں تک کہ تین باقی رہجائیں اور اس کے بعد جائز نہیں ہے۔

اِس سے ظاہر ہے کہ جو عام مخصوص ہو جاتا ہے وہ قطعی نہیں رہتا اگرچہ اُس پر عمل واجب ہوتا ہے کیونکہ اگر وہ مخصوص ہوچکنے کے بعد بھی اپنی قطعیت پر باقی رہتا تو اُس کی تخصیص خبر واحد اور قیاس سے جائز نہوتی بلکہ اُس کے لئے ایک دوسرے قطعی کی ضرورت ہوتی۔ اور جب ایسا نہیں ہے تو وہ اپنی قطعیت پر باقی بھی نہیں ہے چنانچہ نور الانوار شرح منار کے صفحہ ۶۸ میں ہے "فَاِنْ لَحِقَہٗ خُصُوْصٌ مَعْلُوْمٌ اَوْ مَجْھُوْلٌ لَا یَبْقٰی قَطْعِیًّا" الخ یعنے اُس عام کو جو قطعی تھا اگر کوئی معلوم المراد یا مجہول المراد مخصص لاحق ہو تو مختار یہ ہے کہ وہ قطعی نہ رہیگا لیکن اُس پر عمل واجب ہے جیسا کہ خبر واحد اور قیاس کی قسم سے تمام دلائل ظنیہ کا حال ہے۔ نور الانوار کی عبارت کا ترجمہ پورا ہوا۔

الحاصل حنفیوں کا آیت جمعہ کو حدیث مذکور سے مقید کرنا اصول کے مطابق ہے اور اُن پر اعتراض بیجا ہے۔

اب بندہ اِس جگہ فتح القدیر کی عبارت نقل کرتا ہے۔ دیکھئے مولانا کے بیان میں اور اُس میں کتنا فرق ہے۔ چونکہ صحابی کا وہ قول جس میں اجتہاد کو دخل نہو اصولاً مرفوع کے حکم میں ہے۔ یعنے اُس کی نسبت سمجھا جاتا ہے کہ یہ قول صحابی نے ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی فرمایا ہوگا۔ کیونکہ ادائے جمعہ کے لئے شہر کو خاص کر لینا اور گاؤں میں اُسے ناجائز کہنا عقل اور اجتہاد سے نہیں ہو سکتا۔ شیخ محقق ابن الہمام اپنے مذکور قول "کَفٰی بِقَوْلِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قُدْوَۃً" کے بعد کچھ آگے چلکر تحریر فرماتے ہیں کہ "ثُمَّ یَجِبُ اَنْ یُّحْمَلَ عَلٰی کَوْنِہٖ سَمَاعًا لِاَنَّ دَلِیْلَ الْاِفْتِرَاضِ مِنْ کِتَابِ اللّٰہِ تَعَالٰی یُفِیْدُہٗ عَلَی الْعُمُوْمِ فِی الْاَمْکِنَۃِ فَاِقْدَامُہٗ عَلٰی نَفْیِھَا فِیْ بَعْضِ الْاَمَاکِنِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا عَنْ سَمَاعٍ لِاَنَّہٗ خِلَافُ الْقِیَاسِ الْمُسْتَمِرِّ فِیْ مِثْلِہٖ وَفِی الصَّلٰوۃِ الْبَاقِیَاتِ اَیْضًا" یعنے پھر واجب ہے کہ حضرت علی رضؓ کا یہ قول اُن کے سننے پر محمول کیا جائے۔ کیونکہ جمعہ کے فرض ہونیکی دلیل جو قرآن مجید سے ثابت ہے وہ اُس کے عام طور پر ہر جگہ فرض ہونے کا فائدہ دیتی ہے تو حضرت علیؓ کا بعض مقامات میں اس کی نفی کرنا بلکہ ناجائز

قرار دینا اُن کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے بغیر نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ خلاف قیاس ہے جو ایسے عموم میں کبھی نہیں ہوا کرتا اور باقی نمازوں میں بھی ایسا ہی ہے۔

پھر شیخ ممدوح نے آیت جمعہ کا مصریت کی شرط سے مقید و مخصوص ہونا بھی اسی حدیث سے ثابت کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ "وَالْقَطْعُ لِلشَّغَبِ اَنَّ قَوْلَهٗ تَعَالٰی فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ لَیْسَ عَلٰی اِطْلَاقِهٖ اِتِّفَاقًا بَیْنَ الْاُمَّةِ اِذْ لَا یَجُوْزُ اِقَامَتُهَا فِی الْبَرَارِیْ اِجْمَاعًا وَلَا فِیْ کُلِّ قَرْیَةٍ عِنْدَهٗ بَلْ بِشَرْطِ اَنْ لَّا یَظْعَنَ اَهْلُهَا عَنْهَا صَیْفًا وَّلَا شِتَاءً فَکَانَ خُصُوْصُ الْمَکَانِ مُرَادًا فِیْهَا اِجْمَاعًا فَقَدَّرَ الْقَرْیَةَ الْخَاصَّةَ وَقَدَّرْنَا الْمِصْرَ وَهُوَ اَوْلٰی لِحَدِیْثِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ وَهُوَ لَوْ عُوْرِضَ بِفِعْلِ غَیْرِهٖ کَانَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ مُقَدَّمًا عَلَیْهِ فَکَیْفَ وَلَمْ یَتَحَقَّقْ مُعَارَضَتُهٗ مَا ذَکَرْنَا اِیَّاهُ وَلِهٰذَا لَمْ یُنْقَلْ عَنِ الصَّحَابَةِ اَنَّهُمْ حِیْنَ فَتَحُوْا الْبِلَادَ اشْتَغَلُوْا بِنَصْبِ الْمَنَابِرِ وَالْجُمَعِ اِلَّا فِی الْاَمْصَارِ دُوْنَ الْقُرٰی وَلَوْ کَانَ لَنُقِلَ وَلَوْ اٰحَادًا" یعنے اس شور و شغب کا قطع یہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ خدا کے ذکر کی طرف دوڑو ۔ اجماعِ امت سے اپنے اطلاق پر نہیں ہے ۔ اس لئے کہ جنگلوں میں جمعہ قائم کرنا بالاتفاق ناجائز ہے ۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ہر گاؤں میں درست نہیں ہے بلکہ اُسی بستی میں درست ہے جہاں کے رہنے والے گرمی اور سردی میں کوچ نہ کرجاتے ہوں ۔ پس اس میں خاص مکان کا ہونا اجماعاً مقصود ہے ۔ پھر امام شافعی رحمہ اللہ نے خاص گاؤں مراد لیا اور ہم نے شہر مقرر کیا ۔ اور یہ بہتر ہے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث موجود ہے ۔ اور یہ اگر کسی دوسرے (صحابی) کے فعل کے معارض ہو تو حضرت علی رضہ اس پر مقدم ہونگے چہ جائیکہ اُن سے کسی کا معارضہ ثابت نہیں ہوا ۔ اور اسی واسطے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے منقول نہیں ہے کہ جب اُنہوں نے ملک فتح کئے تب شہروں کے سوائے گاؤں میں بھی انہوں نے منبر اور جامع مسجدیں بنائی ہوں ۔ اور اگر ایسا ہوتا یعنے صحابہ رضہ نے شہروں کی طرح گاؤں میں بھی جامع مسجدیں اور منبر قائم کئے ہوتے تو نقل میں ضرور آتا ۔ اگرچہ آحاد ہی سہی (یعنے قوی نہیں تو کوئی ایک ضعیف روایت میں بھی یہ بات ضرور منقول ہوتی)۔

پھر آگے سلطان کی شرط میں تحریر فرماتے ہیں کہ "وَلَا شَكَّ اَنَّ اِطْلَاقَ قَوْلِهٖ تَعَالٰی فَاسْعَوْا مُقَیَّدًا بِخُصُوْصِ مَکَانٍ وَّمَخْصُوْصٌ مِّنْهُ کَثِیْرٌ کَالْعَبِیْدِ وَالْمُسَافِرِیْنَ فَجَازَ تَخْصِیْصُهٗ مَرَّةً اُخْرٰی بِظَنِّیٍّ اٰخَرَ فَیَخُصُّ بِمَنْ اَمَرَهُ السُّلْطَانُ اَیْضًا" یعنے اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول فاسعوا کا اطلاق خاص مکان کے ساتھ مقید ہے ۔ اور اُس سے اور بھی بہت سے خاص کئے گئے ہیں جیسے غلام اور مسافر (وغیرہ) تو اب اُس کی تخصیص دوسرے ظنی سے جائز ہے ۔ پھر اس کے ساتھ بھی خاص کیا جائیگا کہ جسکو سلطان حکم دیدے۔

مطلب یہ کہ حدیث مذکور گو علامۂ محقق شیخ ابن الہمام رحمہ اللہ کے نزدیک موقوف ہے مگر صحیح اور مرفوع کے حکم میں ہے لہٰذا حسب بالا آیتِ جمعہ کو اس سے مقید کرنا بلا شبہہ جائز ہے ۔ اور اوپر علامۂ موصوف نے جو فرمایا ہے کہ معارضے کی صورت میں حضرت

علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوسروں پر مقدم ہونگے اُس کی وجہ یہ ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بہ نسبت دوسرے اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال وعادات سے زیادہ باخبر ہیں۔ وجہ یہ کہ آپ بچپن ہی سے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے تھے اور آخر تک رہے ہیں۔ اس بنا پر نماز جمعہ کے متعلق بھی آپکے معلومات لنسبتاً کامل واکمل ہی ہونے چاہئیں۔ اور اسی واسطے انہوں نے "کَفیٰ بِقَولِ عَلیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قُدْوَۃً" بھی فرمایا ہے یعنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے پیشوا کا قول کافی ہے۔ کیونکہ آپ کا قول بالضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کا آئینہ ہوگا۔ اور یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ حضرت علی رضی اپنی رائے اور اجتہاد سے ایسا کہدیں کیونکہ اس سے آیت قرآنی میں نسخ لازم آتا ہے۔ اس لئے کہ تخصیص قدر مخصوص میں نسخ ہوا کرتی ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اپنی رائے سے اور اجتہاد سے آیت قرآنی کو نسخ کردیں جو ایک عامی بھی نہیں کرسکتا۔ عیاذاً باللہ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ۔

یہ تقریر تو حدیث مذکور کے موقوف اور قول علیؓ ہی ماننے کی صورت میں ہے چنانچہ علامہ عینی محدث شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں "وَلَئِنْ سَلَّمْنَا اَنَّہٗ مَوْقُوْفٌ فَھُوَ مَوْقُوْفٌ صَحِیْحٌ وَھُوَ مَحْمُوْلٌ عَلَی السَّمَاعِ لِاَنَّہٗ لَا یُدْرَکُ بِالْعَقْلِ" یعنے اور اگر ہم اُسے موقوف بھی فرض کرلیں تو یہ موقوف صحیح ہے اور یہ سماع پر محمول ہے (یعنے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنکر ہی فرمایا ہے اپنی عقل سے نہیں کہا) کیونکہ یہ (جمعہ اور عیدین کا شہر کے سوائے جنگل اور گاؤں میں جائز نہ ہونا) عقل سے معلوم نہیں ہوسکتا۔

مگر حق یہ ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا بھی ثابت ہے جیسا کہ علامہ موصوف کے قول "وَلَئِنْ سَلَّمْنَا" سے ظاہر ہے۔ اور شرح بخاری میں اسی علامہ نے امام نووی کے جواب کے بعد اس کی تصریح بھی کردی ہے چنانچہ ہم اُسے یہاں جواب مذکور کے ساتھ نقل کرتے ہیں "فَاِنْ قُلْتَ قَالَ النَّوَوِیُّ حَدِیْثُ عَلِیٍّ ضَعِیْفٌ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضُعْفِہٖ وَھُوَ مَوْقُوْفٌ عَلَیْہِ بِسَنَدٍ ضَعِیْفٍ مُنْقَطِعٍ۔ قُلْتُ کَاَنَّہٗ لَمْ یَطَّلِعْ اِلَّا عَلَی الْاَثَرِ الَّذِیْ فِیْہِ الْحَجَّاجُ ابْنُ اَرْطَاۃَ وَلَمْ یَطَّلِعْ عَلٰی طَرِیْقِ جَرِیْرٍ عَنْ مَنْصُوْرٍ فَاِنَّہٗ سَنَدٌ صَحِیْحٌ وَلَوِ اطَّلَعَ لَمْ یَقُلْ بِمَا قَالَہٗ وَاَمَّا قَوْلُہٗ مُتَّفَقٌ عَلٰی ضُعْفِہٖ فَزِیَادَۃٌ مِّنْ عِنْدِہٖ لَا یُدْرٰی مَنْ سَلَفُہٗ فِیْ ذٰلِکَ عَلٰی اَنَّ اَبَا زَیْدٍ زَعَمَ فِی الْاَسْرَارِ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ رَوَاہُ مَرْفُوْعًا مُعَاذٌ وَسُرَاقَۃُ بْنُ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا"

یعنے پھر اگر تم کہو کہ امام نووی نے کہا ہے کہ علی رض کی حدیث ضعیف ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہے اور وہ سند ضعیف و منقطع کے ساتھ اُن ہی پر موقوف ہے تو میں کہونگا کہ شاید امام نووی اُسی اثر پر مطلع ہوئے ہیں جس میں حجاج بن ارطاۃ ہیں اور جریر عن منصور کے طریق سے انہیں اطلاع نہیں ہوئی کہ وہ یقیناً سند صحیح ہے اور اگر اس کی انہیں اطلاع ہوتی تو جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ نہ کہتے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ اس کے ضعف پر اتفاق ہے۔ اُن کی اپنی زیادتی ہے معلوم نہیں

اِس میں اُن کا کون امام ہے۔ اِس کے علاوہ ابوزید نے اسرار میں امام محمد بن حسن سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا اِس حدیث کو حضرت معاذ اور سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔

اور شرح ہدایہ کی پہلی جلد کے صفحہ ۹۸۲ و ۹۸۳ میں بھی علامہ تحریر فرماتے ہیں۔ قُلْتُ قَوْلُ الزَّیْلَعِیِّ وَجَدْنَاہُ مَوْقُوْفًا لَمْ یَرِدْ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَسْتَلْزِمُ عَدَمَ وُقُوْفِ غَیْرِہٖ عَلٰی کَوْنِہٖ مَرْفُوْعًا وَالْاِثْبَاتُ مُقَدَّمٌ عَلَی النَّفْیِ وَقَدْ ذَکَرَ الْاِمَامُ خَوَاھِرْزَادَہْ فِیْ مَبْسُوْطِہٖ اَنَّ اَبَا یُوْسُفَ ذَکَرَہٗ فِی الْاِمْلَاءِ مُسْنَدًا مَرْفُوْعًا اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَبُوْ یُوْسُفَ اِمَامُ الْحَدِیْثِ وَلَوْ لَمْ یَثْبُتْ عِنْدَہٗ کَوْنُہٗ مَرْفُوْعًا لَمَا قَالَ مُسْنَدٌ مَرْفُوْعٌ۔

یعنے میں کہتا ہوں کہ زیلعی کے اِس کہنے سے کہ ہم نے اِس کو موقوف پایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی نہیں ہے۔ یہ لازم نہیں آتا ہے کہ کسی اور کو اس کے مرفوع ہونے کی خبر نہوئی ہو۔ اور اثبات نفی پر مقدم ہے اور بیشک امام خواہرزادہ نے اپنے مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ امام ابو یوسف رح نے اس حدیث کو املاء میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سند مرفوع ذکر کیا ہے۔ اور ابو یوسف رح امام حدیث اور حجت ہیں۔ اور اگر یہ حدیث مرفوع نہوتی تو وہ یہ نہ کہتے کہ مسند مرفوع ہے۔

اور جب صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ وغیرہ کے علاوہ امام محمد و امام ابو یوسف رحمہما اللہ بھی جو امام الحدیث اور حجت فی الحدیث ہیں اور جن کی روایتیں دوسرے محدثین کی روایات سے یقیناً عالی ہیں اِس حدیث کو مرفوع مان رہے ہیں تو اس کے مرفوع ہونے میں کوئی شک و شبہہ نہ رہا۔ پھر اگر کوئی محدث مثلاً امام احمد رح وغیرہ اس کے رفع میں کلام کرے اور اس کے مرفوع ہونے کو ضعیف بتائے تو قابل سند نہیں ہے۔ بایں ہمہ یہ ضعف دوسری صحیح حدیثوں کی تائید سے دور بھی ہو گیا ہے۔

واضح ہو کہ مولانا کا یہ فرمان کہ "امام احمد رح کے پاس قول فیصل یہی ہے کہ یہ حدیث موقوف اور قول علی رضی اللہ عنہ ہی ہے" خلاف واقع ہے کیونکہ امام صاحب موصوف اس کے مرفوع ہونے کا صاف انکار نہیں کرتے بلکہ اس کے رفع میں فقط ضعف کے قائل ہیں چنانچہ قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں کہ "وَقَدْ ضَعَّفَ اَحْمَدُ رَفْعَہٗ وَصَحَّحَہٗ اِبْنُ حَزْمٍ وَقْفَہٗ وَلِلْاِجْتِھَادِ فِیْہِ مَسْرَحٌ فَلَا یَنْتَھِضُ لِلْاِحْتِجَاجِ" یعنے امام احمد رح ضعف کے ساتھ اِس کے مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور ابن حزم نے اسے موقوفاً صحیح مانا ہے اور اجتہاد کو اس میں دخل ہے اس لئے حجت کے لائق نہیں ہے۔

اور اِس سے مولانا کے اس فقرے کا حال بھی معلوم ہو گیا کہ "اگرچہ ابن حزم نے اس کو مرفوع لکھا ہے" باقی رہا یہ کہ قاضی شوکانی صاحب اس میں اجتہاد کا دخل ممکن سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے اسکو قابل حجت نہیں جانتے تو یہ اُن کی ذاتی رائے ہے جو محض بے دلیل ہے اور جس کا بطلان تقریر ماسبق سے ظاہر ہے اور جب وہ اسے موقوفاً صحیح مان چکے ہیں تو ثبوت مدعا کے لئے کافی ہے کیونکہ صحابی کا وہ قول جسمیں قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں ہو سکتا حکماً مرفوع ہی ہوا کرتا ہے۔

مختصر یہ کہ حدیث "لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيقَ" الخ مرفوع مانی جائے یا موقوف یعنے اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سمجھا جائے۔ یا حضرت علی رض کا ہر حال میں حجت واستدلال کے لائق ہے۔ آیت جمعہ اس سے اصولاً بیشک مقید ہوسکتی ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔ تائیداً ہم یہاں اُس فتوے کا حوالہ دینا کافی سمجھتے ہیں جو مجموعۂ فتاویٰ کی پہلی جلد کے صفحہ ۱۸۷ میں درج ہے۔ اور جس کے نیچے دستخط کرتے وقت مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی نے یہ عبارت لکھی ہے

"فی الواقع آیت فرضیت جمعہ بالاجماع مخصص ہے پس تقیید اس کی بحدیث اولیٰ ہے اور حنفیہ نے حدیث علی رض کو کہ مروی ہے مَرْفُوعًا وَمَوْقُوْفًا الْمَوْقُوْفُ صَحِيْحٌ اور اس باب میں حکم مرفوع کا رکھتی ہے مخصص ٹھیرائی اور بجبر دائے تخصیص نہیں کی اور اس مذہب میں کسی طرح کی مخالفت اصول کی نہیں ہے۔ تفصیل اس کی فتح القدیر۔ حاشیۂ ہدایہ و نہایہ شرح ہدایہ للعینی وغیرہ میں موجود ہے۔ واللہ اعلم حررہ الراجی عفو ربہ القوی ابوالحسنات محمد عبدالحی تجاوز اللہ عن ذنبہ الجلی والخفی"

غرض جواز جمعہ کے لئے مصریت کی شرط ثابت کرنے کو صرف یہی ایک اثر کافی ہے چہ جائیکہ اور بھی بہت سی صحیح صحیح حدیثیں اس کی تائید کر رہی ہوں۔

مولانا جب کہ جنگل میں اور نیز اُن گاؤوں میں بھی جن میں بازار نہیں ہے اور تجارت بھی نہیں ہوتی اور جو جنگل کے حکم میں ہیں نماز جمعہ کو ناجائز قرار دے رہے ہیں تو مصریت کی شرط سے انکار اور حدیث مذکور پر اعتراض عبث ہے۔ کیونکہ جس چیز سے انکار ہے اُس کا اقبال تو ہو چکا اس لئے کہ تجارت اکثر بازاروں میں ہوا کرتی ہے اور بازار شہر ہی میں ہوتے ہیں۔ اور قریہ ایک مشترک لفظ ہے جس کا اطلاق گاؤں اور شہر دونوں پر ہوا کرتا ہے جس کی تفصیل عنقریب آتی ہے۔ پس مولانا کے اس کلام میں کہ "بلکہ نماز جمعہ شہروں اور اُن قریوں میں جائز ہے جو صحرا کے حکم میں نہیں ہیں" قریوں سے مراد شہر ہی ہے اور عطف تفسیری ہے۔

اب ہم مولانا کی خدمت میں مؤدبانہ گزارش کرتے ہیں کہ اب بھی آپ کے نزدیک آیت جمعہ مطلق ہے یا مقید۔ اگر مطلق ہی ہے تو جنگل میں اور اسی طرح ہر گاؤں میں بھی عام ازینکہ اُس میں بازار ہو یا نہ ہو اور تجارت بھی ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو جمعہ کے جائز نہ ہونے اور غلام۔ عورت۔ مسافر اور بیمار وغیرہ پر اس کے فرض نہ ہونے کا کیا سبب ہے؟

اور اگر مقید ہے تو اُس کی تخصیص صرف ایک ہی بار ہو کر رہ گئی ہے یا کئی مرتبہ ہوئی ہے اور مرتبۂ دوم و سوم میں اس کا مخصص کون ہے؟ خبر مشہور وغیرہ کوئی امر قطعی یا خبر واحد؟ اگر خبر مشہور وغیرہ کوئی امر قطعی ہے تو اس کی تفصیل بیان ہونی چاہیئے۔ اور اگر خبر واحد ہے تو حنفیوں پر اعتراض کا کیا موقع ہے۔ اور اس صورت میں یعنے آیت کو مقید ماننے کی حالت میں آپکی اُس تحریر کا کیا حال ہوگا جو میرے اسی سوال کے جواب کے چوتھے امر کی پہلی وجہ میں امام الفقہا ابوالولید کے نام سے اور بدایۃ المجتہد کے حوالے سے لکھی گئی ہے اور نیز اس وقت منہاج التقویم کی روایت صحیح اور اسمیں سید نا مہدی ع کا شرائط جمعہ پر صاد کرنا بھی بجا اور درست ہو جائیگا یا نہیں؟ اور آپ نے جو آپنے میاں عالم باللہ رح کی طرف منسوب کیا ہے اس کا ثبوت

کیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ اس امر میں جس قدر تسامح کہ جناب والا کی تحریر میں بجا بجا پایا جاتا ہے اس کی نسبت شافی جواب درکار ہے ورنہ یہ کج بحثی او رمتضاد کلامی جناب والا کے پاک دامن پر ایک بدنما دھبہ ہے۔

(۴) چوتھی دلیل بخاری شریف میں ہے کہ "مِنْ اَیْنَ تُوْتَی الْجُمُعَۃُ وَعَلٰی مَنْ تَجِبُ وَقَالَ عَطَاءٌ اِذَا کُنْتَ فِیْ قَرْیَۃٍ جَامِعَۃٍ وَنُوْدِیَ بِالصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَحَقٌّ عَلَیْکَ اَنْ تَشْھَدَھَا سَمِعْتَ النِّدَاءَ اَوْ لَمْ تَسْمَعْ" یعنے یہ ایک باب ہے جس میں اس بات کا بیان ہے کہ جمعہ کے لئے کہاں سے آنا چاہیے اور جمعہ کس پر فرض ہے۔ عطا کہتے ہیں کہ جب تم قریہ جامعہ میں ہو اور نماز جمعہ کے لئے پکار ہو تو تم پر واجب ہے کہ جمعہ میں حاضر ہو جاؤ۔ اذان سنو یا نہ سنو۔

اس میں جامعہ۔ قریہ کی صفت ہے جیسے کہ حضرت علیؓ کی حدیث میں مصر کی صفت بھی یہی آئی ہے جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہاں قریہ سے مراد شہر ہی ہے چنانچہ خود اسی عطا رح سے عینی شرح بخاری میں قریہ جامعہ کی جو تفسیر منقول ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے۔ اور وہ یہ ہے "وَوَصَلَہٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَیْجٍ عَنْہُ اَیْضًا قُلْتُ لِعَطَاءٍ مَا الْقَرْیَۃُ الْجَامِعَۃُ قَالَ ذَاتُ الْجَمَاعَۃِ وَالْاَمِیْرِ وَالْقَاضِیْ وَالدُّوْرِ الْمُجْتَمِعَۃِ الْاٰخِذِ بَعْضُھَا بِبَعْضٍ مِثْلَ جِدَّۃَ قُلْتُ ھٰذَا الَّذِیْ ذَکَرَہٗ حَدُّ الْمَدِیْنَۃِ اُطْلِقَ عَلَیْھَا اِسْمُ الْقَرْیَۃِ کَمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ وَھُمَا مَکَّۃُ وَالطَّائِفُ وَبِھٰذَا قَالَ اَصْحَابُنَا"

یعنے عبدالرزاق نے بخاری کی اس روایت کو ابن جریج سے ملایا جس نے عطا سے یہ بھی روایت کی ہے کہ میں نے عطا سے پوچھا کہ قریہ جامعہ کسے کہتے ہیں تو انہوں نے کہا جس میں جماعت ہو۔ امیر ہو۔ قاضی ہو۔ ایک جگہ مکانات ملے جلے ہوں جیسے کہ جدہ ہے۔ میں کہتا ہوں یہ جو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ وہ شہر کی تعریف ہے جس پر قریہ کا لفظ بولا گیا ہے۔ جیسا کہ خدا تعالے کے اس قول (عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ) میں مکہ اور طائف کو قریہ کہا گیا ہے (حالانکہ وہ دونوں بالاتفاق شہر ہیں) اور یہی ہمارے اصحاب (حنفیہ) کا کہنا ہے۔

"عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ" میں خدا تعالیٰ کافروں کی زبانی فرماتا ہے کہ یہ قرآن ان دو قریوں (مکہ اور طائف) کے رہنے والوں میں سے کسی بڑے شخص پر نازل کیوں نہ ہوا۔

اس سے چار باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) قریہ مشترک لفظ ہے جو گاؤں اور شہر دونوں پر بولا جاتا ہے۔

(۲) جمعہ مطلق قریہ میں یعنے ہر گاؤں میں فرض نہیں ہے بلکہ صرف قریہ جامعہ ہی میں فرض ہے جو شہر کے حکم میں ہے

(۳) سعی الی الجمعہ یعنے جمعہ میں حاضر ہونے کے لئے اذان کے سننے کی ضرورت نہیں ہے۔ قریہ جامعہ میں اگر

اذان نہ بھی سنی جائے تو بھی حاضر ہونا فرض ہے اور جو قریہ ایسا نہیں ہے اسمیں اول تو یہ اذان ہوگی ہی نہیں۔ اور جو ہو جائے اور سنی بھی جائے تو وہاں حاضر ہونا فرض نہیں ہے کیونکہ شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

(۴) مولانا نے کلمۂ فَاسْعَوْا سے استدلال کر کے بلا قید مکان مطلقاً و عموماً جو ندا جمعہ کے ساتھ ہی نماز جمعہ کیلئے سعی کا فرض ہونا لکھا ہے اور پھر اُس سے اذن عام کی شرط کو بھی باطل کرنا چاہا ہے صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں اسا محت اور اجماع امت کی مخالفت ہے کَمَا لَا یَخْفٰی

(۵) پانچویں دلیل بخاری شریف کی یہ حدیث ہے "عَنْ عَائِشَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَتْ کَانَ النَّاسُ یَنْتَابُوْنَ الْجُمُعَۃَ مِنْ مَنَازِلِہِمْ وَالْعَوَالِیْ" الخ یعنے حضرت عائشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں کہ لوگ اپنے مقاموں اور عوالی سے باری باری جمعہ پڑھنے کے لئے مدینے میں آیا کرتے تھے۔ عوالی مدینے کی اونچی جانب کا نام ہے۔ یعنے جو صحابہ رض مدینے کے قریب بلندی کی جانب میں دو میل سے لیکر آٹھ میل تک رہتے تھے وہ جمعہ پڑھنے کو مدینے میں نوبت بہ نوبت آتے تھے۔ یعنے کبھی کوئی جماعت آتی تھی اور کبھی کوئی۔ جو جماعت ایک جمعہ کو آتی تھی وہ دوسرے جمعہ کو نہیں آتی تھی بلکہ دوسرے جمعہ کو دوسری جماعت آتی تھی۔ اور جو جماعت جس جمعہ کو مدینے نہیں آتی تھی وہ اپنے مقام پر ظہر پڑھتی تھی۔ وہاں انہوں نے جمعہ کبھی نہیں پڑھا۔ اور یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ نہیں تھی بلکہ آپ کے حکم ہی سے یہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دیہات میں جمعہ نہیں ہوتا اور نہ ہی دیہات والوں پر اس کا پڑھنا فرض ہے ورنہ عوالی میں رہنے والے صحابہ مدینے میں باری باری سے نہ آتے بلکہ سب کے سب ہمیشہ آیا کرتے یا سب ملکر وہیں پڑھ لیا کرتے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں ہمیشہ آنے کے لئے تقیید فرماتے یا اُن ہی کے مقامات پر پڑھ لینے کی اجازت دیتے۔ اور یہ تو ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ جمعہ اُن پر فرض ہو اور پھر کبھی تو وہ اس فرض کو ادا کریں اور کبھی نکریں جیسا کہ ان کے نوبت بہ نوبت مدینے آنے سے ظاہر ہے اور اس طرح اُسکے ترک کرنے کا گناہ ہمیشہ اپنے سر مول لیا کریں اور پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہیں اس فرض قطعی سے بے پرواہی کرنے کے متعلق کچھ نفرمائیں اور "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ" کا خلاف ہونے دیں (یعنے اے نبی جو حکم تمہاری طرف آیا ہے وہ لوگوں کو پہنچا دو)۔

غرض اہل عوالی کے باری باری سے مدینے آنے کی وجہ سوائے اسکے اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ جمعہ اُن پر فرض نہیں تھا اور اس میں اُن کا مقصود بالذات یہ ہوا کرتا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں اور کچھ دینی مسائل بھی سیکھ جایا کریں جیسے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ رض وغیرہم کا مقصود بالذات جامع مسجد جانے سے تبلیغ ہوا کرتی تھی۔

یہ حدیث مولانا میرے بند رہویں سوال کے جواب میں لائے ہیں۔ بیان تو آپ کا گو یہاں بھی حسب دستور مخلوط

اور مغالطہ آمیز ہی ہے مگر آگے پیچھے کی دور تک عبارت ملانے اور اسمیں غور کرنے سے مطلب نکل آتا ہے تیسرا ہم غنیمت است۔

یہاں اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ مولانا کا فرض تھا کہ جس طرح آپ نے اطراف مدینہ کے لوگوں کا جمعہ کو نوبت بہ نوبت مدینے میں آنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جائز رکھنے سے اُن کا جمعہ بطور فرض ادا ہونا ثابت کیا ہے ویسا اُس سے یہ ثابت ہونا بھی ظاہر فرما دیتے کہ اُن پر جمعہ فرض ہوتا تو اُن کا نوبت بہ نوبت آنا جائز نہ رکھتے بلکہ سب کو ہمیشہ اور ہر جمعہ کو آنے کی تاکید فرماتے یا اُن ہی کی بستیوں میں پڑھ لینے کی اجازت دیدیتے۔

اور ہندوستان کے دیہات کو اطراف مدینے کے دیہات پر قیاس کر کے یہ لکھنا بھی قیاس مع الفارق ہے کہ "اگر دیہات میں رہنے والے شہر میں آکر نماز جمعہ پڑھیں تو اُن کی نماز بطریق فرض ادا ہوگی" کیونکہ مدینہ میں تو تمام شرطیں پائی جاتی تھیں اور ہندوستان میں سلطان کی شرط مفقود ہے تو جب شہروں ہی میں جمعہ بطور فرض ادا نہوا تو دیہات والے جو وہاں جاکر پڑھیں گے اُن کا جمعہ بطریق فرض کیسے ادا ہوگا۔

اسی طرح مولانا کا صحیح مسلم و صحیح بخاری کے حوالے سے یہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کہ "جمعہ کی نماز شہروں اور قریوں میں ادا کی گئی ہے مثلاً قریہ جواثی" کیونکہ جواثی شہر تھا۔ قریہ نہ تھا جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

(۶) چھٹی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالے عنہ نے عید کے دن کہ اُس روز جمعہ بھی تھا عید کی نماز پڑھے ہے بعد اہل عوالی کو چلے جانے کی اجازت دی ہے۔ یعنے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عوالی والوں کو اختیار تھا کہ چاہیں جمعہ کو مدینے میں آئیں یا نہ آئیں اسی طرح حضرت عثمان رضی نے بھی اُنہیں عید کی نماز کے بعد جمعہ کے انتظار میں ٹھیرنے نہ ٹھیرنے کا اختیار دیا تھا جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ جمعہ اُن پر فرض نہیں تھا اور نہ ہی اُن کی بستیوں میں ادا ہو سکتا تھا ورنہ یا تو اُن کو ٹھیرنے کا حکم ہوتا یا وہاں جاکر پڑھنے کا۔ اور چونکہ یہ اجازت اُن ہی کے ساتھ مخصوص تھی۔ اسکی وجہ اجتماع عیدین نہیں ہوسکتی جیسا کہ بعضوں کا خیال ہے کیونکہ اس صورت میں عام اجازت ہونی چاہیئے تھی نہ کہ صرف اہل عوالی کو۔ چنانچہ موطا امام مالک رح میں یہ مضمون ایک علیحدہ باب میں لکھا ہوا ہے جسکی ابتدا یہاں سے ہے "بَابُ لَا جُمُعَةَ فِي الْعَوَالِي" الخ یعنے یہ اس کا باب ہے کہ عوالی میں جمعہ نہیں ہے آخر تک۔

(۷) ساتویں دلیل یہ ہے کہ ہجرت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام قبا میں صحیح روایت کے مطابق چودہ روز رہا جسمیں دو جمعہ کا آنا یقینی ہے۔ وہاں مسجد کی بنا بھی پڑ چکی تھی۔ عام مسلمانوں کی جماعت علانیہ ہونے لگی تھی۔ جمعہ ہجرت سے پہلے ہی مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا۔ اور مدینے والوں کو اُسکے قائم کرنے کیواسطے آپ حکم بھی بھیج چکے تھے۔ یا ایں ہمہ وہاں آپ نے جمعہ نہیں پڑھا اور نہ ہی قبا والوں کو اس کے واسطے حکم فرمایا۔ یا اُنپر کچھ غصہ کیا کہ مدینہ میں جمعہ ہوتا ہے اور تم کیوں نہیں پڑھتے۔

پھر مدینے پہنچتے ہی بنی سالم کے قبیلے میں جو مدینے کے محلوں میں سے ایک محلہ ہے آپ نے جمعہ ادا فرمایا۔ پس ثابت ہوا کہ جمعہ ادا کرنے کے لئے شہر کا ہونا شرط اور ضروری ہے۔

(۸) آٹھویں دلیل یہ ہے کہ عرفات میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ نہیں پڑھا ہے حالانکہ یہ آپ کا آخری جمعہ تھا۔

سخت حیرت کا مقام ہے کہ مولانا ان دونوں باتوں کو یعنے قبا میں اور عرفات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کو تسلیم بھی فرماتے ہیں اور پھر مصریت کی شرط سے انکار بھی کرتے ہیں۔ دیکھو میرے تیرہویں اور پندرہویں سوال کے جوابات۔ مگر سچ پوچھیئے تو حیرت کی کوئی جائے نہیں ہے اس لئے کہ آپ کی یہ ساری تحریر ہی ایسی ہے۔

(۹) نویں دلیل یہ کہ معرفۃ السنن والآثار میں بیہقی نے اپنی اسناد سے امام شافعی رحمۃ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے وَقَدْ كَانَ سَعِيْدُ بْنُ زَيْدٍ وَاَبُوْ هُرَيْرَةَ يَكُوْنَانِ بِالشَّجَرَةِ عَلٰى اَقَلَّ مِنْ سِتَّةِ اَمْيَالٍ يَشْهَدَانِ الْجُمُعَةَ وَيَدَعَانِهَا وَكَانَ يُرْوٰى اَنَّ اَحَدَهُمَا كَانَ يَكُوْنُ بِالْعَقِيْقِ يَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَيَشْهَدُهَا وَكَانَ يُرْوٰى اَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ كَانَ عَلٰى مِيْلَيْنِ مِنَ الطَّائِفِ يَشْهَدُ الْجُمُعَةَ وَيَدَعُهَا۔ (مِنْ جَامِعِ الْآثَارِ لِلنِّيْمَوِيْ) یعنے سعید بن زید اور ابوہریرہ رضہ مقام سحرہ میں چھ میل سے کم فاصلے پر رہتے تھے جو کبھی تو جمعہ میں حاضر ہوجاتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے اور یہ بھی روایت ہے کہ ان میں سے ایک صاحب عقیق میں رہتے تھے جو جمعہ کو کبھی ترک بھی کرتے تھے اور کبھی اس کے واسطے آ بھی جاتے تھے۔ اور عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ وہ طائف سے دو میل کے فاصلے پر رہتے تھے کبھی جمعہ کو حاضر ہوتے تھے اور کبھی چھوڑ دیتے تھے۔

اس قول سے بھی جو ثابت ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

(۱۰) دسویں دلیل۔ یہ ہے کہ جب صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے ملک فتح کئے تو انہوں نے شہروں کے سواد یہات میں جامع مسجدیں اور منبر قائم نہیں کئے جیسا کہ اوپر تیسری دلیل میں فتح القدیر کے حوالے سے مذکور ہوا۔

(۱۱) گیارہویں دلیل یہ ہے کہ ایسے گاؤں میں جس میں نہ بازار ہو اور نہ تجارت اور جو جنگل کے حکم میں ہو جمعہ کا ہونا منشاء الٰہی کے خلاف ہے کیونکہ جمعہ فرض کرنے سے خدا تعالیٰ کا مقصود اور منشا صرف یہی ہے کہ اسلامی شوکت اور دبدبے کا اظہار ہو جیسا کہ آگے معلوم ہوگا اور ظاہر ہے کہ یہ منشا ایسے گاؤں میں پورا نہیں ہو سکتا۔ اسی واسطے امام شافعی رحمۃ اللہ وغیرہ تینوں اماموں کے نزدیک جمعہ ہر گاؤں میں صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے درست ہونے کے لئے کوئی خاص گاؤں ہونے کی ضرورت ہے۔ اور پھر ایک شہر میں ایک جگہ کے سوا دو تین جگہ بھی درست نہیں ہے۔ حنفیوں کی ظاہر روایت میں بھی بغیر ضرورت شدید کے مثلاً جائے کی تنگی وغیرہ کے تعدد جمعہ جائز نہیں ہے۔ جمعہ کے نام سے بھی ظاہر ہے کہ وہ

جامع الجماعات ہے اور اُس روز اس جماعت کے سوائے اور کوئی جماعت نہیں ہونی چاہیے۔ مولانا شاہ عبد القادر صاحب اپنے فوائد موضح القرآن کے حاشیہ نمبری (۵) میں آیت کریمہ = یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰهِ الخ کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ ہر اذان کا یہ حکم نہیں کیونکہ جماعت پھر بھی ملیگی اور جمعہ ایک ہی جگہ ہوتا تھا پھر کہاں ملیگا" اور "ہوتا تھا" لکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے وقت میں جمعہ نہیں ہوتا ہوگا۔

حاصل یہ کہ جس گاؤں میں اور جس صورت میں کہ فرضیت جمعہ کی غرض فوت ہوتی ہو اُس گاؤں میں اور اُس صورت میں جمعہ کا ادا کرنا ناجائز اور منشاء الٰہی کے خلاف ہے۔ اور اس کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور آپ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل بنص صریح ہونے کی وجہ سے سند واثق اور شاہد عدل ہے۔

اگر دیہات میں جمعہ قائم کرنا منشا الٰہی کے خلاف نہ ہوتا تو جس طرح آپ نے مدینے والوں کو حکم لکھ بھیجا تھا اسیطرح اسکے اطراف کے گاؤں والوں کو بھی ضرور لکھ بھیجتے اور آپ بھی قباوغیرہ میں پڑتے بغیر نہ رہتے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شہروں کی طرح دیہات میں ضرور جامع مساجد کی بنا ڈالتے اور منبر قائم کرتے ورنہ (خدا کی پناہ) لازم آئیگا کہ آپ کا اور آپکے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل منشاء الٰہی کے خلاف تھا علیٰ ہذا القیاس حضرت مہدی علیہ الصلوٰة والسلام کے اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عمل پر بھی یہی حرف آئیگا۔

اور وہ جو مولوی سید حسین صاحب نے المختصر کے صفحہ ۳۰ میں لکھا ہے کہ "پہلی جمعہ خود سرور انبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے ابطن وادی بنی سالم میں پڑھی ہے جو ایک قریہ تھا" اس کا جواب اوپر وجوب کی شرطوں کے بیان میں گذر چکا ہے کہ وہ قریہ نہیں تھا بلکہ مدینے کے محلوں میں سے ایک محلہ تھا۔ اور صحیح بخاری کے حوالے سے ان کا جواثی کو ایک چھوٹا سا قریہ لکھنا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی جو روایت انہوں نے صفحہ ۲۸ میں نقل کی ہے اس سے جواثی کا قریہ ہونا ثابت نہیں ہوتا چنانچہ اُس روایت کے الفاظ یہ ہیں "عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ اِنَّ اَوَّلَ جُمُعَةٍ جُمِّعَتْ بَعْدَ جُمُعَةٍ فِیْ مَسْجِدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ مَسْجِدِ عَبْدِ الْقَیْسِ بِجَوَاثٰی مِنَ الْبَحْرَیْنِ" دیکھئے اس میں قریہ کا نام نہیں ہے۔ اور ترجمہ میں "قریہ جواثی" لکھدینا ان کی طرف سے زیادتی ہے۔ اور مولوی صاحب کی یہ عبارت کہ "اسی حدیث کو امام ابوداؤد نے بھی روایت کی ہے اور ان کی روایت میں بِجَوَاثٰی قَرْیَةٍ مِنْ قُرَی الْبَحْرَیْنِ کا لفظ زائد ہے" اِس بات کا صاف اقرار ہے کہ بخاری کی روایت میں یہ لفظ نہیں ہے پھر ان کا یہ لکھنا بھی کیونکر صحیح ہوگا کہ "امام المحدثین بخاری اور دوسرے اکابر محدثین نے اس کو قریہ مان لیا ہے" الخ

اور مصر کے معنوں میں اختلاف ہونے کی وجہ سے مصریت کی شرط کو بیکار سمجھنا بھی مولوی صاحب ہی کا حصہ ہے اور پھر یہ "تَجُوْزُ فِیْ کُلِّ مَوْضِعٍ اِقَامَةً یَتَّکِلُوْنَهٗ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا اَحْرَارًا" = جمعہ ایسے مقام میں جائز ہی

جہاں آزاد مرد چالیس ہوں " کو امام شافعی رح- امام مالک رح امام احمد رح تینوں اماموں کے کئے ہوئے مصر کے معنے سمجھ لینا اور بھی طرفہ معجون ہے۔

اب ہم مولوی صاحب کی تحریر کا جواب صحیح بخاری ہی سے دیتے ہیں کہ امام بخاری رح کے نزدیک قریہ سے مراد قریۂ جامعہ ہے۔ اور قریۂ جامعہ کی مثال جؔواثی کے ساتھ دی گئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قریۂ جامعہ مصر ہی کو کہتے ہیں تفصیل چوتھی دلیل میں گذر چکی ہے وہاں دیکھ لیجئے۔

پس " بَابُ الْجُمُعَةِ فِي الْقُرٰى وَالْمُدُنِ " میں جو آپنے صحیح بخاری سے نقل کیا ہے قریٰ مُدُن کا مرادف ہے اور عطف تفسیری ہے۔

اور جواثی ایک چھوٹا سا قریہ کیوں ہونے لگا وہ تو خاصہ شہر تھا چنانچہ علامۂ عینی نے شرح بخاری میں لکھا ہے۔ " وَحَكَى ابْنُ التِّيْنِ عَنِ الشَّيْخِ اَبِي الْحَسَنِ اَنَّهَا مَدِيْنَةٌ وَفِي الصِّحَاحِ لِلْجَوْهَرِيِّ وَالْبُلْدَانِ لِلزَّمَخْشَرِيِّ جَوَاثٰى حِصْنٌ بِالْبَحْرَيْنِ وَقَالَ اَبُوْ عُبَيْدِنِ الْبَكْرِيِّ هِيَ مَدِيْنَةٌ بِالْبَحْرَيْنِ لِعَبْدِ الْقَيْسِ " یعنے ابن التین نے شیخ ابو الحسن سے روایت کی ہے کہ وہ شہر ہے اور جوہری کی صحاح میں اور زمخشری کی بلدان میں ہے کہ جواثی بحرین میں ایک قلعہ ہے اور ابو عبید البکری کہتے ہیں کہ وہ بحرین میں عبد القیس کا ایک شہر ہے۔ پھر کچھ آگے چلکر لکھا ہے کہ " لَا نُسَلِّمُ اَنَّهَا قَرْيَةٌ بَلْ هِيَ مَدِيْنَةٌ كَمَا حَكَيْنَا عَنِ الْبَكْرِيِّ حَتّٰى قِيْلَ كَانَ يَسْكُنُ فِيْهَا فَوْقَ اَرْبَعَةِ اٰلَافِ نَفْسٍ وَالْقَرْيَةُ لَا تَكُوْنُ كَذٰلِكَ وَاِطْلَاقُ الْقَرْيَةِ عَلَيْهَا مِنَ الْوَاجِهِ الَّذِيْ ذَكَرْنَاهُ وَلَئِنْ سَلَّمْنَا اَنَّهَا قَرْيَةٌ فَلَيْسَ فِي الْحَدِيْثِ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اطَّلَعَ عَلٰى ذٰلِكَ وَاَقَرَّهُمْ عَلَيْهِ " یعنے ہم نہیں مانتے کہ وہ گاؤں ہے بلکہ وہ تو شہر ہے جیسا کہ ہمنے بکری سے بیان کیا ہے۔ یہاں تک کہا گیا ہے کہ اسمیں چار ہزار سے زیادہ آدمی رہتے تھے اور گاؤں ایسا نہیں ہوا کرتا۔ اور اس کو گاؤں کہنا اس وجہ سے ہے کہ جسکو ہم ذکر کر چکے (یعنے لغۃً شہر کو قریہ کہنا جائز ہونے کی وجہ سے چنانچہ چوتھی دلیل میں گذرا) اور اگر ہم مان بھی لیں کہ وہ گاؤں ہے تو حدیث میں یہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر ہو گئی تھی اور آپ نے اُن کو اسپر قائم رہنے دیا ۱۲- علامہ عینی کا کلام پورا ہوا۔

بندہ عرض کرتا ہے کہ اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہو گئی تھی اور آپنے انہیں اس پر قائم بھی رہنے دیا تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ کیونکہ اس صورت میں وہاں جمعہ کا ہونا آپ کی اجازت سے سمجھا جائیگا اور جواثی اگر گاؤں ہی تھا تو اب حکماً شہر ہو جائیگا کیونکہ یہ مانا ہوا مسئلہ ہے کہ سلطان جس گاؤں کو شہر قرار دیدے وہ شہر ہو جاتا ہے چنانچہ علامۂ عینی شرح بخاری میں ابن حزم کے اس شبہے کے جواب میں کہ گاؤں میں جمعہ پڑھنے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینے میں تشریف لائے تب وہ چھوٹے چھوٹے متفرق گاؤں کا مجموعہ تھا

اور آپ نے بنی مالک ابن النجار میں مسجد بنا کر ایسے گاؤں میں جمعہ پڑھا جو بڑا اور شہر کے حکم میں نہیں تھا) تحریر فرماتے ہیں کہ قُلْتُ هٰذَا لَيْسَ بِشَيْءٍ مِنْ وُجُوْهٍ اَلْاَوَّلُ قَدْ صَحَّ قَوْلُ عَلِيِّ ابْنِ اَبِيْ طَالِبٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اَلَّذِيْ هُوَ اَعْلَمُ النَّاسِ بِاَمْرِ الْمَدِيْنَةِ لَا جُمُعَةَ وَلَا تَشْرِيْقَ اِلَّا فِيْ مِصْرٍ جَامِعٍ وَالثَّانِيْ اَنَّ الْاِمَامَ اَيَّ مَوْضِعٍ حَلَّ جَمَّعَ وَالثَّالِثُ التَّمْصِيْرُ لِلْاِمَامِ فَاَيُّ مَوْضِعٍ مَصَّرَهُ مِصْرٌ ۔ یعنے میں کہتا ہوں کہ یہ دلیل کچھ بھی نہیں اور اس کی کئی وجہیں ہیں۔

(۱) اول یہ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا کہ جو مدینے کے حال سے بہ نسبت اور لوگوں کے زیادہ باخبر اور عالم تھے یہ قول صحیح ثابت ہو چکا ہے کہ جمعہ اور عید مصر (شہر) کے بغیر کہیں بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) دوسری یہ کہ امام جہاں اتر پڑے وہاں جمعہ پڑھ سکتا ہے۔

(۳) تیسری یہ کہ شہر بنانا امام کے اختیار میں ہے وہ جس جگہ کو شہر بنا دے شہر ہے۔

واضح ہو کہ فی الحقیقت مدینہ اُس وقت شہر ہی تھا۔ چھوٹے چھوٹے محلے اُس کے تابع اور اس کے فنا تھے۔ اگر وہ شہر نہ ہوتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ شہر کی شرط ہرگز بیان نہ فرماتے۔

مخفی نہ رہے کہ اوپر کی تقریر سے اُن تمام شبہوں اور اعتراضوں کا جواب ادا ہو جاتا ہے جو مصریت کی شرط پر وارد کئے گئے ہیں مثلاً حضرت عمر رضہ کی اُس تحریر پر شبہ کا جواب جو انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضہ حاکم بحرین کے خط کے جواب میں لکھی تھی کہ جَمِّعُوْا حَيْثُمَا كُنْتُمْ ۔ یعنے تم جہاں موجود ہو وہاں جمعہ پڑھا کرو۔ یا اُس شبہ کا جواب جو اسعد بن زرارہ رضہ کے اجتہاداً اور قبل از آمد نبی علیہ السلام صحابہ رضہ کو جمعہ پڑھانے کے متعلق۔ یا مصعب بن عمیر کے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مدینے والوں کو جمعہ پڑھانے کے بابت۔ یا حضرت عمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں اہل مصر و سواحل کے جمعہ پڑھنے کی نسبت پیش کیا جاتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ

اب مصر یعنے شہر کی تعریف سُنئے کہ مصر کسے کہتے ہیں۔ اور اُس میں اور مصر جامع میں کتنا فرق ہے۔

واضح ہو کہ مصر اُس بستی کو کہتے ہیں جس میں بازار اور گلیاں ہوں۔ پھر اگر وہاں قاضی اور امیر و سلطان بھی ہوں تو وہ مصر، مصر جامع ہو جائیگا جو جمعہ کی نماز صحیح اور درست ہونے کے لئے شرط ہے۔ اور اس سے قریہ و قریہ جامعہ میں بھی فرق سمجھا گیا چنانچہ قریہ جامعہ کی مثال حضرت عطاء تابعی رضہ نے جدہ کے ساتھ دی ہے جو جو تھی دلیل میں مذکور ہے۔ مصر اور مصر جامع کی تعریف صاحب کبیری شارح منیۃ المصلی نے بڑی ہی تحقیق سے لکھی ہے جس کو بندہ یہاں نقل کرتا ہے۔

ثُمَّ اخْتَلَفُوْا فِيْ تَفْسِيْرِ الْمِصْرِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا وَالْفَصْلُ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ مَكَّةَ وَالْمَدِيْنَةَ مِصْرَانِ تُقَامُ بِهِمَا الْجُمُعَةُ مِنْ زَمَنِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِلَى الْيَوْمِ فَكُلُّ مَوْضِعٍ

كان مثل احدهما فهو مصر فكل تفسير لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر
حتى التعريف الذي اختاره جماعة من المتأخرين كصاحب المختار والوقاية وغيرهما
وهو ما لو اجتمع اهله في اكبر مساجده لا يسعهم فانه منقوض بهما اذ كل منهما يسع
اهله وزيادة ولم يعلم ان المكة والمدينة في زمن النبي عليه الصلوة
والسلام والصحابة اكبر مما هما الآن ولا ان مسجدهما كان اصغر مما هو
الآن فلا يعتبر هذا التعريف وبالاولى لا يعتبر تعريفه بما يعيش فيه كل محترف
بحرفته او يوجد فيه كل محترف فان مصر وقسطنطنية من اعظم امصار الاسلام
في زماننا ومع هذا في كل منهما حرف لا يوجد في الاخرى فضلا عن مكة والمدينة
والحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذي له امير وقاض ينفذ الا
حكام ويقيم الحدود - وتزييف صدر الشريعة له عند اعتذاره عن صاحب
الوقاية حيث اختار الحد المتقدم ذكره بظهور التواني في احكام الشرع
لا سيما في اقامة الحدود في الامصار مزيف بان المراد القدرة على اقامة الحدود
على ما صرح به في تحفة الفقهاء عن ابي حنيفة رح انه بلدة كبيرة فيها سكك واسواق
ولها رساتيق وفيها وال يقدر على انصاف المظلوم من الظالم بحشمته وعلمه
او علم غيره يرجع الناس اليه فيما يقع من الحوادث وهذا هو الاصح انتهى -
الا ان صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق بناء على الغالب اذ الغالب
الامير والقاضي شانه القدرة على تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لا يكون الا
في بلد كذلك فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكره في التحفة لصدقه على مكة و
المدينة وانهما هما الاصل في اعتبار المصرية وقال قاضيخان والاعتماد على ما روي
عن ابي حنيفة رح كل موضع بلغت ابنيته منى وفيه مفت وقاض يقيم الحدود و
ينفذ الاحكام فهو مصر جامع - وفي المرغيناني ان هذا ظاهر الرواية وهذا ايضا
يقرب من تعريف صاحب التحفة - وعن محمد رح ان كل موضع مصره الامير فهو مصر
حتى انه لو بعث الى قرية نائبا لاقامة الحدود والقصاص تصير مصرا فاذا عزله
تلحق بالقرى انتهى -

یعنے مصر کی تعریف میں فقہا کا بہت اختلاف ہے اور اس میں امر فیصل یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ دونوں شہر ہیں

جن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لیکر آج تک جمعہ پڑھا جاتا ہے تو جو مقام ان دونوں جیسا ہو وہ شہر ہے
اور جو تعریف ان دونوں پر صادق نہ آئے وہ معتبر نہیں ہے حتیٰ کہ وہ تعریف بھی غیر معتبر ہے جس کو صاحب درمختار اور
صاحب وقایہ وغیرہما متاخرین کی ایک جماعت نے پسند کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مصر اس بستی کو کہتے ہیں جہاں کے
رہنے والے وہاں کی بڑی سے بڑی مسجد میں سما نہ سکیں۔ اس لئے کہ یہ تعریف ان دونوں شہر (مکہ و مدینہ) سے ٹوٹ جاتی
ہے کیونکہ یہ دونوں شہر ایسے ہیں کہ وہاں کی مسجدیں ان کے رہنے والوں کو کافی بلکہ کافی سے بھی زیادہ ہیں۔ اور یہ معلوم
نہیں ہوا کہ مکہ اور مدینہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضؓ کے زمانے میں بہ نسبت آجکل کے بڑے تھے
اور نہ یہ کہ وہاں کی مسجدیں آج کل کی نسبت چھوٹی تھیں تو یہ تعریف معتبر نہیں ہے۔ اور یہ تعریف بھی بدرجۂ اولیٰ معتبر
نہ ہوگی کہ مصر (شہر) وہ ہے جہاں ہر قسم کے پیشہ ور بستے ہوں۔ یا ہر طرح کے پیشہ والے پائے جاتے ہوں۔ کیونکہ مصر
اور قسطنطنیہ ہمارے زمانے میں مسلمانوں کے بڑے سے بڑے شہر ہیں اور باوجود اس کے ان میں ایسے پیشہ ور ہیں جو
ایک میں پائے جاتے ہیں اور دوسرے میں نہیں پائے جاتے چہ جائیکہ مکے اور مدینے میں پائے جائیں۔ پس صحیح تعریف وہی
ہے جس کو صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے کہ شہر وہ ہے جس کے لئے امیر اور قاضی ہو جو احکام کو جاری اور حدود کو قائم کرتا ہو
اور صدر الشریعت کا اس تعریف کو ضعیف کہنا اور صاحب وقایہ کی طرف سے عذر کرنا کہ احکام شریعت میں خصوصاً قیام
حدود میں سستی ہوگئی ہے اس لئے پہلی تعریف اختیار کی گئی ہے۔ خود ضعیف ہے کیونکہ احکام جاری کرنے اور
حدود قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ حاکم کو اس پر قدرت اور اختیار ہو (چاہے اس پر عمل کرے یا نہ کرے) جیسا کہ تحفۃ الفقہا
میں امام ابو حنیفہ رحؒ سے تصریح کی گئی ہے کہ مصر وہ بڑا شہر ہے جس میں گلیاں اور بازار ہوں اور اس کے متعلق دیہات ہوں
اس میں ایسا حاکم ہو جو اپنے زور و علم سے یا دوسرے کے علم سے مظلوم کا ظالم سے بدلہ لینے کی قدرت رکھتا ہو اور جس کی
طرف حوادث میں لوگ رجوع کریں اور یہی تعریف زیادہ صحیح ہے انتہیٰ۔ مگر صاحب ہدایہ نے گلیوں اور دیہات کا ذکر اس بنا پر
چھوڑ دیا ہے کہ امیر اور قاضی جن کا منصب یہ ہے کہ احکام جاری کرنے اور حدود قائم کرنے پر قادر ہوں اکثر ایسے ہی شہر وں
میں ہوا کرتے ہیں جہاں بازار و گلیاں ہوتی ہیں اور جن کے متعلق کچھ دیہات بھی ہوتے ہیں۔ الحاصل مصر کی زیادہ صحیح تعریف
وہی ہے جو تحفے میں مذکور ہے۔ اس لئے کہ وہ مکے اور مدینے پر صادق آتی ہے۔ اور یہی دونوں شہر مصریت کے اعتبار میں
اصل ہیں۔ قاضی خاں کہتے ہیں کہ اسی تعریف پر اعتبار ہے جو امام ابو حنیفہ رحؒ منقول ہے یعنے جس مقام کی آبادی منیٰ
کے برابر ہو اور جس میں حدود قائم کرنے والے اور احکام جاری کرنے والے مفتی اور قاضی ہوں تو وہ مصر جامع ہے۔ اور
مرغینانی میں ہے کہ یہ ظاہر الروایت ہے اور یہ تعریف بھی صاحب تحفہ کی تعریف کے قریب قریب ہی ہے اور محمدؒ سے روایت ہے کہ جس
گاؤں کو امیر (امام و حاکم) شہر بنادے وہ گاؤں شہر بنجاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کسی گاؤں میں حدود و قصاص قائم کرنیکے لئے
اپنے کسی نائب کو بھیجدے تو وہ گاؤں شہر ہوجاتا ہے۔ اور پھر جب اسے معزول کردے تو پھر دیہات سے ملجاتا ہے انتہیٰ

اور ردالمحتار میں قہستانی کی یہ عبارت موجود ہے کہ وَ فِیْمَا ذَکَرْنَا اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّهٗ لَا تَجُوْزُ فِی الصَّغِیْرَةِ الَّتِیْ لَیْسَ فِیْهَا قَاضٍ وَّمِنْبَرٌ وَّخَطِیْبٌ کَمَا فِی الْمُضْمَرَاتِ وَالظَّاهِرُ اَنَّهٗ اُرِیْدَ بِهٖ کَرَاهَةُ التَّنَفُّلِ بِالْجَمَاعَةِ - اَلَا تَرٰی اَنَّ فِی الْجَوَاهِرِ لَوْ صَلَّوْا فِی الْقُرٰی لَزِمَهُمْ اَدَاءُ الظُّهْرِ وَهٰذَا اِذَا لَمْ یَتَّصِلْ بِهٖ حُکْمٌ فَاِنَّ فِیْ فَتَاوَی الدِّیْنَارِیِّ اِذَا بُنِیَ مَسْجِدٌ فِی الرُّسْتَاقِ بِاَمْرِ الْاِمَامِ فَهُوَ اَمْرٌ بِالْجُمُعَةِ اِتِّفَاقًا عَلٰی مَا قَالَ السَّرَخْسِیُّ فَافْهَمْ - وَالرُّسْتَاقُ الْقُرٰی کَمَا فِی الْقَامُوْسِ انْتَهٰی - یعنے ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اُس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جمعہ ایسے چھوٹے گاؤں میں جائز نہیں ہے جہاں قاضی منبر اور خطیب نہو جیساکہ مضمرات میں ہے۔ اور بظاہر اس کا مطلب یہ ہے کہ نفل کا جماعت سے پڑھنا مکروہ ہے۔ کیا تم کو معلوم نہیں ہے جو جواہر میں لکھاہے کہ اگر دیہات میں لوگ جمعہ پڑھینگے تو ان پر ظہر کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ اور یہ جب ہے کہ اُس کے ساتھ (حاکم کا) حکم نہ ملا ہو کیونکہ فتاوائی دیناری میں ہے کہ جب گاؤں میں حاکم کے حکم سے جامع مسجد بنائی جائے تو وہ بالاتفاق جمعہ پڑھنے کے لئے حکم ہے جیساکہ سرخسی نے کہاہے۔ اسکو سمجھو اور رستاق دیہات کو کہتے ہیں انتہی۔

اِس سے حسب ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) مصر یعنے شہر کی جو تعریف کہ مکے اور مدینے پر صادق نہ آئے وہ معتبر نہیں ہے۔

(۲) تحفے کی تعریف کے سوائے تمام تعریفیں غیر معتبر ہیں کیونکہ وہ ان دونوں شہروں پر صادق نہیں آتیں۔

(۳) مولوی سید حسین صاحب نے المختصر کے صفحہ ۳ میں جو لکھاہے کہ فتوی امام ابویوسف کی تعریف اول پر ہے تو اُس کا بھی حال معلوم ہوگیا کہ صحیح نہیں ہے۔

(۴) دیہات میں جمعہ پڑھنے والوں پر احتیاط الظہر کا پڑھنا واجب ہے۔

(۵) ادائے جمعہ کے لئے اذن سلطان یعنے حاکم کے حکم کی ضرورت ہے۔

(۶) حاکم کے مسلمان ہونے کی ضرورت ہے۔ اُس کے عادل ہونے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ آگے بھی اس کا بیان آئے گا۔

(۲) دوسری شرط جمعہ کے صحیح اور ادا ہونے کے لئے سلطان یعنے مسلمان بادشاہ کا یا اُس کے نائب کا ہونا ہے جو مندرجۂ ذیل دلیلوں سے ثابت ہے۔

(۱) دلیل اول رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل ہے کہ باوجود جمعہ کے ہجرت سے پہلے مکہ معظمہ ہی میں فرض ہوجانے کے آپ نے اُسے وہاں ادا نہیں فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں آپ کو حکومت و شوکت حاصل نہیں تھی جس کی اس شعار اسلامی کے اعلانیہ ادا کرنے کے لئے ضرورت ہے اور اگر دوسری نمازوں کی طرح یہ بھی خفیہ ادا ہوسکتا تو ہرگز ہرگز ادا کئے

بغیر نہ رہتے اور جس طرح آپ نے اس کے قائم کرنے کیلئے مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کو حکم لکھ بھیجا تھا اسی طرح آپ بھی وہاں یعنے مکّہ میں اس کو پڑھا کرتے۔ اور جب ایسا ہوا تو ثابت ہوا کہ جمعہ کا شعار اظہار ہے اور اس کے واسطے حکومت اسلامیہ و شوکت سلطانیہ کا ہونا ضروری ہے چنانچہ ابن حجر مکی تحفۃ المحتاج شرح المنہاج میں لکھتے ہیں "فُرِضَتْ بِمَكَّةَ وَلَمْ يُقِمْ بِهَا لِفَقْدِ الْعَدَدِ اَوْلِاَنَّ شِعَارَهَا الْاِظْهَارُ وَكَانَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِيًا بِهَا" یعنے جمعہ مکہ ہی میں فرض ہوگیا تھا اور آپ نے وہاں اسے نہیں پڑھا اس لئے کہ وہاں اتنی تعداد نہیں تھی یا یہ کہ جمعہ کا شعار اظہار ہے اور آپ وہاں چھپے رہتے تھے یعنے نمازیں پوشیدہ اور چھپکر پڑھا کرتے تھے۔

قاضی شوکانی نیل الاوطار میں لکھتے ہیں " وَذَالِكَ اَنَّ الْجُمُعَةَ فُرِضَتْ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ بِمَكَّةَ قَبْلَ الْهِجْرَةِ كَمَا اَخْرَجَهُ الطَّبْرَانِيُّ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رض فَلَمْ يَتَمَكَّنْ مِنْ اِقَامَتِهَا هُنَالِكَ مِنْ اَجْلِ الْكُفَّارِ فَلَمَّا هَاجَرَ مَنْ هَاجَرَ مِنْ اَصْحَابِهِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ كَتَبَ اِلَيْهِمْ يَاْمُرُهُمْ اَنْ يُّجَمِّعُوْا فَجَمَّعُوْا "

یعنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہجرت سے پہلے ہی مکّہ میں جمعہ فرض ہوچکا تھا جیسا کہ طبرانی اور دار قطنی نے اسکو روایت کیا ہے اور وہاں پر کفار کی وجہ سے آپ اس کے قائم کرنے پر قادر نہیں ہوسکے پھر جب آپ کے اصحاب میں سے ہجرت کرنے والے مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے تب آپ نے ان کو جمعہ قائم کرنے کے واسطے حکم لکھ بھیجا تو انہوں نے آپ کے حکم سے مدینے میں جمعہ پڑھا۔

اب مولوی سید حسین صاحب وغیرہ وہ حضرات جو نماز جمعہ کو بلا شرط فرض ہونے میں مثل نماز پنجگانہ کے سمجھتے ہیں وہ فرمائیں کہ جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکّہ معظمہ میں نماز پنجگانہ پڑھنے اور اس کے نہ پڑھنے کی کیا وجہ ہے؟ غرض شرط سلطان کے ثبوت میں یہ ایک ایسی زبردست دلیل ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کیونکہ اس امر پر یہ نص صریح ہے اور آیت کریمہ۔ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ الخ کے بھی بالکل مطابق ہے بشرطیکہ غور و انصاف سے کام لیا جائے۔

(۲) دلیل دوم — وہی حدیث جابر رض ہے جس کو ہمارے جمعہ پڑھنے والے بھائی بڑے ہی زور و شور سے اپنے مدعا کے ثبوت میں استدلالاً پیش کیا کرتے ہیں اور وہ یہ ہے عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ قَدِ افْتَرَضَ عَلَيْكُمُ الْجُمُعَةَ فِيْ مَقَامِيْ هٰذَا فِيْ يَوْمِيْ هٰذَا فِيْ شَهْرِيْ هٰذَا فِيْ عَامِيْ هٰذَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فَمَنْ تَرَكَهَا فِيْ حَيٰوتِيْ اَوْ بَعْدِيْ وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ فَلَا جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَهٗ وَلَا بَارَكَ لَهٗ فِيْ اَمْرِهٖ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ۔

یعنے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو خطبہ سنایا اور فرمایا

کہ جان لو بیشک خدا تعالیٰ نے تم پر جمعہ فرض کر دیا ہے میرے اس مقام میں میرے اس دن میں میرے اس مہینے میں میرے اس سال میں قیامت تک اب جو کوئی اس کو میری زندگی میں یا میرے بعد ترک کر دے گا ایسے حال میں کہ اس کا کوئی امام (بادشاہ) ہو خواہ عادل ہو یا ظالم تو خدا تعالیٰ اس کی پریشانی کو جمع نہیں کرے گا اور نہ ہی اس کے کام میں برکت دے گا۔ روایت کیا اس کو ابن ماجہ نے۔

یہ حدیث بھی سلطان کی شرط ہونے میں صریح نص ہے کیونکہ اس میں عادل یا ظالم امام ہونے کی شرط مذکور ہے اور امامِ عادل یا ظالم سے مراد یہی سلطانِ مسلم ہے۔ اس لئے کہ غیر مسلم بادشاہ شرعی امام اور پیشوا نہیں ہو سکتا۔ اور اس میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ سلطان کے عادل ہونے کی ضرورت نہیں ہے لہٰذا مولانا کا اور مولوی سید حسین صاحب وغیرہ کا کتاب ارکان اربعہ و سنن ابوداؤد کے حوالے سے یہ لکھنا کہ یزید شقی اور حجاج بن یوسف کے سے اظلم الناس بادشاہوں اور سلطانوں کے زمانے میں بھی جمعہ و عید کی نماز ادا ہوتی تھی۔ اس دلیل کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا اور نہ ہی انہیں کچھ فائدہ دے سکتا ہے۔ اور وہ جو لکھا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ کے محاصرے کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جمعہ پڑھایا تھا اور یہ مروی نہیں ہے کہ آپ کو عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا حکم دیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا حکم دینا مروی نہیں ہے ویسا نہیں دینا بھی تو مروی نہیں ہے۔ پھر یہ کہاں سے ثابت ہو گیا کہ یہ کام ان کے بغیر حکم کے ہوا ہے۔ اور اگر مان بھی لیا جائے کہ بغیر حکم کے ہی ہوا ہے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت خلافت کے مستحق یہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی تھے چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد آپ ہی خلیفہ برحق تسلیم کئے گئے ہیں تو ان کا جمعہ پڑھانا گویا خلیفہ ہی کا پڑھانا تھا اور وہ حکماً ماذون تھے سعہذ کبیری شرح منیۃ المصلی سے آپ کا حقیقتاً ماذون ہونا بھی ثابت ہے۔ اسمیں لکھا ہے کہ "وَعَلٰی هٰذَا كَانَ السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَمِنْ بَعْدِهِمْ حَتّٰى اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ اِنَّمَا جَمَعَ اَيَّامَ مُحَاصَرَةِ عُثْمَانَ بِاَمْرِهٖ" یعنے صحابہ و تابعین و تبع تابعین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین وغیرہ تمام اگلے بزرگ اسی روش پر رہے ہیں حتیٰ کہ حضرت علی رضہ نے بھی حضرت عثمان رضہ کے محاصرے کے دنوں میں ان کے حکم سے ہی جمعہ پڑھایا تھا۔

میں حیران ہوں کہ حضرات اہل جمعہ اس حدیث کو اپنے موافق کیسے سمجھتے ہیں اور "فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا" اور "وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ" کے کھلے الفاظ ہوتے ہوئے اس سے مصریت و سلطان کی شرط کو باطل کرنے کی جرات کیوں کرتے ہیں۔ کیونکہ "فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا" سے ثابت ہوتا ہے کہ جمعہ مدینہ جیسے شہر ہی میں فرض ہے اور "اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ" سے سلطان کی شرط پایۂ ثبوت کو پہنچتی ہے۔ پھر یہ حدیث ان کو کیا فائدہ دیگی اور اس سے ان کا مطلب کس طرح حاصل ہوگا۔ شاید ان حضرات کے نزدیک امام سے مراد وہ امام ہو جو پنجوقتہ نماز میں آگے مصلے پر

ٹھہرا رہتا ہے اور یہ مقامی هٰذَا سے مقصود ریگستان عرب ہو تب ہی تو المختصر کے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے کہ "عَلَیْکُمْ
کا خطاب جیسے شہری پر صحیح ہوتا ہے ویسا ہی جنگلی پر بھی درست ہو سکتا ہے" مگر اتنی کسر رہ گئی کہ اس خطاب میں
غیر مسلم کو شریک نہیں کیا ورنہ وہ بھی اس عموم میں اُن کے حسب قرارداد ضرور داخل ہونا چاہئے خصوصاً جب
اُن کی نقل کی ہوئی حدیث میں "عَلَیْکُمْ" سے پہلے "یَا اَیُّهَا النَّاسُ" مذکور ہے۔ اور میرے پہلے سوال پر
کئے ہوئے اعتراض میں اس کی نظیر بھی موجود ہے جہاں یہ لکھا ہے کہ "جب ساری امت محمدیہ پر آپ کی اتباع
فرض ہے تو یہودیوں پر کیونکر فرض نہ ہوگی" اور پھر آگے اسکے جواب میں لکھا ہے کہ "سب افراد انسان پر آپ کی
اتباع فرض ہے"

سب سے زیادہ حیران کن بات یہ ہے کہ مولوی سید حسین صاحب نے شمسی صاحب کے ایک فتوے کے
حوالے سے المختصر کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ "غالباً امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ حدیث نہیں ملی ہوگی ورنہ وہ اس
حدیث کے برخلاف شرائط جمعہ نہ ٹھیراتے" سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ یا اللہ خیر کر۔

اور لطف یہ کہ پھر مطلق سلطان کا شرط ہونا آپ قبول بھی فرماتے جاتے ہیں چنانچہ رسالہ مذکورہ کے مذکور صفحہ
میں لکھا ہے کہ "جمعہ کی فرضیت کے لئے امام عادل کی شرط نہیں ہے بلکہ امام جابر (ظالم) کے ہوتے ہوئے بھی نماز جمعہ
فرض ہی رہتی ہے" اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی فرمان ہے۔ وہ کب کہتے ہیں کہ امام عادل ہی ہونا چاہئے۔
عادل یا ظالم کوئی بھی امام ہونا چاہئے جیساکہ حدیث میں ہے اور آپ بھی قبول کر رہے ہیں۔ اور آپ کا امام کو وجوب کی
شرطوں میں شمار کرنا ایک علیحدہ تسامح ہے۔ اس کا شمار تو ادا کی شرطوں میں ہے۔ وجوب کی شرطوں میں نہیں ہے
اور نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ وغیرہ تمام عملوں کی قبولیت کا جمعہ کے پڑھنے پر موقوف ہونا لکھدینا اور صحت وادائے
جمعہ کا امام کے وجود پر موقوف ہونا نہ لکھنا اسی طرح ایک حدیث کو جو اپنے موافق نظر آئے بے تامل مان لینا اور دوسری
حدیثوں کے واسطے جو ایسی نہ ہوں طرح طرح کی باتیں بنانا انصاف و دیانت کے خلاف ہے۔ علیٰ ہذا ایک شخص کو محض
اس وجہ سے کہ وہ جمعہ کو دلیل قطعی کے ساتھ مشروطی فرض مانتا ہے جمعہ کا منکر۔ جمعہ کو حقیر جاننے والا قطعی دلیل
کا رد کرنے والا قرار دیکر اُسے کافر بنانے کی کوشش کرنا اور خود کے حال سے تغافل کرنا صریح ظلم ہے۔ وغیرہ وغیرہ بے شمار
مسامحات ہیں کوئی کہاں تک لکھے۔ وَاِلَی اللّٰهِ نَشْتَکِیْ مِنْ هٰذِهِ الصَّنِیْعِ الشَّنِیْعِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

الغرض جب حضرات اہل جمعہ بھی اس حدیث کو صحیح مان رہے ہیں اور مطلق امام کی شرط کو بھی قبول کر رہے ہیں
تو ہم کو بھی اب اسمیں زیادہ دردسری اور طول کلامی کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جو مقصود تھا وہ حاصل ہوگیا۔ اور اب
انہیں یہ کہنا زیبا نہیں ہے کہ "جمعہ بلا شرط فرض ہے" جیساکہ المختصر کے صفحہ ۲۴ میں لکھا ہے ورنہ "علم کلام کے مسلمہ

لہ اور ایسی بری تحریر کی نسبت خدا ہی سے فریاد ہے جو سنتا جانتا ہے ۱۲

مسئلہ ”رَدُّ النُّصُوْصِ کُفْرٌ“ کے مصداق خود ہی بنجائینگے کیونکہ اس صورت میں ”وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ“ کا ردلازم آتا ہے جو جمعہ کے شرط سلطان کے ساتھ فرض ہونے میں نص ہے۔ اور دوسرے نصوص مثلاً بیمار۔ مسافر۔ عورت۔ لڑکے اور غلام پر جمعہ فرض نہونے میں ”اِلَّا مَرِیْضٌ اَوْ مُسَافِرٌ اَوْ اِمْرَأَۃٌ اَوْ صَبِیٌّ اَوْ مَمْلُوْکٌ“ جو حضرت جابر رضہ ہی سے مروی ہے اور جنگل وگاؤں میں جمعہ جائز نہونے میں فعل خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام اور ہر دو زمانے کے صحابہ وتابعین وتبع تابعین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا عمل وغیرہ وغیرہ بیسیوں نصوص کا ردلازم آنا اس کے علاوہ ہے چنانچہ ہر ایک کی تفصیل اس کے مقام میں مذکور ہے۔

اور رسالۂ مذکورہ کے مذکور صفحے میں یہ جو لکھا ہے کہ

”حنفیہ نے مصریت کی شرط جو فرضیت جمعہ کے باب میں لکھی ہے اس کا ابطال ہوگیا“ یہ اُن کی خوش فہمی ہے ورنہ اگر انہوں نے قطع نظر اُن گیارہ روشن دلائل کے جن کا بیان ابھی ابھی گذرا ہے صرف اسی ”فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا“ ہی پر جو اسی حدیث میں مذکور ہے غور فرمایا ہوتا تو ایسا کبھی نہ لکھتے۔

اور وہ جو اسی رسالے میں اسی جگہ لکھا گیا ہے کہ ”اس حدیث شریف کے تاکیدی وتہدیدی مضمون کو جب ہم خلیفۃ اللہ وتابع تام رسول اللہ مہدی موعود صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ملا کر دیکھتے ہیں تو کامل مطابق پاتے ہیں اور آنحضرت کا عمل کلام اللہ سے بالکل موافقت تامہ رکھتا ہے“ الخ اس سے اگر اُن کی مراد یہ ہے کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث مذکور کے مذکور مضمون کو اور نیز آیت جمعہ کے مفہوم کو بھی مشروط مانا ہے اور اسی کے موافق عمل بھی فرمایا ہے جیسا کہ واقع میں ہے تب تو اُن کا یہ لکھنا صحیح ہے۔ اور اگر یہ مقصود ہے کہ بلا لحاظ شرط سفر وحضر میں اور جنگل وبستی میں نماز جمعہ پڑھتے رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ یہ امر نہ صرف واقعات اور اجماع امت ہی کے خلاف ہے بلکہ تبعیت تامہ اور مفہوم کلام اللہ ”وَذَرُوا الْبَیْعَ“ کے اور نیز مضمون حدیث کے بھی بالکل مخالف ہے۔ واقعات کے خلاف یوں ہے کہ آپ نے اپنے مقام پر کبھی جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے۔ اور جامع مسجد میں پڑھنا بھی ثابت نہیں ہوسکتا۔ اسلئے کہ حسب تحریر مولانا کے فرمان مہدی ع ”بدنبال منکران مہدی نماز نگزارید واگر گزاردہ باشید باز بگردانید“ کے عام مفہوم کے اور نیز ”نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجُمُعَةَ وَنُصَلِّی الظُّهْرَ“ الخ کے بلکہ روایت پنج فضائل کے بھی خلاف ہے۔ اور حضرت شاہ دلاور رضہ کے محضرے سے استدلال واستشہاد جائز نہیں ہے کیونکہ وہ اس بارے میں ہے ہی نہیں اس کے مرتب ہونے کا سبب تو تکفیر منکر کا مسئلہ ہے جو ایک علیحدہ شئے ہے۔ باوجود اس کے اگر مولانا ومولوی سید حسین صاحب کے حسب تحریر اس کے کسی نسخے میں ”نماز جمعہ وعیدین کو مخالفوں اور منکروں کی اقتدا میں ادا فرمانا“ اس کے منجملہ عدم تکفیر کی دلائل کے ایک دلیل ہونے کی حیثیت سے مذکور بھی ہوگا تو وہ اجماع صحابہ رضہ سے رد ہوگیا ہے بخلاف فرمان مذکور اور نقل مذکور اور روایت مذکورہ کے کہ اُن کا انکار کسی نے نہیں کیا۔ اور ایسے اخراج

وایذا کے زمانے میں جامع مسجد میں ہر جگہ موافق امام کا ملنا محال نہیں تو خلاف قیاس ضرور ہے۔ اور ساکت تو کوئی چیز ہی نہیں ہے کما مر مرارًا۔ اور خود مولانا کی تحریر سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے جمعہ کی نماز نہیں پڑہی دیکھو میرے چھٹے۔ تیرہویں۔ پندرہویں سوالات کے جوابات۔

اجماع امت کے خلاف اس لئے ہے کہ جنگل میں اور نیز اس بستی میں بھی کہ جو جنگل کے حکم میں ہو جمعہ بالاتفاق ناجائز ہے۔

تبعیت نامہ کے خلاف ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حالتِ سفر میں اور جنگل وچھوٹے گاؤں میں جمعہ نہیں پڑہا ہے۔

مفہوم کلام اللہ کے خلاف اس واسطے ہے کہ قرآن مجید وفرقانِ حمید میں نماز جمعہ کی فرضیت اور اس کا جواز ایسی بستیوں کے ساتھ مشروط ومقید ہے جس میں خرید وفروخت ہوتی ہو اور آپ اکثر ایسی حالت وبستی میں رہتے تھے جس میں یہ شرط نہیں پائی جاتی تھی۔ اور مولانا نے تو میرے چھٹے سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ "آپ ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے" اور پھر تیرہویں سوال کے جواب میں "اقامت" کی شرط لکھکر ثابت کیا ہے کہ مسافر پر جمعہ نہیں ہے۔ اور پندرہویں سوال کے جواب میں اس بات کی بھی صراحت کر دی ہے کہ ہمارے اسلاف کرام یعنے مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے توابع رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین جن بستیوں میں رہتے تھے اُن میں جمعہ فرض نہیں تھا اور نہ ہی وہاں اُس کا ادا کرنا جائز ودرست تھا۔ یہ سب امور بکرّات ومرّات بیان ہو چکے ہیں۔

مضمون حدیث کے خلاف ہونے کا سبب بھی ظاہر ہے کہ اس کا تاکیدی وتہدیدی مضمون مدینہ اور سلطان کی شرط کے ساتھ مقید ہے۔ مطلق وعام نہیں ہے۔

حاصل یہ کہ حدیث مذکور کو عمل مہدیؑ کے ساتھ اور عمل مہدیؑ کو کلام اللہ کے ساتھ بلا لحاظ شرط مطلقاً وعموماً تطبیق دینا مذکورۂ بالا وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ اور اگر اس کا لحاظ کیا جائے تو بیشک صحیح اور درست ہے اور پھر کوئی اشکال بھی لازم نہیں آتا جس کی سچی مثال منہاج التقویم کی روایت "نذھب الی الجمعۃ" الخ ہے۔ کیونکہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا شرائط جمعہ پر صاد کرنا اور اُن کے فوت ہونے پر جمعہ کو ترک اور ظہر کو ادا فرمانا جو اس میں مذکور ہے بالکل آپ کے عمل اور مفہوم کلام اللہ تعالیٰ اور اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے گویا یہ ایک آئینہ ہے جس میں خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قول وفعل اور قرآن مجید وفرقان حمید کے مفہوم کی واقعی صورت ہم رنگ اور یک نظر آتی ہے۔

بناءً علیہ جب حضرات اہل جمعہ کے نزدیک یہ ضابطہ اور معیارِ صحت مسلم ہے کہ "وہ جو نقل مہدی کلام اللہ واتباع رسول اللہ سے موافق ہو وہ مہدی موعود کی نقل صحیح ہے ورنہ غلط ہے" جیسا کہ المختصر کے صفحہ ۶۴ میں لکھا ہے تو

اب انہیں روایت مذکورہ کے صحیح ماننے میں کوئی عذر نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ محکِ امتحان میں کھری اور صحیح ثابت ہو چکی ہے اور پھر خود بھی اس کو اپنے دعوے کے ثبوت میں استدلالاً پیش کر چکے ہیں۔ دیکھو الجمعہ ص۱۶ مگر باوجود اسکے انہوں نے جو اس کی صحت میں کلام کیا ہے وہ سخت قابل افسوس ہے۔

پہلے ہم مولوی سید حسین صاحب کی اُس خلافِ واقع اور دل دکھانے والی تحریر پر تنقیدی نظر ڈالتے ہیں جو اِس کے متعلق المختصر کے صفحہ ۶۲ سے صفحہ ۶۶ تک "ضمیمہ مفیدہ" کے تحت میں درج ہے۔

صفحہ ۶۲ میں مولوی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اُس کا حال ہماری اوپر کی تقریر سے اچھی طرح واضح ہوجاتا ہے لہذا ہم اُس کے درپے نہیں ہوتے۔ باقی کے صفحات میں اس پاک اور بے لوث روایت پر جس کے لئے کوئی معارض نہیں ہے خواہ مخواہ حرف لانے اور "اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا" کا قاعدہ جاری کرنے کی اور نیز حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضؓ کو بھی اپنے زعم میں غیر ثقہ اور مطعون ثابت کرنے کی غرض سے آپ نے منہاج التقویم کی عبارت میں جو تصرف اور خلط مبحث کیا ہے اُسکی تفصیل یہ ہے۔

(۱) شیخ مبارک ناگوری کا شبہہ نماز جمعہ و عیدین کے ساتھ مخصوص ہے اور آپ نے مطلق نمازوں کے متعلق لکھا ہے

(۲) اُس کے جواب میں حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ نے جو نماز مفروضہ اور نماز جمعہ و عیدین میں فرق بتلایا ہے اُسے ظاہر نہیں کیا۔

(۳) ساکت کو منکر لکھا ہے جو اس بات پر صراحت ہے کہ دونوں میں کچھ فرق نہیں ہے۔

(۴) جہاں حضرت لاڑ شہ رضؓ کا نام تک نہیں ہے وہاں اُنکی نسبت لکھا ہے کہ "ہاں بعض اصحاب مہدی مثلاً میاں لاڑ شہ کا جو مقولہ ہے کہ مہدی علیہ السلام نے نماز جمعہ و عیدین اپنے منکروں کے پیچھے پڑھی ہے یہ اُن کا بیان ہی غلط ہے کیونکہ انہیں میاں لاڑ شہ رضؓ نے یہ نقل بھی مجھ سے بیان کی ہے کہ "قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ" الخ

مگر یہ بالکل بے اصل اور دونوں بزرگوں پر صریح بہتان ہے۔ منہاج التقویم میں ایسا لکھا ہوا نہیں ہے۔ اس میں تو اُلٹا یوں لکھا ہے کہ آپ کا منکروں کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین پڑھنا آپ کے کسی صحابی سے منقول نہیں ہے چنانچہ اُس کے یہ لفظ ہیں "وَمَا نَقَلَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِهٖ اَنَّهٗ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ ظَهَرَ اِنْكَارُهٗ فَلَا تَقُوْمُ حُجَّةً عَلَيْنَا" یعنے آپ کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا ہے کہ آپ نے منکروں کے پیچھے یہ نماز پڑھی ہے اس لئے ہم پر کوئی اعتراض نہیں آسکتا۔

اور اِس سے حضرت شاہ دلاور رضؓ کے مضمون کا حال بھی بخوبی معلوم ہوگیا کہ اُس میں بھی حضرت لاڑ شہ رضؓ پر ایسی بیجا تہمت رکھی گئی ہے۔ اور وہ اِس باب میں کسی طرح حجت اور استدلال کے لائق نہیں ہے۔

(۵) اور حضرت عالم باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذکورہ فقرے "فَلَا تَقُوْمُ حُجَّۃً عَلَیْنَا" کو اس کی جگہ سے ہٹانا اور حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضؓ پر ایک ایسے غیر واقعی طعن کا تذکرہ کرنے کے بعد کہ جس کا منہاج التقویم میں پتہ تک نہیں ہے صفحہ ۶۵ میں مولوی صاحب کا یہ لکھنا کہ "یہی سبب ہے کہ حضرت عالم باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نقل کو ذکر کرنے کے بعد صاف لفظوں میں فرمادیا ہے "فَلَا تَقُوْمُ حُجَّۃً عَلَیْنَا" یعنے یہ نقل ہمارے لئے کوئی حجت نہیں ہو سکتی" دونوں بزرگوں پر دوسرا حملہ اور دوسری تہمت ہے۔

(۶) "فَلَا تَقُوْمُ حُجَّۃً عَلَیْنَا" کا ترجمہ "یہ نقل ہمارے لئے کوئی حجت نہیں ہو سکتی" کرنا بھی مولوی صاحب ہی کا حق ہے۔ "ہمارے لئے" خدا جانے کس لفظ کا ترجمہ ہے اور اسی طرح "یہ نقل" جس لفظ کا ترجمہ ہے اُس کا حال بھی خدا ہی کو معلوم ہے۔

یہ تو اُن لفظی و معنوی تحریفات کا بیان ہے جو منہاج التقویم کی عبارت میں کیگئی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مولوی صاحب نے جو حضرت بندگی عبدالملک سجاوندی صاحب رحؒ کے جواب میں خلط مبحث کر کے اپنی طرف سے حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضؓ کا مقولہ بیان کیا ہے اور پھر اُس سے منہاج التقویم کی مذکورہ روایت "قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَۃِ" الخ کیساتھ کہ جو حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضؓ ہی سے مروی ہے مُعارضہ کرنا چاہا ہے وہ صحیح نہیں ہے منہاج التقویم سے یہ معارضہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا بلکہ اُس کی یہ عبارت کہ "وَمَا نَقَلَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ اَنَّہٗ صَلّٰی خَلْفَ اِمَامٍ ظَهَرَ اِنْکَارُہٗ" جس کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے خود مقولہ مذکورہ سے معارض ہے۔ تو حقیقت میں "اِذَا تَعَارَضَا تَسَاقَطَا" کا مصداق مقولۂ مذکورہ اور عبارت مذکورہ ہے نہ کہ مقولۂ مذکورہ اور روایت مذکورہ یعنے مولوی صاحب کے حسب تحریر حضرت بندگی میاں لاڑ شہ رضؓ کا جو کہ صحابی ہیں یہ کہنا کہ "مہدی علیہ السلام نے نماز جمعہ و عیدین اپنے منکروں کے پیچھے پڑھی ہے" اور حضرت عالم باللہ رحمۃ اللہ کا یہ لکھنا کہ "آپ کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا ہے کہ آپ نے منکر کے پیچھے نماز جمعہ و عیدین پڑھی ہے" دونوں آپس میں معارض ہونگے اور روایت "قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَۃِ" الخ اپنی صحت پر باقی اور مُعارضے سے سالم رہیگی۔

یہ اُس صورت میں ہے کہ جب حضرت لاڑ شہ رضؓ کا ایسا کہنا کسی جگہ بھی ثابت ہو جائے ورنہ ان دونوں میں بھی معارضہ ثابت نہیں ہوگا بلکہ مقولۂ مذکورہ بالکل رد ہو جائیگا۔ اور منہاج التقویم کی مذکورہ عبارت "وَمَا نَقَلَ اَحَدٌ مِّنْ اَصْحَابِہٖ" الخ صحیح و قابل استدلال اور روایتِ مذکورہ "قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَۃِ" الخ کی مؤید ہو جائیگی اور حضرت بندگی میاں لاڑ شہ پر بھی کوئی طعن نہیں آئیگا۔

غرض اس تکلیفِ مالایطاق سے مولوی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں ہوا اور نہ ہی روایت مذکورہ کو کچھ نقصان

پہنچا بلکہ مولوی صاحب ہی کم وبیش ٹوٹے میں رہے ہیں کہ مقولہ مذکورہ جو اُن کے لئے ایک سرمایۂ ناز تھا اِس بحث میں برباد اور ضائع ہوگیا۔

باقی رہی وہ تحریف معنوی جو "مضمون نقل" کے متعلق ہے تو اُس کی نسبت تو ہم نے پہلے ہی بحث کردی ہے اور حضرت مہدی مراد اللہ کے فرمائے ہوئے ضابطے کے موافق اُس کو کلام اللہ اور اتباع رسول اللہ سے تطبیق دیکر محک امتحان پر صحیح اور کھرا ثابت کر دکھایا ہے۔

مولوی صاحب نے جو نقل مذکور کے ترجمے کا اور آیۂ قرآنی کے ترجمے کا مقابلہ کرکے بتلایا ہے اُس کی بابت ہم صرف اِس قدر عرض کردینا کافی سمجھتے ہیں کہ اگر وہ آیۂ قرآنی کے ترجمے میں " اور تجارت چھوڑ دو " پر غور فرماتے اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حالت کو بھی نظرانداز نہ کرتے تو کبھی ایسا نہ کرتے۔ کیونکہ اِس سے تو ہمارا مطلب واضح ہوتا ہے نہ کہ اُن کا۔ یعنے نماز جمعہ کا مشروط ہونا ثابت ہوتا ہے نہ کہ غیر مشروط ہونا جیسا کہ اُن کا ماننا ہے۔

اسی طرح اگر انہوں نے حدیث جابر رضہ میں " وَلَهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ اَوْ جَائِرٌ " پر خیال کیا ہوتا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعی عمل کو بھی پیش نظر رکھا ہوتا تو اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اِس نقل کو موافق کرنے میں آپ نے جو خلافِ واقع اور ابلہ فریب خامہ فرسائی کی ہے اُس سے بھی باز رہتے۔

ہر چند کہ ہماری مذکورۂ بالا تقریر سے نقل مذکور کا جیسا کہ کتاب اللہ سے مطابق ہونا بخوبی ثابت ہوگیا ہے ویسا ہی اُس کا اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موافق ہونا بھی اچھی طرح واضح ہوگیا ہے مگر چونکہ مولوی صاحب نے یہاں اتباع رسول اللہ صلعم سے حسب بالا علیحدہ بحث کی ہے لہذا مناسب ہے کہ ہم بھی یہاں اُسکو تقابل کی صورت میں عام فہم کردیں تا آسانی سے معلوم ہوجائے کہ مولوی صاحب نے جو اِس جگہ خاتمین علیہما الصلوٰۃ والسلام کے قول و فعل میں فرق بتلایا ہے وہ کہاں تک صحیح ہے۔

قول مہدی عم	قول رسول صلعم
جو نقل مذکور " نَذَرَ نَذهَبُ اِلَى الْجُمُعَةِ " کا خلاصہ ہے =	جو حدیث جابر رضہ و حدیث طارق ابن شہاب کہ شرائط وجوب میں مذکور ہیں اور حدیث جابر رضہ کہ اس وقت زیر بحث ہے وغیرہ کا ماحصل ہے =
جمعہ مشروط ہے	جمعہ مشروط ہے
فعل مہدی عم	**فعل رسول صلعم**
جو نقل مذکور میں مذکور ہے =	جو احادیث مذکورہ کا حاصل ہے =

شرطیں فوت ہونے کی وجہ سے جمعہ چھوڑکر ظہر پڑھتے تھے۔	شرطیں فوت ہونے کی وجہ سے جمعہ چھوڑکر ظہر پڑھتے تھے چنانچہ قبل ہجرت مکۂ معظمہ میں اور بعد ہجرت قبا و عرفات میں آپ نے ایسا کیا ہے۔

اِس نقل کے راوی حضرت میاں لاڑشاہ رضہ پر کئے ہوئے طعن کا جواب بھی ادا ہوگیا ہے۔ اس اجماع کا حال بھی کہ جس میں اٹھارہ مہاجرین رضہ اور پانچ تابعین کرام رضہ داخل ہیں معلوم ہوچکا ہے کہ اُسکو قیام جمعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ تو تکفیر منکر کے عقیدے پر منعقد ہوا ہے۔ ایک ہی بات کو بار بار بیان کرنے سے ہمیں سخت شرم آتی ہے مگر کیا کیا جائے مجبوری ہے۔

پھر مولوی صاحب نے اِس نقل پر تین اعتراض بھی کئے ہیں اور لکھا ہے کہ اگر اس نقل کو بفرض محال صحیح قول مہدی علیہ السلام مان لیا جائے تو امامنا مہدی موعود علیہ السلام پر کئی قوی اعتراضات وارد ہوتے ہیں جس سے آپ کی مہدیت ہی باطل ہوجانے کا اندیشہ ہے[۱]" ہمارے پاس اِن کے دو جواب ہیں (۱) الزامی (۲) تحقیقی

الزامی جواب یہ ہے کہ آپ لینے تمام حضرات اہل جمعہ اس نقل کو صحیح مان چکے ہیں اور ہم سے پہلے اس کو استدلال میں بھی لیچکے ہیں چنانچہ سب سے پہلے آپ لوگوں کی طرف سے جو رسالہ "الجمعہ" اثبات جمعہ میں شایع ہوا ہے اُس میں یہ نقل موجود ہے۔ اور جب یہ ہے تو اِن اعتراضات کا جواب آپ ہی پر واجب ہے اور یہ تو آپ ہرگز کبھی نہیں کہہ سکتے کہ اُن کے جواب کے ذمہ دار صاحب "الجمعہ" سید ولی صاحب ہی ہیں ہم نہیں کیونکہ اس صورت میں آپ کا رسالہ "المختصر المفید" بالکل باطل اور بیکار ثابت ہوگا اس لئے کہ اس کا اکثر مضمون "الجمعہ" ہی سے لیا گیا ہے حتیٰ کہ آپ کا مایۂ ناز مقولہ حضرت بندگی میاں لاڑشاہ رضہ بھی (جس کا ابھی ابھی ذکر ہوچکا ہے) اِسی سے ماخوذ ہے اور اُس کے باطل ہونے سے اس نقل میں جو آپ نے معارضہ ثابت کیا ہے وہ بھی باطل ہوگا۔ اور آپ کی ساری محنت کے برباد وضائع ہوجانے کے موجب آپ ہی قرار پائینگے۔ اس کے قطع نظر چونکہ سید ولی صاحب اور آپ اِس مسئلے میں متفق ہیں اس وجہ سے بھی اُن کا جواب آپ کے ذمے فرض ہے۔

تحقیقی جواب یہ ہے کہ آپ کے اور نیز مولانا شمسی صاحب کے بھی لکھے ہوئے سارے اعتراضات اُس صورت میں وارد ہوسکتے ہیں کہ جب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جامع مسجد میں نماز جمعہ بطور فرض مقتدی بنکر ادا فرمانا ثابت مانا جائے جیسا کہ آپ حضرات کا ماننا ہے اور اگر اپنے مقام پر ظہر باجماعت پڑھے بعدہٗ محض تبلیغ کے لئے جامع مسجد جانا تسلیم کیا جائے جیسا کہ واقع میں ہے تو ایک بھی اعتراض عاید نہیں ہوسکتا کما لا یخفی علیٰ اہلِ

[۱] دراصل یہ وہی اعتراضات ہیں جو حضرت اہل جمعہ کے قول و فعل سے پیدا ہوتے ہیں اور جس پر بندے کے سوالات نے انہیں متنبہ کیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ رسالہ المختصر المفید بندے کے سوالات ۱۳۳۹ھ میں مولانا کی خدمتمیں پہنچ جانیکے بعد طبع ہوکر شائع ہوا ہے ۱۲ امیر الدین عفی عنہ

الْعَقْلِ وَالنُّھیٰ ۔

چونکہ آپ حضرات پہلی بات کے ماننے والے ہیں لہذا جہاں اور بھی بہت سے اعتراضات کا انبار آپ لوگوں کی گردن پر ہے وہاں اِن تین اعتراضوں کا بار بھی آپ ہی لوگوں کے سر پر ہوگا جس سے سبکدوش ہونے کی کوشش کرنا آپ حضرات کا فرضِ اولین ہے۔

واضح ہو کہ شرائط کی عدم موجودگی میں ظہر اپنے مقام پر ادا کئے بعد سعی الی الجمعہ کرنے اور کسی دینی مصلحت سے جامع مسجد کی طرف جانے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں ہے۔ عینی شرح بخاری میں ہے کہ "حُرٌّ مُقِیْمٌ اَدَّی الظُّھْرَ فِیْ اَوَّلِ وَقْتِہٖ یَجُوْزُ مُطْلَقًا حَتّٰی لَوْ خَرَجَ بَعْدَ اَدَاءِ الظُّھْرِ اِلَیْھَا اَوْ لَمْ یَخْرُجْ لَمْ یَبْطُلْ فَرْضُہٗ" یعنے کوئی آزاد اور مقیم شخص ظہر کو اس کے اول وقت میں ادا کرلے تو مطلقاً جائز ہے عام ازینکہ اس کے بعد جمعہ کی طرف جائے یا نہ جائے ہر حال میں اُس کا فرض باطل نہ ہوگا انتہیٰ۔

جب تمام شرطوں کی موجودگی میں ایسا کرنا جائز ہے تو اُن کی عدم موجودگی میں مسافر وغیرہ کے لئے بدرجہ اولیٰ درست ہوگا۔

اور آپ نے جو حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جامع مسجد ہی میں نماز ظہر ادا فرمانا لکھا ہے۔ وہ نہیں معلوم کہاں سے لکھا ہے۔ نقل مذکور سے تو یہ ثابت نہیں ہوتا۔

اب رہا یہ شبہہ کہ شرطوں کے ماننے سے امام ہمام مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مجتہدوں کے تابع ہوجانا لازم آتا ہے تو یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے۔ اِس کا جواب ہم اول سنت الصالحین کی روایت سے ثابت شدہ سترہ باتوں میں سے سترہویں بات کے تحت میں چوتھے امر میں دیکھچکے ہیں وہاں دیکھ لیجئے۔ یہاں اِس کے متعلق صرف اسقدر عرض کردینا مناسب سمجھا جاتا ہے کہ آپ کا یہ شبہہ فقط دو یا تین شرطوں یعنے مصریت۔ سلطان اور اذنِ عام کے متعلق ہے۔ تمام شرطوں کی نسبت نہیں ہے حالانکہ شرائط وجوب و شرائط ادا میں سے جتنی شرطیں ہیں سب کی سب کتاب و سنت سے استنباط کرکے مجتہدوں ہی نے نکالی ہیں اور انھوں ہی کی بیان کی ہوئی ہیں پھر تین کے ماننے سے مہدی علیہ السلام کے اُن کے تابع ہوجانے اور باقی کے ماننے سے نہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ کیا یہ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ کا مصداق اور ترجیح بلا مرجح نہیں ہے؟

حاصل یہ کہ آپ کا یہ شبہہ بالکل صحیح نہیں ہے اور سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِن شرطوں کو مان لینے سے مجتہدوں کے اجتہاد کی تصحیح لازم آتی ہے نہ کہ آپ کا اُن کے تابع ہوجانا۔ اور آپ علیہ السلام کی تصحیح کی بدولت وہ تمام فقہی اختلافات برطرف ہوجاتے ہیں جو اس مسئلے کے متعلق ہیں اور جو پیچیدگیاں اور گتھیاں کہ اس مبحث میں پڑگئی ہیں سب حل ہوجاتی ہیں۔ پس ہم مہدویوں کو شاہراہ یقین اور مسئلہ عالیت پر چلنے

کے لئے صرف یہی ایک نقل کافی ہے جو کتاب و سنت و اجماع امت کے مطابق ہے چہ جائیکہ دور نبوت اور دور ولایت کے صحابہ کا عمل بھی اس کی تائید کرتا ہو جس کی تفصیل گذر چکی ہے۔ دور ولایت کے صحابہ کے عمل کی مثال میں وہ حلفیہ محضرہ خصوصیت سے قابل ذکر ہے جو جناب ثانی مہدی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے حضور میں ہر جمعہ کو بلاناغہ نماز ظہر کے بعد ہوا کرتا تھا جس میں بائیس سو ۲۲۰۰ مہاجرین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین ہفتہ وار اس بات پر حلف اُٹھایا کرتے تھے کہ جمعہ کے روز نماز ظہر پڑھنے میں حضرت ثانی مہدی رضؓ کا عمل بالکل جناب خاتم ولایت علیہ التسلیم والتحیۃ کے عمل کے مطابق ہے۔

اُن حضرات کے رنگ تصدیق سے سخت تعجب ہے جو ایسی زبردست نص قطعی کے (جو تمام نصوص قطعیہ کا خلاصہ ہے) رد کرنے میں خواہ مخواہ زحمت اُٹھاتے ہیں اور اس مطلب کی تکمیل میں جس چیز سے بھاگتے ہیں پلٹ کر پھر اُسی کی طرف جاتے ہیں اور پھر اس میں انہیں ادنیٰ و اعلیٰ کا بھی خیال نہیں رہتا ہے چنانچہ آئمۂ اربعہ رح کو چھوڑ کر (جن کی حضرت مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعریف فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اُن کی پیروی کرو کیونکہ "انہوں نے بھی مسائل شرعیہ کی تحقیق میں خوب موشگافی کی ہے" جیسا کہ المختصر المفید کے صفحہ ۱۲ و ۴۲ میں لکھا ہے) کبھی تو مولوی عبدالعلی صاحب کی کتاب ارکان اربعہ سے استدلال کرتے ہیں اور کبھی ویلور اور مدراس کے فتوے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ پھر خود ہی مہدی مراد اللہ عم کا یہ فرمان بھی نقل کرتے جاتے ہیں کہ "ہر ایک حکم و بیان جو تفاسیر اور دوسری کتابوں میں اس بندے کے بیان سے مخالف ہو وہ صحیح نہیں ہے اور ہر عمل و بیان جو اس بندے سے ہے خدا کی تعلیم اور محمد مصطفےٰ صلعم علیہ السلام کی پیروی سے ہے اور ہم کسی مذہب میں مقید نہیں ہیں۔ اگر کوئی ہماری صداقت معلوم کرنی چاہے تو کلام خدا اور اتباع مصطفےٰ سے ہمارے اقوال و احوال اور اعمال کو موافق کرکے دیکھے اور سمجھے" المختصر صفحہ ۳۹ و ۴۲ و ۴۳ و ۴۴ و ۲۶۔

غالباً ایسے ہی حضرات کی تفہیم کے لئے سیدنا و امامنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نقل میں "وَ عُلَمَاءُ بِلَادِنَا اَفْتَوا بِفَوَاتِ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ مُذْ مِائَتَیْ سَنَةٍ" فرمایا ہے۔ یعنے ہمارے شہر کے علماء نے دو سو ۲۰۰ برس سے شرائط جمعہ کے فوت ہوجانے پر فتویٰ دیدیا ہے تاکہ وہ بھی اپنے اصول کے موافق اس روایت کے ماننے میں چوں و چرا نکریں اور اپنی اُس تحریر کا لحاظ کرکے جو المختصر کے صفحہ ۳۷ میں درج ہے تمام اختلافات کو بالائے طاق رکھکر متفقی اس بات پر قائم ہوجائیں چنانچہ وہ تحریر یہ ہے "اور یہ اصولی ضابطہ ہے کہ جب کسی امر پر فتویٰ دیدیا جاتا ہے تو اختلاف ماقبل اعتبار کے قابل نہیں رہتا۔ حکم فتویٰ بہ تمام قدیمی اختلافات کو معدوم کردیتا ہے اور فتوے کے حکم پر ہی عمل واجب ہوجاتا ہے"

اور مولوی صاحب کا صفحہ ۴۶ کے آخر میں یہ لکھنا کہ "پھر بھی کوئی اَلَدُّ الْخِصَامِ اس نقل مردودہ سے استدلال کرکے اپنے امام مہدی موعود (فداہ ابی و امی صلی اللہ علیہ وعلےٰ نبینا) کی شان اقدس میں معترضین کی جانب سے ان نکالا

گستاخانہ فقروں کو روا رکھے تو وہ جانے اور اُس کا زنگ تصدیق " اپنے قلم سے آپ اقرار کرتا ہے کہ ہمنے جو اپنے المختصر کے صفحہ ۸ میں امامنا مہدی موعود علیہ السلام کی پیشین گوئی لکھی ہے اُس کے حقیقی مصداق ہم ہی ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ " میرے اور میرے اصحاب کے بعد ایک زمانہ آئیگا (اُس زمانے میں) اگر کوئی ہماری روش پیش کریگا تو لوگ اُس سے بحث کرینگے اور کہیں گے کہ یہ نقلیں معتبر نہیں ہیں کیونکہ ہم سے اور ہمارے مرشدوں کے حال سے موافق نہیں ہیں"

اسی طرح صفحہ ۶۶ کی تیسری سطر میں آپ کی یہ تحریر کہ " جب نماز جمعہ فرض نہ رہی تو فقط جامع مسجد کو شعار اسلام کی غرض سے جانا نفل ٹھیرا اور آپ نے تو سب نفل عبادات منع فرمادی ہیں" صاف اس بات کا اقرار ہے کہ ہم نے صفحہ ۳۰ و ۳۱ میں جو روایات مزرعۃ الآخرہ و تلقین الذکر و زاد الناجی کو " مہدویہ کی کتب فقہ و عقائد میں ثبوت جمعہ " کے عنوان کے تحت میں درج کرکے جمعہ کا فرض ہونا بتلایا ہے وہ خلافِ واقعہ ہے اور اُسمیں ہمارا تصرف ہے ورنہ درحقیقت روایاتِ مذکورہ سے جمعہ کا نفل ہونا ہی ثابت ہوتا ہے نہ کہ فرض ہونا۔ اور تصرف کرنے کا بین ثبوت یہ ہے کہ پچھلی دو روایتیں جو تلقین الذکر اور زاد الناجی کی ہیں وہ بھی پہلی کی طرح رسالۂ الجمعہ میں لکھی ہوئی ہیں مگر چونکہ اُن دونوں روایتوں سے جو اُس میں مذکور ہیں جمعہ و عیدین کا نفل ہونا بداہۃً ثابت ہوتا ہے جس کو عوام الناس بھی آسانی سے سمجھ سکتے ہیں لہذا ہم نے اُن کو رسالۂ مذکورہ سے نقل کرنا مناسب نہ جانا اور اُن میں اپنے ڈھب پر کچھ تصرف کرکے اصل رسالجات تلقین الذکر اور زاد الناجی کا نام لکھدیا ہے اور پھر حاشئیے پر پہلے رسالہ کا مؤلف صاحب کے کتب خانے میں اور دوسرے کا مولوی سید حیدر صاحب اہل حق ٹمن کے پاس موجود ہونا بھی ظاہر کردیا ہے۔ ساتھ ہی متن میں دوسرے رسالے کی نسبت یہ بھی لکھدیا گیا کہ " جس کی نقل بدست حضرت سید ہاشم صاحب ۱۲۷۲ھ میں ہوئی ہے"

حاصل کلام یہ کہ مولوی صاحب کی ساری تحریر ادماست و برماست کا مصداق ہے یعنے اُن کی تحریر اُن ہی کے حق میں مضر ثابت ہوتی ہے۔ روایت مذکورہ کو اس سے کوئی صدمہ نہیں پہنچ سکتا فاعتبروا یا اولی الابصار۔

علی ہذا القیاس مولانا شمسی صاحب کی تحریر کا بھی یہی حال ہے اور چونکہ اختلاف عبارت کے سوائے مولوی سید حسین صاحب کی تحریر میں اور مولانا کی تحریر میں کوئی معتد بہ اور نمایاں فرق نہیں ہے لہذا مولوی صاحب کی تحریر کے جواب میں جو کچھ ہم لکھہ چکے ہیں وہی مولانا کی تحریر کا بھی جواب ہوگا۔ اس بنا پر ہمیں اس کے لئے علیحدہ خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم بادی النظر میں جو دو چار باتیں مولانا کی تحریر میں نئی معلوم ہوتی ہیں اُنہیں ہم یہاں معہ اُن کے جواب کے ہدیۂ ناظرین کرتے ہیں۔

مولانا کا یہ فرمان کہ علامہ عبد الملک عالم باللہ رحمہ اللہ حضرت میاں لاڑشہ رضہ کی روایت کو خود نقل کرکے اُس کے برخلاف یہ کہتے ہیں کہ ہم اب بھی ساکت کے پیچھے نماز جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ میاں لاڑشہ رضی اللہ عنہ کی روایت میاں عالم باللہ رحمہ اللہ کے پاس صحیح نہیں ہے یہ چار وجہوں سے قابل بحث ہے۔

سیدنا مہدی موعود کی پیشین گوئی

جب نماز جمعہ فرض نہ ہو تو نفل بھی نہ ہوگی اور نفل کا پڑھنا منع ہے

(۱) اوّل یہ کہ مولانا کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ علامہ عالم باللہ رحمۃ اللہ کا مذکور قول حضرت لاڑشہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے بعد ہے حالانکہ منہاج التقویم میں اس کے برعکس ہے۔ یعنے پہلے وہ ہے اور پھر یہ ہے چنانچہ اس کی یہ عبارت ہے۔

"وَنَحنُ الآنَ نُصَلِّي الجُمُعَةَ خَلفَ مَن لَم يَظهَر اِنكَارُہٗ وَمَعَ ذَالِكَ قَالَ المَهدِيُّ نَذهَبُ اِلَى الجُمُعَةِ وَنَترُكُ الجُمُعَةَ وَنُصَلِّي الظُّهرَ" الخ اب یہاں "وَمَعَ ذَالِكَ" قابل غور ہے جو اس بات کو واضح طور پر ثابت کرتا ہے کہ علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ مہدی علیہ السلام نے تو یہ بھی نہیں کیا ہے جیسا کہ اب ہم کر رہے ہیں۔ یعنے ساکت کے پیچھے بھی آپ نے جمعہ کی نماز نہیں پڑھی ہے جیسی کہ اب ہم پڑھتے ہیں چہ جائیکہ کسی منکر اور مخالف کے پیچھے پڑھی ہو۔ اور اس کی دلیل آپ کا یہ فرمان ہے کہ ہم جمعہ کی طرف جاتے ہیں اور اسے چھوڑ کر ظہر پڑھتے ہیں آخر تک۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ علامہ عالم باللہ رح کے مذکور قول "نَحنُ الآنَ" الخ سے پہلے منہاج التقویم کی اتنی عبارت مولانا نے چھوڑ دی ہے "وَمَا نَقَلَ اَحَدٌ مِّن اَصحَابِہٖ اَنَّہٗ صَلّٰى خَلفَ اِمَامٍ ظَهَرَ اِنكَارُہٗ فَلَا تَقُومُ حُجَّةٌ عَلَينَا" یعنے حضرت مہدی علیہ السلام کے اصحاب میں سے کسی نے بھی یہ بیان نہیں کیا ہے کہ آپ نے جمعہ اور عید کی نماز منکر کے پیچھے پڑھی ہے۔ تو اے شیخ مبارک! تمہارا اعتراض ہم پر نہیں پڑ سکتا۔

اور اس کے چھوڑ دینے کا سبب ظاہر ہے کہ اس سے اس الزام کا بالکل قلع اور قمع ہو جاتا ہے جو جناب شاہ دلاور رضؓ کے محضرے میں حضرت لاڑشہ رضؓ کے سر تھوپا گیا ہے۔ اور پھر مولانا کا وہ قول بھی باطل اور رد ہو جاتا ہے جو آگے آتا ہے کہ "جب دو روایتیں متعارض ہوتی ہیں تو ساقط ہو جاتی ہیں اس صورت میں روایت منہاج سے کسی طرح کا استدلال درست نہیں ہے۔"

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ مولانا نے وہ عبارت بھی نہیں لکھی جو نقل "قَالَ المَهدِيُّ فَنَذهَبُ" الخ کے ختم ہوئے بعد منہاج التقویم میں موجود ہے کہ "وَمَنقُولَاتُ المَهدِيِّ فِي هٰذَا البَابِ اَكثَرُ مِن اَن تُحصٰى" یعنے اس باب میں حضرت مہدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی بیشمار نقلیں ہیں۔ اور اس کے ترک کر دینے کا سبب بھی وہی ہے جو مذکور ہوا کہ اس سے حضرت لاڑشہ رضؓ کی روایت اور بھی قوی ہو جاتی ہے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ جب مولانا کے پاس صحابی ہی کا قول حجت نہیں ہے تو تابعی کا قول کیسے حجت ہوگا۔ اور خصوصاً ایسے قول مہدی کو رد کرنے کے لئے جو روایت مرفوعہ سے ثابت ہوا اور اجماع صحابہ وغیرہ دیگر روایات صحیحہ بھی اُس کی تائید کرتی ہوں اُسے معارضۃً پیش کرنا کیونکر جائز ہوگا۔ افسوس! مولانا کو نہ تو اپنی وہ تحریر یاد آئی جو ۸ رجمادی الاولے ۱۳۲۶ھ کے جواب میں درج ہے کہ "اگر کسی نے اُن کو معارضۃً پیش کیا تو وہ جاہل وہ گمراہ ہے۔"

اور نہ ہی اُس ارشاد کا خیال آیا جو آگے اسی سوال کے جواب کے آخر میں آتا ہے کہ "مومن کی یہ شان ہے کہ جو امر

کتاب اللہ وسنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وروایات صحیحۂ مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام واجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہوجائے اُس پر اعتقاد رکھے اور اُسی پر عمل کرے اور اُس کے مقابلے میں قول صحابہ وتابعین وتبع تابعین کو پیش کرنا بے ادبی اور گستاخی ہے" ورنہ ایسی بحث ہرگز نہ کرتے۔

غرض مولانا نے میرے تیرہویں سوال کے جواب میں روایت مذکورہ سے چار امر نکال کر جو بحث فرمائی ہے اُن میں سے پہلے امر پر کی ہوئی بحث کا یہ مختصر اور ضروری جواب ہے۔ اور حضرت بندگی میاں شاہ ولاور رضؓ کے محضرے کا حال تو بکرّات ومرات اجمالاً وتفصیلاً معلوم ہی ہوچکا ہے جس کو مولانا بار بار پیش کیا کرتے ہیں۔

دوسرے امر پر فرمائی ہوئی بحث کا جواب یہ ہے کہ جمعہ کا شعار اسلام سے ہونا شوکت اسلامی کے اظہار پر موقوف ہے اس لئے کہ اُس کی علتِ غائی یہی ہے۔ اور شوکت اسلامی کا اظہار مسلمانوں کے ایک ہی جگہ پر بکثرت جمع ہونے پر موقوف ہے تو دراصل اَلسَّعْیُ اِلَی الْجُمُعَہ یعنے جمعہ کے روز جمعہ کی طرف جانا اور مسلمانوں کے مجمع میں شریک ہونا ہی شعار اسلام ہوگا نہ کہ صرف نماز پڑھ لینا۔ اور اگر محض نماز پڑھ لینا ہی شعارِ اسلام ہوتا تو جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے مکۂ معظمہ میں ضرور جمعہ کی نماز پڑھتے اور اِس شعار اسلام کے ادا فرمانے سے ہرگز باز نہ رہتے اور جب باوجود جمعہ فرض ہوجانے کے آپ نے دوسری نمازوں کی طرح اس کو پوشیدہ ادا نہ فرمایا تو ثابت ہوا کہ اسکا شعار اظہار ہی ہے چنانچہ ابن حجر مکی تحفۃ المحتاج شرح المنہاج میں لکھتے ہیں" فُرِضَتْ بِمَکَّۃَ وَلَمْ یُقِمْ بِھَا لِفَقْدِ الْعَدَدِ اَوْ لِاَنَّ شِعَارَھَا الْاِظْھَارُ وَکَانَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مُسْتَخْفِیًا بِھَا" یعنے جمعہ مکہ ہی میں فرض ہوچکا تھا مگر آپ نے اُسے وہاں اس لئے ادا نہیں فرمایا کہ وہاں پر اتنی تعداد نہیں تھی یا یہ کہ جمعہ کا شعار اظہار ہے اور آپ وہاں پر چھپے ہوئے رہتے تھے۔ (یعنے پنجگانہ نماز خفیہ پڑھا کرتے تھے) یہ بیان اول بھی آچکا ہے۔

اور فرمان الٰہی فَاسْعَوْا سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کیونکہ فرماتا ہے کہ جمعہ کی طرف جانے میں جلدی کرو کہیں ایسا نہو کہ تمہارے جانے سے پہلے مسلمانوں کا مجمع منتشر ہوجائے۔ اور اسی وجہ سے اس نماز کی قضا بھی نہیں ہے یعنے اگر کوئی شخص ایسے وقت پر جامع مسجد میں پہنچے کہ جمعہ کی جماعت اُس کے ہاتھ نہ آئے تو اس پر نماز جمعہ کی قضا لازم نہیں آتی بلکہ اس کے ذمے ظہر کا فرض ہی واجب الادا ہوتا ہے۔ اور اُس کو اختیار ہوگا کہ چاہے تو اپنے اس واجب الادا فرض کو وہیں یعنے جامع مسجد ہی میں ادا کرلے یا مکان پر آکر پڑھے۔

الغرض اس شعار اسلامی سے سیکدوشی حاصل کرنے کے لئے جامع مسجد کی طرف جانا ضروریات سے ہے عام از ینکہ نماز پڑھی جائے یا نہ پڑھی جائے۔

یہ تقریر تو اُس صورت میں ہے کہ تمام شرطیں موجود اور جمعہ کی فرضیت ثابت ہو۔ اور اگر یہ دونوں باتیں مفقود ہوں جیسا کہ روایت مذکورہ سے ثابت ہے اور مولانا کو بھی اس سے انکار نہیں ہے چنانچہ میرے چھٹے سوال کے جواب میں

تحریر فرماتے ہیں کہ "وہ آپ ہمیشہ حالت سفر میں رہتے تھے" اور پھر اس سوال کے جواب میں جہاں شرائط کا بیان
کیا ہے وہاں "اقامت" کی شرط لکھکر ثابت کرتے ہیں کہ مسافر پر جمعہ فرض نہیں ہے تو پھر اس تقریر کی ضرورت
نہیں رہتی کیونکہ اس صورت میں جمعہ کے روز جناب سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فقط تبلیغ کیواسطے
جامع مسجد جانے اور جمعہ چھوڑکر ظہر پڑھنے میں کوئی محال اور استبعاد لازم نہیں آتا۔ بہرحال آپ کا یہ فعل شرعاً اسلام
کے خلاف اور قابل اعتراض ہرگز نہیں ہے۔ بایں ہمہ آپ کا نماز ظہر کو جامع مسجد ہی میں ادا فرمانا روایت مذکورہ سے
ثابت نہیں ہوتا لہٰذا مولانا نے اس کے متعلق جو خامہ فرسائی فرمائی ہے وہ عبث ہے۔ اسی طرح آپ کا اس روایت کو
غریب فرمانا بھی اسے کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ غرابت صحت کے منافی نہیں ہے۔ حدیث کی کتابوں میں اکثر جگہ آتا
ہے کہ "هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ غَرِيْبٌ" اور "هٰذَا صَحِيْحٌ غَرِيْبٌ" جس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت
غریب صحیح کی قسم سے ہے نہ کہ روایات ضعیفہ کے اقسام سے۔ باوجود اسکے روایت مذکورہ سرے سے غریب ہی نہیں ہے
بلکہ مشہور ہے جیسا کہ حضرت عالم باللہ رحمہ اللہ کے مذکورہ بالا قول "وَمَنْقُوْلَاتُ الْمَهْدِيِّ فِيْ هٰذَا الْبَابِ
اَكْثَرُ مِنْ اَنْ تُحْصٰى" سے ظاہر ہے جس کا ترجمہ اوپر گذر چکا ہے۔ باقی باتیں جو اس بحث میں اور نیز تیسرے امر کی
بحث میں لکھی گئی ہیں اُن کا جواب مولوی سید حسین صاحب کی تحریر کے جواب میں جو ابھی گذرا ہے ملاحظہ ہو۔

چوتھے امر میں مولانا کا "وَعُلَمَاءُ بِلَادِنَا اَفْتَوْا بِفَوَاتِ شَرَائِطِ الْجُمُعَةِ مُذْ مِائَتَيْ سَنَةٍ"
کو علامہ عالم باللہ رحمہ اللہ کا قول سمجھکر یہ لکھنا کہ "میاں عالم باللہ کے شہروں کے علما کا یہ فتویٰ دینا کہ دو سو برس سے
جمعہ کی شرائط فوت ہوگئی ہیں" ایک عجیب بات ہے جو کسی طرح سمجھ میں نہیں آتی کہ آپ نے یہ کہاں سے سمجھ لیا ہے
حالانکہ یہ بھی "قَالَ الْمَهْدِيُّ" ہی کے تحت میں ہے اور پھر کوئی ایسا قرینہ بھی نہیں ہے جس سے روایت مذکورہ
کی عبارت کے دو حصے ہو سکیں تاکہ اگلا حصہ قول مہدی اور پچھلا حصہ قول میاں عالم باللہ سمجھا جا سکے یا آنکہ
"المختصر" میں یہ بھی حضرت مہدی علیہ السلام ہی کا قول اور روایت مذکورہ کا جزو مانا گیا ہے گو "الجمعۃ"
میں اپنے لئے مضر جانکر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اور اس کے امام آخرالزماں ہی کا قول ہونے اور حضرت عالم باللہ کا نہونے
پر یہ واضح دلیل ہو کہ حضرت موصوف اس کو "سَمِعْتُ هٰذَا النَّقْلَ مِنْ مِيَانْ لَادْشَه" کے پہلے لکھتے ہیں۔
اور اگر ایسا نہوتا تو اس کے بعد لکھتے۔

اب رہی وہ بحث جو مولانا نے اسی چوتھے امر میں فرمائی ہے تو اُس کا حال بندے کے بیانات سابقہ سے
بخوبی روشن ہے۔

یہاں سے بندہ پھر اپنے پہلے بیان کی طرف رجوع کرکے عرض کرتا ہے کہ چونکہ حدیث جابر رضؓ جس سے مسلمان بادشاہ
کا حاکم از ینکہ وہ عادل ہو یا ظالم شرط ہونا بالتصریح ثابت ہوتا ہے حضرات اہل جمعہ کی مانی ہوئی ہے لہٰذا ہم اس شرط کے

ثبوت میں اسی پر اکتفا کرتے ہیں ورنہ دلائل کا سرمایہ جو ہمارے پاس ہے ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔

آخر میں ہم اِن دونوں معرکتہ الآرا شرطوں کے متعلق امام عبدالوہاب شعرانی کی محقق رائے لکھتے ہیں جو حنفی نہیں ہیں تا معلوم ہوجائے کہ یہ شرطیں بے اصل نہیں ہیں اور اِن کے ماننے میں حنفیہ بالکل حق بجانب ہیں۔

میزان شعرانی میں امام موصوف فرماتے ہیں کہ "وَمِنْ ذَالِكَ قَوْلُ الْاَئِمَّةِ الثَّلٰثَةِ اَنَّ الْجُمُعَةَ تَصِحُّ اِقَامَتُهَا بِغَيْرِ اِذْنِ السُّلْطَانِ وَلٰكِنَّ الْمُسْتَحَبَّ اِسْتِيْذَانُهٗ مَعَ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رح لَا تَنْعَقِدُ اِلَّا بِاِذْنِهٖ فَالْاَوَّلُ مُخَفَّفٌ وَالثَّانِىْ مُشَدَّدٌ وَوَجْهُ الْاَوَّلِ اِجْرَاؤُهَا مُجْرٰى بَقِيَّةِ الصَّلٰوٰتِ الَّتِىْ اَمَرَنَا بِهَا الشَّارِعُ بِالْاِذْنِ الْعَامِّ وَوَجْهُ الثَّانِىْ اَنَّ مَنْصَبَ الْاِمَامَةِ فِى الْجُمُعَةِ خَاصٌّ بِالْاِمَامِ الْاَعْظَمِ فِى الْاَصْلِ فَكَانَ لَهَا مَزِيْدُ خُصُوْصِيَّةٍ عَلٰى بَقِيَّةِ الصَّلٰوٰتِ وَكَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اِسْتِيْذَانُهٗ وَمِنْ هٰهُنَا مَنَعَ الْعُلَمَاءُ تَعَدُّدَ الْجُمُعَةِ بِغَيْرِ حَاجَةٍ لِمَا سَيَأْتِىْ بَيَانُهٗ قَرِيْبًا وَمِنْ ذٰلِكَ قَوْلُ الشَّافِعِىِّ لَا تَصِحُّ الْجُمُعَةُ اِلَّا فِىْ قَرْيَةٍ اِتَّصَلَتْ بُيُوْتُهَا وَلَهَا مَسْجِدٌ وَّسُوْقٌ مَعَ قَوْلِ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رح اَنَّ الْجُمُعَةَ لَا تَصِحُّ اِلَّا فِىْ مِصْرٍ جَامِعٍ لَهُمْ سُلْطَانٌ وَوَجْهُ الْاَوَّلِ الْاِتِّبَاعُ وَكَذَالِكَ الثَّانِىْ فَلَمْ يَبْلُغْنَا اَنَّ الصَّحَابَةَ اَقَامُوا الْجُمُعَةَ اِلَّا فِىْ بَلَدٍ اَوْ قَرْيَةٍ دُوْنَ الْبَرِّيَّةِ وَالسَّفَرِ وَاعْتِقَادُنَا اَنَّ الْاِمَامَ مَالِكًا وَّ اَبَا حَنِيْفَةَ رح مَا شَرَطَا الْمَسْجِدَ وَالسُّوْقَ وَالدُّوْرَ وَالسُّلْطَانَ اِلَّا بِدَلِيْلٍ وَّجَدَاهُ فِىْ ذَالِكَ"

یعنے اِسی وجہ سے کہ (جمعہ مشروط اور مقید بالشرائط ہے اور اس کے واسطے مکان مخصوص کا ہونا ضروری ہے) تینوں اماموں کا قول یہ ہے کہ گو جمعہ بغیر حکم سلطان کے قائم ہوسکتا ہے مگر اُس کا حکم لے لینا مستحب ہے اس کے ساتھ امام ابوحنیفہ رح کا قول ہے کہ بغیر اذنِ سلطان کے جمعہ نہیں ہوسکتا۔ پہلے قول میں آسانی ہے اور دوسرے میں سختی ہے۔ اول کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کو باقی نمازوں پر قیاس کرلیا جس کا حکم شارع علیہ السلام نے ہمیں عام طور پر دیدیا ہے اور دوسرے قول کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ میں امامت کا منصب دراصل امام اعظم (سلطان) کے ساتھ خاص ہے تو اس کو باقی نمازوں پر زیادہ خصوصیت حاصل ہے اور (اس کے واسطے) سلطان کا حکم لینا واجب ہے۔ اور اسی سبب سے بلاضرورت تعددِ جمعہ کو علماء نے منع کیا ہے جیسا کہ اُس کا بیان عنقریب آتا ہے اور اسی وجہ سے امام شافعی رح کا یہ قول ہے کہ جمعہ ایسی بستی کے سوائے کہ جس کے مکانات ملے ہوئے ہوں اور اُس میں مسجد اور بازار بھی ہو (دوسری جگہ) جائز نہیں ہے ساتھ ہی امام ابوحنیفہ رح کا بھی قول ہے کہ جمعہ بدون ایسے مصرِ جامع کے جس کے رہنے والوں کا کوئی سلطان بھی ہو درست نہیں ہے۔ پہلے قول کی وجہ اتباع (شارع علیہ السلام کی پیروی) ہے اور دوسرے قول کی وجہ بھی یہی ہے کیونکہ ہم کو یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جمعہ کو شہر اور قریہ کے سوائے جنگل میں اور سفر میں بھی قائم کیا ہو

اور ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ نے جو مسجد اور بازار اور گھروں اور سلطان کی شرطیں لگائی ہیں وہ بغیر کسی ایسی دلیل کے کہ جو انہوں نے پائی ہو نہیں لگائیں۔

میزان شعرانی کی عبارت کا ترجمہ پورا ہوا۔

یہاں اس شبہہ کا جواب دیدینا بھی مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب سلطان مسلم کی علت غائی یہ ہے کہ امن قائم ہے اور یہ بات اب بھی حاصل ہے تو شرط متحقق ہوگئی یا اس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگر اسی طرح شریعت کے ہر حکم کی علت نکال کر اس کو اصل قرار دیا جائیگا تو تمام احکام شرعیہ سے دست بردار ہونا پڑے گا مثلاً کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ جب قصر کی علت مسافر کی آسانی ہے اور ریل گاڑی نے ضرورت سے زیادہ آسانیاں کر دی ہیں تو اب مسافر کو قصر پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ یا یہ کہ جب نماز کی علت خدا کی یاد اور اس کا قرب ہے اور میں الگ بیٹھکر یا اور کام کرتے وقت بھی خدا کو دل سے یاد کرتا ہوں تو میرے لئے نماز کذائی کی ضرورت نہیں کیونکہ میں ہمیشہ نماز ہی میں ہوں یا یہ کہ جب تمام عبادات کی علت حصول ثواب ہے اور ثواب جس قدر بھی ملے تھوڑا ہے تو عبادات کا ہر وقت اور ہر حالت میں بجالانا موجب ثواب ہے حتیٰ کہ عید کے دن روزہ رکھنا اور طلوع وغروب کے وقت نماز پڑھنا یا بے طہارت و بے وضو نماز پڑھنا بھی باعث اجر و ثواب ہے اور اس کے لئے وقت اور طہارت اور وضو کی پابندی کی کوئی ضرورت نہیں ہے وَقِسْ عَلٰی هٰذَا۔ یعنے اسی پر باقی سب احکام کو قیاس کر لو۔ پس ثابت ہوا کہ یہ شبہہ باطل ہے اور صحت جمعہ کے لئے سلطان مسلم کا ہونا ضروری ہے۔

واضح ہو کہ جمیع طاعات اور عبادات کی قبولیت کا مدار خدا اور اسکے رسول کی حکم برداری پر ہے۔ جو عبادت اور بندگی کہ اسکے خلاف ہو وہ مردود ہے۔ چاہے وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو چنانچہ اول بھی اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ پس مومن کا فرض ہے کہ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ پر کاربند ہو یعنے ہر حال اور ہر امر میں خدا و رسول کے حکم کی اتباع کرے اس کے باہر ہرگز نہ جائے اور اس میں اپنی رائے وعقل کو دخل نہ دے۔

جب ایک ادنیٰ مومن کی یہ شان ہے تو اس پاک اور مقدس ہستی کی کیا شان ہونی چاہئیے جو اس باب میں تابع تام ہونے کا دعوی کرتی ہو۔ کیا اس کے لئے یہ محال نہیں ہے کہ جس نماز کو اس کے متبوع نے مشروط فرمایا ہے اسے یہ غیر مشروط قرار دے اور جس حالت میں اس کے متبوع نے جو نماز نہیں پڑھی ہے اس حالت میں بھی یہ اس کو پڑھا کرے یہ محال ہے اور ضرور محال ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ ۔ اے خدا! تو ہمیں حق کو حق کرکے دکھلا اور اس کی پیروی نصیب کر اور ناحق کو ناحق کرکے بتلا اور اس سے بچنے کی توفیق دے آمین۔

خدا کا شکر ہے کہ جو دو شرطیں معرکۃ الآرا تھیں ان کی تحقیق سے باحسن وجود فراغت ہوئی۔

(۳) ادا کی شرطوں میں سے **تیسری شرط وقت ہے** یعنے جمعہ کا ظہر ہی کے وقت میں ادا کرنا درست وصحیح ہے۔

اُس کے پہلے یا اُس کے بعد جائز نہیں ہے۔

(۴) چوتھی شرط خطبہ ہے۔

(۵) پانچویں شرط جماعت ہے۔

چونکہ یہ تینوں شرطیں حضرات اہل جمعہ کی مانی ہوئی ہیں ان کے دلائل لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ اس قدر عرض کر دینا ضروری ہے کہ اُن کا ان شرطوں کو بلا حجت مان لینا اور باقی کی تین شرطوں کے ماننے میں چون وچرا کرنا بے دلیل ہے۔ اس لئے کہ اگر اُن کے خیال میں وہ تینوں آیت قرآنی سے ثابت نہیں ہیں تو پھر یہ تینوں بھی اُس سے کہاں ثابت ہیں۔ یہ کون کہہ سکتا ہے کہ فقط جمعہ کی آیت ہی سے جمعہ کے لئے ظہر کا وقت ثابت ہوتا ہے اور اُس کے سوا اور وقتوں میں اسکا پڑھنا نادرست ہے۔ اگر صرف آیت ہی پر دارو مدار ہے تو اُن کو چاہیئے کہ کبھی تو جمعہ کے روز آفتاب کے نکلتے ہی فوراً جمعہ پڑھ لیں۔ اور کبھی اس کے بعد زوال سے پہلے اور کبھی زوال کے پیچھے۔ کبھی عصر کے وقت غرض طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک سب دن میں جب چاہیں تب جمعہ ادا کر لیا کریں کیونکہ آیت میں جو "مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ" آیا ہے وہ تمام دن کو شامل ہے۔ اسی طرح خطبہ بھی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اسمیں تو "فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ" فرمایا گیا ہے یعنے اللہ کی یاد کی طرف دوڑو۔ اور ذکر اللہ کے معنے خطبہ یا نماز کرنا لغت کے خلاف ہے پھر اُنہوں نے ایک کے بدلے دو دو خطبے کہاں سے مقرر کر لئے۔ اُن کو تو لازم ہے کہ مسجد میں جاکر فقط اللہ اللہ کیا کریں نہ نماز پڑھیں اور نہ خطبہ۔ اور اگر نماز پڑھیں بھی تو اُسکی رکعات کی تعداد مقرر کئے بغیر پڑھیں یعنے کبھی تو ایک ہی رکعت پڑھکر بس کریں اور کبھی اُس سے زیادہ بھی یعنے دو یا تین یا چار یا پانچ یا چھ وغیرہ جس قدر جی چاہے پڑھ لیا کریں اس لئے کہ "لِلصَّلٰوۃِ" جو آیت میں آیا ہے اُس سے رکعات کی گنتی معلوم نہیں ہو سکتی علی ہذا اُس سے اس نماز کو جماعت سے پڑھنا بھی ثابت نہیں ہوتا ہے تو چاہیئے کہ بغیر جماعت کے فرادیٰ فرادیٰ پڑھا کریں۔ دو ہی رکعت مقرر کرکے با جماعت پڑھنا کہاں سے لائے اور یہی تقریر پہلے خطبہ پڑھنے اور پھر نماز پڑھنے میں بھی ہوگی۔ پس جبکہ اُنکے خیال کے مطابق جو بات یہاں ہے وہی وہاں بھی ہے تو اُن کا بعض شرطوں کو ماننا اور بعض کو نہ ماننا بے دلیل اور نُؤۡمِنُ بِبَعۡضٍ وَّنَکۡفُرُ بِبَعۡضٍ کا مضمون نہیں تو اور کیا ہے؟

(۶) چھٹی شرط اذن عام ہے یعنے مسجد میں آنے کا سب کو اختیار حاصل ہو اور عام اجازت ہو کسی کی تخصیص نہو ورنہ جمعہ جائز نہوگا۔ اور یہ شرط اس لئے ہے کہ خدا تعالےٰ کا فرمان "اِذَا نُوۡدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنۡ یَّوۡمِ الۡجُمُعَۃِ فَاسۡعَوۡا اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ وَذَرُوا الۡبَیۡعَ" اس بات کی خبر دیتا ہے کہ یہ ندا (اذان) بطور اشتہار کے ہو یعنے اُن ہی لوگوں کے واسطے نہو جو جامع مسجد میں روزانہ پنجوقتہ نماز پڑھا کرتے ہوں بلکہ اُن کے لئے بھی اور نیز شہر کی دیگر مساجد میں پانچ وقت کی نماز ادا کرنے والوں وغیرہم کے لئے بھی سب کے واسطے عام ہو اس لئے کہ جمعہ جامع الجماعات ہے یعنے شہر بھر میں

ہونے والی تمام جماعتوں کو ایک جگہ اکٹھی کرنے والا۔ اور جامع مسجد کے معنے بھی یہی ہیں۔ تو سب کو وہیں جانا چاہیئے جہاں کی دعوت اور بلاوا ہے یعنے جامع مسجد میں اور جگہ نہیں۔

الغرض اذنِ عام صحت جمعہ کے لئے ایک علیحدہ اور مستقل شرط ہے جو اجماعِ امت سے ثابت ہے۔ اور مولانا شمسی صاحب و مولوی سید حسین صاحب نے جو اس کے ذکر کرنے میں خلط مبحث کیا ہے وہ ناظرین کرام پر مخفی نہ ہوگا۔ ان کا بیان کچھ ایسا مخلوط ہے کہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ دونوں حضرات اسی شرط کو بیان کر رہے ہیں یا شرطِ سلطان و اذنِ سلطان کو۔ بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک اذنِ عام اور اذنِ سلطان ایک ہی شے ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے جیسا کہ ابھی ذکر ہوا کہ اذنِ عام ایک الگ شرط ہے۔ کسی دوسری شرط میں داخل نہیں ہے۔ اور اذنِ عام و اذنِ سلطان میں اس مثال سے اچھی طرح فرق ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر اذنِ سلطان کے بعد دروازہ بند کر کے نماز پڑھ لی جائیگی تو اس صورت میں گو کہ اذنِ سلطان موجود ہے مگر اذنِ عام مفقود ہونے کی وجہ سے جمعہ ادا نہیں ہوگا۔ باقی جو کچھ ان حضرات نے اس جگہ لکھا ہے اس کا ابطال شرطِ سلطان کے بیان میں حدیث جابر رضہ وغیرہ سے ظاہر ہے تاہم یہاں بھی اس قدر عرض کر دینا بیجا نہ ہوگا کہ مسلمانوں کو اپنے افراد میں سے کسی کو بالاتفاق امام بنا کر نماز جمعہ ادا کر لینا اس وقت جائز ہوگا کہ جب اسلامی حکومت قائم ہو اور کسی وجہ سے سلطان کا حکم لینا متعذر ہو جیسا کہ حضرت عثمان رضہ کے محاصرے کے وقت تھا کہ اس وقت اسلامی حکومت برابر قائم تھی فقط سلطان محصور ہو گیا تھا اور اس کی جگہ پر دوسرا سلطان مقرر بھی ہو سکتا تھا۔ بخلاف ہندوستان کے کہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ پس ہندوستان کی حالت کو اس وقت کی حالت پر قیاس کرنا ناجائز اور قیاس مع الفارق ہے۔ شرائط کا بیان پورا ہوا۔

اگرچہ ان وجوب و ادا کی بارہ شرطوں کے علاوہ اور بھی کئی شرطیں اور عذر ہیں کہ جن کی وجہ سے جمعہ ساقط ہو جاتا ہے مثلاً کثرت بارش۔ موت پدر۔ مریض خاص کی خدمت اگر وہ موت کی حالت میں ہو۔ بڑھاپے کی زیادتی وغیرہ وغیرہ جو کتب حدیث میں مذکور ہیں مگر ہم نے وہی شرطیں لکھی ہیں جن کا بیان فقہ کی متداولہ کتابوں میں آیا ہے۔

بہر حال اہل انصاف پر ظاہر ہے کہ یہ شرطیں اقوال مجتہدین کے قطع نظر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عمل مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور دورِ نبوت و دورِ ولایت کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع سے ثابت ہونے کے سبب قیامِ جمعہ کے لئے فقط مستحسن ہی نہیں بلکہ واجب اور ضروری ہیں جن کے بتمام و کمال موجود ہونے سے جمعہ قطعاً و یقیناً فرض ہو جاتا ہے اور اس کا منکر کافر ہے۔ اور ان کے فوت ہونے سے جمعہ کی فرضیت ساقط اور ظہر کا ادا کرنا واجب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ "اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ" مسلم ہے یعنے یہ مانی ہوئی بات ہے کہ شرط کے فوت ہونے سے مشروط بھی فوت ہو جاتا ہے۔

اور شرائط مذکورہ سے انکار کرنا اور جمعہ کو بلا شرط فرض کہنا اسی شخص کا کام ہے جو سنت اور اتباع خاتمین علیہما الصلوٰۃ

والتسلیمات اور ہر دو زمانے کے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے اجماع کا منکر ہو۔ اور یہ بات بھی محتاج بیان نہیں ہے کہ کثرتِ شرائط کے باعث جمعہ کی وہ تاکید نہیں رہتی جو نماز پنجگانہ کی ہے اِس لئے کہ نماز پنجگانہ کی فرضیت ہر فرد۔ ہر وقت۔ ہر جگہ اور ہر حالت کو عام و شامل ہے حتیٰ کہ اگر کسی وجہ سے اُس کے وقت میں ادا نہ کیجائے تو بعد میں اُسکی قضا بھی پڑھنی پڑتی ہے اور جمعہ کی فرضیت ایسی نہیں ہے اور نہ ہی اُس کی قضا ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ پس فقہا کا قول ”وَھُوَ آکَدُ مِنَ الظُّھرِ“ اُس وقت کے متعلق ہوگا جبکہ تمام شرطیں پائیجائیں۔ تعجب ہے کہ مولانا اور مولوی سید حسین صاحب وغیرہ حضرات اہل جمعہ فقہا کے قول سے احتراز بھی کرتے جاتے ہیں اور پھر مطلب کے وقت اُسے بے تامل مانتے بھی جاتے ہیں۔

یہاں اِس شبہے کا جواب دیدینا بھی غالباً نامناسب نہوگا کہ ہر نماز کے لئے سترِ عورت شرط ہے۔ تو جس طرح کپڑے نہونے کی حالت میں نماز برہنہ ادا کی جاتی ہے اور ترک نہیں کیجاتی اُسی طرح شرائط کی عدم موجودگی میں جمعہ بھی پڑھ لینا چاہیے اور ترک نہیں کرنا چاہیے۔

الجواب۔ یہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ سترِ عورت نہونے کی صورت میں اُس کا کوئی خلیفہ نہیں ہے اس لئے برہنہ جائز ہے تاہم بیٹھکر کھڑے نہیں۔ بخلاف جمعہ کے کہ اُس کی شرطیں متحقق نہونے کی صورت میں اُس کا خلیفہ ظہر موجود ہے لہذا اُس کا پڑھنا ناجائز اور ظہر کا ادا کرنا واجب ہوگا۔

مقامی مناسبت سے یہاں وہ مثل بھی قابل ذکر ہے جو جناب سید ولی صاحب نے جمعہ نہیں پڑھنے والوں کے واقعی بیان کو شبہے کی صورت میں ظاہر کرکے ”الجمعہ“ کے صفحہ ۲۰ میں ”خاتمہ“ کے نیچے بطور جواب کے لکھی ہے بیان یہ ہے ”ہم نے اپنے بزرگوں کو جمعہ پڑھتے نہیں دیکھا اِس واسطے ہم بھی نہیں پڑھتے“

اب مثل سنئے ”قطب شمالی میں ایک ایسا مقام (بلغار) ہے کہ آفتاب ڈوبا شفق باقی کی باقی پھر طلوع ہو گیا وہاں کے باشندوں پر کوئی دنوں مدت تک نہ رات آتی ہے نہ عشا آتی ہے جب اسطرف کو آجاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ ہمارے کسی بزرگ نے عشا نہیں پڑھا۔ ہم نہیں پڑھتے۔ ہر شخص کہ جس کو خدا نے ذرا سی بھی عقل دیا ہے سمجھ سکتا ہے کہ عشا کا وقت رات کا ہے جب رات ہی نہ آوے عشا کیونکر آویگی“ سید صاحب نے یہ مثل اپنے موافق سمجھکر لکھی ہے لیکن ظاہر ہے کہ اگر وہ ذرہ بھی عقل سے کام لیتے تو اس کو ہرگز نہ لکھتے کیونکہ اس سے تو صاف تارکین جمعہ ہی کا مطلب ثابت ہوتا ہے کہ عشا اپنے وقت میں فرض ہے۔ اور جب اُس کا وقت ہی نہ آئے جو اس کے لئے شرط ہے تو نہ تو وہ فرض ہوگی اور نہ ہی اُس کا ادا کرنا جائز ہوگا۔ پس اہل بلغار اپنے قول میں سچے اور ترکِ عشا میں حق بجانب ہیں جیسے تارکین جمعہ اپنے بیان میں سچے اور ترکِ جمعہ میں حق پر ہیں کیونکہ یہاں بھی وہی بات ہے کہ شرطیں فوت ہونے کی وجہ سے جمعہ نہ تو فرض ہے اور نہ ہی اس کا پڑھنا صحیح و درست ہے۔

سید صاحب کی تحریر سے پایا جاتا ہے کہ شاید اہل بلغار اس طرف آنے کے بعد بھی عشا نہ پڑہتے ہوں مگر یہ بات خلاف واقع ہے۔ یہ ہرگز نہیں ہوسکتا ہے کہ شرط موجود ہونے پر بھی وہ اس خدائی فرض کے ادا کرنے سے باز رہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک وہ اِدہر رہتے ہیں تب تک عشا برابر پڑہتے رہتے ہیں مگر یہاں کے لوگوں کو کہدیتے ہیں کہ یہ نماز ہم اپنے ملک میں نہیں پڑہتے اِس لئے کہ وہاں اِس کا وقت ہی نہیں ملتا۔ اور کتب فقہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ بلغار میں عشا کا وقت نہیں آتا لہٰذا وہاں چار ہی وقت کی نماز فرض ہے۔

اور سید صاحب کی یہ تحریر کہ "ہمارے وہ بزرگ جو دنیا سے متنفر تھے اکثر جنگلوں کی جھونپڑیوں میں بہت کرکے بناس پتی پر گذر اوقات کرتے تھے۔ وہ بھی آج یہاں رہے توکل دہاں۔ انکو نہ شہریت نصیب تھی نہ بڑی آبادی جو جمعہ کا اور اُس کی جماعت کا انتظام کرتے" صاف اس بات کا اقرار ہے کہ ہمارے اُن مقدس بزرگوں نے جمعہ کی نماز نہیں پڑہی اور اس سے پانچ باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) یہ کہ جمعہ مشروط اور مقید بالشرائط ہے۔

(۲) سید صاحب کا اور مولوی سید حسین صاحب وغیرہ کا نماز جمعہ کو بلا شرط فرض لکھدینا غلط ہے۔

(۳) بزرگانِ سلف کے نماز جمعہ پڑہنے کے متعلق جس قدر روایتیں کہ اِن حضرات نے اپنے اپنے رسالوں اور تحریروں میں لکھی ہیں سب بے اصل ہیں۔

(۴) اِس وقت جو جمعہ کی نماز پڑہی جارہی ہے اُسکی وجہ دنیا طلبی ہے۔

(۵) ہم اپنے بزرگوں کی پیروی پر نہیں ہیں۔

اسی طرح سید صاحب کا یہ لکھنا بھی کہ "باوجود اِس کے وہ لوگ شریعت کے کیسے پابند تھے کہ اپنے قیام گاہ سے کوسوں پیادہ پا جا جاکر جمعہ اور عید پڑہتے تھے" اپنے اسلاف کی پیروی پر نہونے کے متعلق دوسرا اعتراف ہے کہ وہ بابرکت ہستیاں تو اس شعائر اسلامی کے ادا کرنے کے لئے اس قدر مسافت طے کیا کرتی تھیں اور ہمیں اپنے شہر کی جامع مسجد میں جانا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔ یا یہ کہ وہاں جانے میں جس غرض سے ہم نے جمعہ پڑہنا شروع کیا ہے وہ غرض فوت ہوجاتی ہے۔ معہذا یہ تحریر اگلی تحریر سے متعارض بھی ہے کیونکہ اُس سے بزرگوں کا جمعہ نہیں پڑہنا اور اس سے پڑھنا ثابت ہوتا ہے۔ اور تاوقتیکہ اُن اسلاف کرام کا فقط تبلیغ کے لئے جامع مسجد اور عیدگاہ جانا تسلیم نکیا جائے یہ تعارض اٹھ نہیں سکتا۔

اب رہا وہ کلام جو تقلید کی نسبت سید صاحب نے اسی جگہ "ضمیمہ" کے صفحہ ۴۲ تک اور مولوی سید حسین صاحب نے المختصر میں صفحہ ۴۶ سے صفحہ ۴۹ تک اور مولانا شمسی صاحب نے بھی میرے سوالات کے جوابات میں متفرق طور پر کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں اپنا عمل کتاب و سنت اور عمل مہدی اور ورد نبوت و ورد ولایت کے صحابہ وغیرہم رض کے اجماع کے موافق رکھنا چاہئے۔ عام ازینکہ ہمارے باپ دادا اور مرشدوں کا عمل ایسا ہو یا نہو۔ تو اُس کے واسطے مختصراً

گزارش ہے کہ اس بنا پر آپ حضرات کو دو باتوں میں سے کوئی ایک اختیار کئے بغیر چارہ نہیں ہے۔

(۱) یا تو تمام بے موقع استدلالات اور کج بحثیاں چھوڑ کر بے چون وچرا نماز جمعہ کو مقید بالشرائط مان لیں اور اسی کے مطابق اپنا عمل رکھیں کیونکہ یہی کتاب و سنت اور قول و فعل مہدی عم اور ہر دو زمانے کے صحابہ وغیرہم رض کے اجماع کے موافق ہے جیسا کہ دلائل واضحہ اور براہین ساطعہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اور اپنے مقام پر اسکو ادا کرنا جو ایک اختراعی فعل ہے اور جس کو شروع ہوئے جیسا کہ "الجمعہ" کے صفحہ ۱۹ میں لکھا ہے ابھی پورے چالیس سال بھی نہیں ہوئے ہیں اور جس کا اصول مذکورہ کے خلاف ہونے کے علاوہ گروہ مقدسہ کی کتابوں میں کہیں بھی پتہ نہیں ملتا ترک کر دیں

(۲) یا آیت کریمہ[۵] "وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ" الخ کی وعید وغیرہ اُن سارے ناقابل بیان الزامات اور اتہامات کے (جو آپ حضرات نے تارکین جمعہ پر اپنی تحریروں میں عائد کئے ہیں) خود ہی مورد بننا گوارا فرمائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَىٰ

امیر الدین عفی عنہ

---

۵ یعنی راہ راست ظاہر ہوئے پیچھے جو رسول سے مخالفت کرے اور مومنین کی راہ کے خلاف چلے تو جدھر اس نے منہ کیا اسی طرف ہم اسکو پھیر دینگے اور دوزخ میں داخل کریں گے جو بری جگہ ہے الخ۔ ضمیمہ الجمعہ صہ ۲۱

مکالمہ

از جناب مولوی سید محمد حیات صاحب یداللّٰہی مؤلف "آئمہ اربعہ و مذہب مہدویہ" "تذکرہ مہدویہ" و "مہدی چودھویں صدی" وغیرہ۔

نقل مطابق اصل

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

میں بہ تاریخ ۱۸ رجب المرجب حضرت مرشدنا عیسیٰ میاں صاحب قبلہ کی خدمت میں تکمیل ترک دنیا کی غرض سے گیا ہوا تھا لیکن جب یہ معلوم ہوا کہ آپ حضرت مولانا مولوی شمسی صاحب کے مکان پر تشریف فرما ہیں تو میں خود وہاں گیا۔ حضرت اور حاضرین مجلس سے سلام علیک کر کے بیٹھ گیا۔ مولانا سے جو گفتگو ہوئی اُسکو میں یہاں ہدیۂ ناظرین کرنا نہیں چاہتا اس لئے کہ مولانا کی خدمت میں بے ادبی مناسب نہیں ہے۔ حضرت پیر و مرشد کو اس واقعہ کا بخوبی علم ہے۔ مولانا کی تقریر کے جو آخری فقرے تھے وہ مسئلۂ نماز جمعہ کی نسبت خاص تھے اس لئے اُن کا ذکر کرنا ضروری سمجھا گیا۔

علامہ نے فرمایا کہ آپ اُس روز جمعہ میں آئے تھے اور نماز جمعہ نہ پڑہکر ظہر ادا کر کے چلدیئے آپ کو معلوم ہے کہ جمعہ میں رہکر ظہر پڑھنا جائز نہیں؟

میں جواب میں۔ جی ہاں عرض کرتے ہوئے نقل حضرت مہدیؑ قَالَ الْمَهْدِیُّ نَذْهَبُ اِلَی الْجُمُعَةِ وَنَتْرُكُ الْجَمَاعَةَ وَنُصَلِّی الظُّهْرَ الخ (ملاحظہ ہو الجمعہ صفحہ ۱۶) پیش کرنے کو ہی تھا کہ مولانا نے مجھے غضب آلود نگاہوں سے دیکھکر اور گلے کی رگیں پھلا کر فرمایا۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔ جی ہاں۔ آپ یہاں سے تشریف لیجائیے میرے مکان سے باہر جائیے۔

میں نے عرض کیا کہ خداوند بہت اچھا۔ آداب عرض۔ اس پر علامہ بہت خفا ہوئے اور فرمایا۔ آداب اور سلام کی ضرورت نہیں۔ اسی وقت باہر تشریف لیجائیے میں وہاں سے چلتا ہوا عرض کیا کہ ترک اسلام و کلام کیا یہ علماء کی شان ہے؟ حضرت پیر و مرشد عیسیٰ میاں صاحب قبلہ نے بھی علامہ کو نہیں روکا اور نہ کوئی کلمۂ نصیحت کہا بلکہ انہیں کی تائید میں یہ اضافہ کیا کہ پہلے تو یہ خود نماز جمعہ پڑھتے تھے اب انہوں نے چھوڑدی ہے۔

ناظرین۔ اس مکالمہ سے ظاہر ہے کہ مولانا کی خفگی کا باعث محض یہ تھا کہ میں نے ایک دفعہ جمعہ میں حاضر ہوکر نماز ظہر ادا کی تھی۔

نماز جمعہ کا مسئلہ قوم میں سالہا سال تک معرکۃ الآرا رہا ہے اس کی نسبت رسالے و کتب شائع ہو چکے ہیں مختصر یہ ہے کہ مولانا کی اس مہذب تقریر کا اثر اور مرشدنا کا علامہ کے ہم خیال ہونا اور نماز ظہر کے ناجائز ہونے کا فتویٰ ان تمام امور نے مجھ پر کچھ ایسا اثر کیا کہ میں حضرت ممدوح کے ہاتھ پر ترک کرنے سے باز رہا۔

اگر میں آپ کے خلفاء کے حلقہ میں شریک ہوتا بھی تو میرے اور ان کے عمل میں یکسانیت نہ ہوتی اس لئے میں نے حضرت سیدن میاں صاحب عرف فقیر بڑے حضرت صاحب قبلہ اہل گھڑیال سکندر بیگم بازار کے ہاتھ پر ترک و توبہ سے بہرہ ور ہو کر علاقۂ صحبت کی درخواست اپنے خسر حضرت میاں سید یعقوب عرف روشن میاں صاحب قبلہ اہل کرگادل کی خدمت میں پیش کر دی ہے۔ کیونکہ حضرت کا سلسلہ بھی میرے خاندانی سلسلوں سے ملا ہوا ہے۔

واضح ہو کہ میں نے جب حضرت عیسیٰ میاں صاحب قبلہ سے حالت کسب میں علاقہ کیا تھا وہ محض اس وجہ سے تھا کہ حضرت نماز جمعہ کی شرائط کو تسلیم کرتے ہیں اور بوجہ فقدان شرائط نماز جمعہ کو شکی اور ظہر کو قطعی سمجھتے ہیں اور حضرت نے مجھ سے فرمایا بھی ہے کہ نماز جمعہ کے بعد چار رکعت احتیاط الظہر بالالتزام ادا کرتا ہوں اور میں نے آپ کو اس پر کاربند اور عامل بھی دیکھا ہے۔ اب پروفیسر علاحضرت شمسی صاحب سے نماز ظہر کے اعتراض کے جواب میں فتویٰ طلب کیا جاتا ہے کہ میرے خاندانی بعض حضرات عاملان جمعہ کے پاس نماز جمعہ بلا شرط فرض مطلق ہے ملاحظہ ہو المختصر المفید مؤلفہ سید حسین صاحب بنگوڑی ایسی صورت میں اس کا عمداً تارک بحکم حدیث مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ عَمَدًا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ کافر ہے اور مولوی سید ولی صاحب رسالہ الجمعہ کے صفحہ ۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ عالم اچھا میاں صاحب کے خاندان میں تین پشتوں سے جمعہ جاری ہے اس عبارت کے لحاظ سے حضرت عالم اچھا میاں صاحب کے آباد اجداد سے حضرت ثانی مہدی رضؓ کی ذات مبارک تک کسی بزرگ کا بھی نماز جمعہ پڑھنا ثابت نہیں۔ حقیقت حال بھی یہی ہے کہ حضرت عالم اچھا میاں صاحب کے آباد اجداد کے علاوہ کل خاندانوں میں کسی نے عمر تمام میں ایک بار بھی جمعہ کو فرض قطعی و یقینی قرار دیکر ادا نہیں کیا اس کا بین ثبوت یہ ہے کہ تین سو سال سے آج تک کل حضرات مقلدین نماز ظہر ادا کرتے چلے آرہے ہیں (نہ کہ نماز جمعہ جو مشروط و شکی ہے) اب یہ بات قابل دریافت ہے کہ غیر مقلدین حضرات یعنے تارکین ظہر جو اجماع و قیاس سے باہر ہو کر اس وقت نماز جمعہ کو فرض مطلق سمجھکر ادا کرنے والے ہیں وہ اپنے ان تمام مرشدان دین و بعض صحابہ رضؓ و تابعین و تبع تابعین وغیرہم کی نسبت کہ جنہوں نے نماز جمعہ ان کے حسب ضابطہ فرض قطعی بلا شرائط ہونے کے عمر بھر ادا نہیں کی۔ حدیث مذکور کی رو سے ان پر کیا حکم عاید ہوتا ہے؟ اگر عاملان جمعہ کے پاس کل سلف الصالحین بفرض نماز جمعہ کو عمداً ترک کرنے کی وجہ سے کافر یا فاسق ثابت ہیں تو انکا سلسلہ پڑھنا اور ان کی صحبت کو فرض سمجھنا میرے لئے کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان کے پاس کافر یا فاسق ثابت نہیں ہیں تو ان سلف الصالحین پر کونسا حکم شرعی

عاید ہوتا ہے۔ اسیطرح تقلید بزرگانِ سلف کے خلاف عمداً فرض نماز ظہر کو ترک کرکے مشروط وشکی نماز جمعہ کے ادا کرنیوالوں پر یہ مصداقِ حدیثِ مذکورہ حکم فسق وکفر عاید ہوتا ہے یا نہیں؟ ایسی صورت میں بوجہ عدم شرائط کے ظہر ادا کرنے میں عزیمت ہے یا مشروطی وشکی نماز جمعہ کی ادائی میں بَیِّنُوْا وَ تُوْجَرُوْا۔

بہرحال اہالیان جمعہ پر لازم آتا ہے کہ ان کے اسلاف یعنے تارکین جمعہ کو یا موجودہ خلف تارکین ظہر کو (یعنے ان دونوں میں سے کسی ایک کو) فاسق یا کافر قرار دیں ورنہ غیر مقلدین کے پاس صحیح حدیث شریف مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ عَمَدًا مُّتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔ کی اہمیت ثابت نہوگی اور اس کا بطلان لازم آئیگا۔ علاوہ ازیں اگر بہ تکلف تمام نماز جمعہ کے بعد احتیاطاً چار رکعت ظہر کے ادا کرلئے جائیں جیسے کہ حضرت عیسیٰ میاںصاحب قبلہ کا عمل ہے تو علامہ کے شاگرد مولوی سید حسین صاحب اہل ہنگوڑی یعنے خلیفۂ حضرت پیر و مرشد عیسیٰ میاںصاحب کے فتوے کی رو سے معتزلی وخارجی بنتا لازم آتا ہے (ملاحظہ ہو المختصر المفید) علاوہ ازیں بھائی سید حسین صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ "نماز جمعہ کی فرضیت قطعی ویقینی اور اس کا انکار واستخفاف کفر ٹھیرا اور اقوال فقہا بھی اسی کے مؤید ہیں" (صفحہ ۲۵۔ المختصر) اور انہیں مؤلف نے صحابہ وتابعین وتبع تابعین کی تقلید کو اندھی لکھا ہے (صفحہ ۱۴۔ المختصر) اور مذکور مؤلف کا بیان ہے کہ علامہ ابو شریف سید اشرف صاحب شمسی دامت برکاتہ نے حدیث ابن ماجہ کی شرح میں ان شرائط اجتہادی کی خوب بیخ کنی کی ہے (صفحہ ۳۵۔ المختصر) اور پھر تحریر فرماتے ہیں کہ منہاج التقویم کی ایک غیر ثقہ مطعون ناقل (یعنے حضرت میاں لاڈشہ رضؓ جو صحابی ومہاجر مہدیؑ ہیں) کی منقولہ ایک نقل باقی رہگئی جو ایک ضعیف الاسلام الد الخصام دماغ کے جادۂ صدق ویقین سے بہکا دینے میں کچھ نہ کچھ کام دیسکتی ہے (صفحہ ۶۲۔ المختصر) علاوہ ازیں رسالۃ الجمعہ والقمعہ اور رباعیات تقدیر میں جو گالیاں سلف وخلف کو دیگئی ہیں ناظرین سے پوشیدہ نہیں ہیں لہذا ان سب پریشانیوں سے بچنے کے لئے میں نے یہ ایک ایسا سلسلہ اختیار کیا ہے کہ جس میں سلف سے خلف تک ازروے تقلید شریعت و تقلید طریقت سب بزرگوں کا ایک عمل رہا ہے یعنے انہوں نے بالاتفاق جمعہ کو مشروط ومشکوک سمجھکر ترک کیا اور بوجہ عدم موجودگی شرائط متواتر ومسلسل چارسو سال سے بالاتفاق کل اجماع کردہ ظہر کی نماز کو فرض قطعی جانکر پڑھتے آئے ہیں پس اس تقلید کے سلسلہ میں آجانے سے میرے پر اور میرے تمام مرشدانِ دین پر ہرگز کوئی الزام کفر وفسق عائد نہیں ہوسکتا اور پیر و مرید کے طریق عمل میں کوئی مخالفت ومغایرت بھی نہیں رہتی پس اس طرح اپنے خاندانی بزرگ کو چھوڑکر ایک مقلد بزرگ سے سلسلۂ خلافت پڑھنا اور ان کی صحبت میں رہنا میرے لئے ضروری وجائز ہوا۔ قَالَ عَلَیْهِ السَّلَامُ رَحِمَ اللّٰهُ مَنْ اَنْصَفَ

انتخاب دشنامہائے تارکین ظہر فی یوم الجمعہ

اور رسالجات الجمعہ والقمعہ ورباعیات تقدیر وغیرہ

(اوّل) رسالۃ الجمعہ میں مصلیان ظہر کو غیر مقلدین حضرات نے یہ گالیاں دی ہیں۔

(۱) ایمان تو ایمان اسلام سے بھی کوسوں دور جا گرے ہیں۔

(۲) ان کے مقابلہ میں ابلیس لعین بھی ادنی شاگردوں میں ہے۔ ملاحظہ ہو الجمعہ صفحہ ۱۴)

(۳) جہالت وسرکشی میں ہر شخص شہرۂ آفاق ہے۔

(۴) قصہ وغساد وحسد وعناد ان کا ذاتی جوہر ہے۔

(۵) خدا ان کی جبلی جہالت وحسد وعناد کو بیخ وبن سے اکھاڑدے۔ دیکھو الجمعہ (صـ)

(۶) کمینہ طبیعت اور نامہذب اور ناشائستہ آدمی یہ راستہ نہیں چلتا۔ سخت کلامی اور پوچ گوئی اپنا پیشہ کرلیتا ہے اور خود مورد لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن بنتا ہے۔

(دوم) رسالہ یعنے القمعہ میں عاملان ظہر کو اور خاصکر حضرت فقیر اللہ بخش میاںصاحب مرحوم ید اللّٰہی کو یہ گالیاں دی ہیں۔

(۱) جب کوئی امر نااہلوں کے ہاتھ آجاوے تو قیامت کے منتظر رہو (ملاحظہ ہو صفحہ ۲۹۔ القمعہ)

(۲) مفسر صاحب امت محمدیہ اور گروہ مہدویہ سے اگر خارج معلوم ہوتے ہیں تو صرف اس وجہ سے کہ نماز جمعہ نہ آپ پڑھتے ہیں اور نہ کسی کو پڑھنے دیتے ہیں۔

(۳) میں حضرت مفسر صاحب کو خطاب کرکے آیۃ اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْھٰی عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔ پڑھتا ہوں (یہ وہ آیت ہے جو ابوجہل کی نسبت نازل ہوئی۔ دیکھو الجمعہ صـ۴) علاوہ ازیں حضرت فقیر اللہ بخش میاں صاحب مرحوم ید اللّٰہی کی نسبت صوفی کے مرید اور جہنمی وغیرہ وغیرہ خطابات حضرات غیر مقلدین نے عطا کئے ہیں۔

(سوم) رسالۂ القمعہ پر تقریظ۔ اس کو مولوی سید شہاب الدین صاحب تلمیذ علامہ بزبان عربی تحریر کرکے اس میں حسب ذیل گالیاں دی ہیں۔ عربی کا ترجمہ رسالۂ تالیف انیف سے انتخاب کیا گیا ہے۔

(۱) ان کے زمانے کے جتنے اکابر اقران مشہور ومعروف ہیں وہ سب جاہل ہیں۔ اور جہالت ان سے مانوس ہوگئی ملاحظہ ہو صـ۴ تالیف انیف

(۲) اے خدا جاہلوں کے سر سے اندھے پن کے بادلوں کو دور کردے (صـ۵)

(۳) حضرت فقیر اللہ بخش میاںصاحب مرحوم نے جو تفسیر آیۃ الجمعہ لکھی ہے اس کی نسبت لکھتے ہیں کہ یہ کتاب الشر یعنے یہ کتاب ہے جو خدا کی طاعت اور عبادت سے باز رکھتی ہے (صـ۶)

(۴) سرکش اور بیہودہ گو ہیں اور اس میں سرکشی کا رستہ اختیار کیا گیا ہے۔ (صـ۸)

(چہارم) رباعیات تقدیر میں حضرت فقیر سید زین العابدین صاحب تقدیر (سابق مدیر زبدۃ الملک) نے حضرت سرنولی ظہر میاںصاحب مرحوم سے علاقہ توڑکر تارکین ظہر فی یوم الجمعہ سے علاقہ کرکے سلف وخلف کی شان میں رباعیات

طبع کروا کر جو مہذب گالیاں دی ہیں اُن کا انتخاب حسب ذیل ہے۔

(۱) اے جاہل دین مقدس میں عداوت کیسی۔ اور پھر امید شفاعت اور تیرے باپ پر محبت کیسی۔

(۲) جہل مرکب میں ڈھٹائی اور دربار رسالت میں رسائی کیسی۔

(۳) قرآن اور شریعت اور مذہب و ملت سے واقف نہیں۔ آنکھوں پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا ہے۔

(۴) دینِ اب وجد پر مصر اور جہل سے دل سخت کٹھن ہیں اور کج فہم جمعہ کو غیر سبیل المومنین کہتے ہیں۔

(۵) مومن وہ نہیں اس میں اگر شک لایا۔ (یعنے بوجہ عدم شرائط جمعہ جو لوگ احتیاطاً ظہر ادا کرتے ہیں گویا وہ شک میں ہیں اور مومن نہیں ہیں)

(۶) ؎ قرآن و خبر سے ہیں یہ بالکل کورے ٭ تقلید میں کولا نہ بسر کرتے ہیں۔

(۷) رباعی ناعاقبت اندیشوں میں کر لو بسر ٭ نادانو قیامت میں پیش داور
ابھریگا یہ داغِ امتناعِ سجدہ ٭ پیشانیوں پر کلنگ کا ٹیکہ بنکر

(پنجم) رسالۂ ابلاغ رحمان میں معتقدانِ تسویت خاتمین ؑ کو رافضی وغیرہ لکھا ہے۔

(ششم) ہدایت نامہ میں صحابہ رضی مہدی ؑ پر سب و شتم روا رکھا ہے۔

ناظرین۔ سب پر روشن ہے کہ یہ فقیر ہمیشہ علامہ اور اُن کے تلامیذ او مرشدنا اوران کے خلفا کا ہمیشہ ساتھ دیا اور ہر وقت ان کی تعریف و تحسین کرتا رہا چنانچہ مجلس میلاد و سالگرہ مدرسہ شمسیہ منعقدہ مسجد مولوی سید مرتضیٰ صاحب میں علامہ کی فضیلت علمی اور فیض رسانی کی میں نے بہت کچھ تعریف کی تھی جس مجلس میں علاوہ دیگر حاضرین و سامعین کے خود علامہ و مرشدنا موجود تھے اور گواہ بھی ہیں باوجود اس کے اس فقیر کے ساتھ علامہ کا یہ برتاؤ اور حسن سلوک محتاج غور ہے۔ شاعر کہتا ہے ؎

دلائل قوی باید و معنوی ٭ نہ رگہائے گردن بہ حجت قوی

پتہ ۔عقب ٹپہ خانہ بیگم بازار حیدر آباد دکن } فقیر حقیر سید محمد حیات یداللّٰہی عفی اللہ عنہ

فتوائی دارالافتائی مدرسۂ نظامیہ حیدر آباد دکن

شرعاً جو شخص اہل باطل مذاہب کا ہم خیال ہو۔ اوران کے فقہی مسائل و عقاید و اعمال کی کتب تالیف کرتا اوران کی اشاعت میں کوشاں ہو تو ایسا شخص انہی کا ہم مذہب ہوگا اگر چہ حقیقۃً یہ شخص مذہب اہل سنت والجماعت کا مدعی ہے اس لئے کہ اس شخص میں کامل مشابہت (یعنے از روئے ظاہری افعال اور باطنی اعمال و اعتقادات) پائی جاتی ہے تو بربنائ

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ - انہی مذہب کے لوگوں سے گنا جائیگا فقط

تنقیح محمد عبد القادر عفی اللہ عنہ نائب مفتی مدرسہ - مورخہ ۱۵ جمادی الآخر ۱۳۴۲ھ

محمد عبد الکریم عفی عنہ مفتی مدرسہ   الجواب صحیح محمد یعقوب عفی اللہ عنہ - الجواب صحیح سید عبد الرحمان

اصاب المجیب مہدوم مہتا عفی عنہ   الجواب صواب محمد سعید الدین الانصاری

ناظرین - فتوائے بالا سے ظاہر ہے کہ جس شخص میں اہل باطل مذاہب کی شباہت پائی جاتی ہے تو بربنا مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ - انہی مذہب کے لوگوں سے گنا جائیگا شباہت دو قسم کی ہوتی ہے - ظاہری و باطنی ظاہری شباہت یعنے ترک شعار اسلام کی مثال یہ ہے کہ فقیری لباس اور دستار ترک کرکے شایہ و شملہ استعمال کرنا - ڈاڑھی منڈانا وغیرہ (یہ مخالفین اور نصاری کی شباہت میں داخل ہے) شباہت باطنی اعمال و عقاید سے متعلق ہے - عملی شباہت کی مثال یہ ہے کہ نماز جمعہ کو بلا شرائط فرض جانکر ادا کرنا - مولود خوانی و قصہ وغیرہ (یہ وہابی اور حنفی اور شافعی وغیرہ اغیار کی شباہت میں داخل ہے) اعتقادی شباہت کی مثال یہ ہے کہ حضرت مہدی موعودؑ کو باطنا صفت رسالت و نبوت سے متصف نہ جاننا اور حضرت مہدیؑ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شریعت میں کم کہنا وغیرہ (یہ مصنف ہدیہ و دیگر معترضین و مخالفین کی شباہت میں داخل ہے دیکھو ہدیۂ مہدویہ و تنویر الہدایہ و نجم الہدیٰ)

اسیطرح نماز جنازہ میں آسمان کی طرف دیکھنے سے اور اجماع کرنے سے انکار کرنا اور اغیار کی اصطلاحات اور نام اور بدعات و رسومات کو رائج کرنا - علاوہ ازیں وہ تمام امور جو کتاب و سنت و اجماع و قیاس مجتہدین کے خلاف اور تقلید خاتمینؑ صحابہ - تابعین - تبع تابعین - مرشدان دین - صدیقین اور سلف الصالحین کے خلاف افراط و تفریط کی حد تک پہنچ چکے ہیں اغیار کی تتبع و شباہت میں داخل ہیں - پس جو لوگ کہ از روئے قول و فعل و حال یعنے گفتار و رفتار و دستار خاتمینؑ و سبیل المومنین کے خلاف اغیار سے کامل مشابہت رکھتے ہیں اور اسلام کے چاروں رکن سے اجماع و قیاس کے منکر ہوکر محض قرآن پر بلا استدلال تفسیر و حدیث عمل کر رہے ہیں اور جمعہ کے روز ظہر کو ترک کرکے مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ عَمَدًا مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ کے مرتکب ہو چکے ہیں اور تقیۃ و تبراء جائز سمجھتے ہیں ایسے غیر مقلدوں اور منافقوں کی اقتدا کیسے درست ہو سکتی ہے چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے -

وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۔ جز واعلموا سورۃ التوبہ ۹ ع ۱۶

اور اگر ان میں سے کوئی مر جائے تو ہر گز (ای پیغمبر) اس کے جنازہ پر نماز نہیں پڑہنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا - کیونکہ انہوں نے اللہ اور جس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور سرکشی کی حالت میں مر گئے - اور وہ فاسقین سے ہیں - فقط

انتخاب از مسدس حالی

(۱)
اگر ہو مدار اس پہ تحقیق دیں کا — کہ ہے دین والوں کا برتاؤ کیسا
کھرا ان کا بازار ہے یا کہ کھوٹا — ہے قول و قرار ان کا جھوٹا کہ سچا
تو ایسے نمونے بہت شاذ ہیں یاں
کہ اسلام پر جن سے قائم ہو برہاں

(۲)
کوئی مسئلہ پوچھنے ان سے جائے — تو گردن پہ بار گراں لیکے آئے
اگر بدنصیبی سے شک اس میں لائے — تو قطعی خطاب اہل دوزخ کا پائے
اگر اعتراض اس کی نکلا زباں سے
تو آنا سلامت ہے دشوار واں سے

(۳)
عقاید میں حضرت کا ہم داستاں ہو — ہر ایک اصل میں فرع میں ہم زباں ہو
حریفوں سے ان کے بہت بدگماں ہو — مریدوں کا اِن کے بڑا مدح خواں ہو
گر ایسا نہیں ہے تو مردود دیں ہے
بزرگوں سے ملنے کے قابل نہیں ہے

(۴)
کبھی وہ گلے کی رگیں ہیں پھلاتے — کبھی جھاگ پر جھاگ ہیں منہ پہ لاتے
کبھی خوک اور سگ ہیں اسکو بناتے — کبھی مارنے کو عصا ہیں اٹھاتے
ستون چشم بد دور ہیں آپ دیں کے
نمونہ ہیں خلق رسول امیں کے

(۵)
بڑھے جس سے نفرت وہ تقریر کرنی — جگر جس سے شق ہو وہ تحریر کرنی
گنہگار بندوں کی تحقیر کرنی — مسلمان بھائی کی تکفیر کرنی
یہ ہے عالموں کا ہمارے طریقہ
یہ ہے خادموں کا ہمارے طریقہ

(۶)
نہ حجت رسالت پہ لا سکتے ہیں وہ — نہ اسلام کا حق جتا سکتے ہیں وہ
نہ قرآں کی عظمت دکھا سکتے ہیں وہ — نہ حق کی حقیقت بتا سکتے ہیں وہ
دلیلیں ہیں سب آج بیکار ان کی

نہیں چلتی توپوں میں تلوار ان کی

(۷)
سدا اہل تحقیق سے دل میں بل ہے
فتاؤں پہ بالکل مدار عمل ہے
حدیثوں پہ چلنے میں دیں کا خلل ہے
ہر اک رائے قرآں کا نعم البدل ہے

کتاب اور سنت کا ہے نام باقی
خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

(۸)
کرے غیر گر حق کی پوجا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر

مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں

(۹)
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
بزرگوں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں

نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(۱۰)
وہ دیں جس سے توحید پھیلی جہاں میں
رہا شرک باقی نہ وہم و گماں میں
ہوا جلوہ گر حق زمین و زماں میں
وہ بدلا گیا آکے ہندوستاں میں

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلماں

مسدس معصوم

(۱۱)
جو ظنی ہے اس کو بھی قطعی بتائے
بھی محکم میں تاویل کرکے بتائے
اور بے شرط مشروط کو کر دکھائے
کہیں کچھ گھٹائے کہیں کچھ بڑھائے

کوئی یوں اٹھاتا جو اسلاف میں سر
جماعت سے ہوتا وہ خارج مقرر

(۱۲)
جو علامۂ دہر کہلا رہے ہیں
ابھی بحر دنیا میں لہرا رہے ہیں
خبر شمس تک اپنی لیجا رہے ہیں
رقم کی طلب میں چلے جا رہے ہیں

پسِ مرگ ہی ترک دنیا کرینگے
نہ مرنے کے آگے یہ ہرگز مریں گے

تمت

سید محمد حیات
مقیم متصل مسجد مولوی منور میاں صاحب مرحوم عقب ٹپہ خانۂ سرکار عالی محلہ بیگم بازار۔ حیدرآباد دکن

فتوای احتیاط الظہر بعد الجمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ وحبیبہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین اما بعد

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ آجکل بعد نماز جمعہ کے چار رکعت احتیاط الظہر پڑھتے ہیں اور تارک کو اُسکے ملوم جانتے ہیں اور یہانتک پابندی آسکی ہوگئی کہ بعض شہروں میں تو مثل جدہ وغیرہ کے جماعتیں اسکی ہونے لگی ہیں آیا یہ نماز احتیاط کی اس صورت مسئولہ میں جائز ہے یا نہیں اور اگر ایسی پابندی ایک خاص شخص کے عقیدے میں نہو مگر اسکو ایسی پابندی کے زمانہ میں دوسروں کے ساتھ مشابہ اس عمل کی جائز ہے یا نہیں اور اگر وہ پڑھیگا انہی میں داخل ہوگا یا نہیں بصورت عدم پابندی وامر ارکا توجہ کے نفس اس نماز احتیاط کا کیا مسئلہ ہے جسنے اسکو نکالا ہے کس بنا پر نکالا تہا اور کس درجہ میں رکھا تھا اب کس درجہ میں پہونچا اور تعجب پر تعجب یہ ہے کہ اس نماز احتیاط کو عوام کیا بعض علماء بھی پڑہتے ہیں واللہ اعلم ان کے پاس کونسی دلیل کتاب وسنت وقیاس واجتہاد سے ہے اور بظاہر یہ نماز احتیاط نماز شک پائی جاتی ہے اگر جمعہ نہو تو ظہر ہو جاویگی آیا قیاس اس کا صیام یوم الشک پر ہوسکتا ہے یا نہیں اور منجملہ دوسری بدعات محدثہ فی الدین کے ہے یا نہیں بالکل جواب اِس مسئلہ کا صاف صاف مدلل بدلائل شرعیہ مزین بمہر ودستخط خاص آنجناب عنایت فرمادیں بینوا توجروا۔

الجواب

مذہب حنفیہ میں شرائط جمعہ میں مصر یعنی شہر اور ہونا امام یا اُسکے نائب کا لکھتے ہیں لہذا چونکہ امام اور اُسکا نائب ہندوستان میں بسبب تسلط کفار کے نہیں پایا جاتا تو بنا مذہب حنفی پر جمعہ نہوا اور چونکہ دیگر ائمہ نے یہ شرط نہیں رکھی تو ان کے مذہب پر جمعہ ادا ہوجاتا ہے مگر چونکہ دوسری خرابی یہ ہوگئی کہ ایک شہر میں دو تین جگہ جمعہ کا پڑہنا اُن کے نزد درست نہیں جسکا جمعہ اول

واقع ہوتا ہے اس کا جمعہ تو ادا ہوا اور جس کا بعد ہوا اُسکے ذمہ پر ظہر کی نماز قائم رہی اور یہ حال دریافت نہیں ہو سکتا کہ کس کا جمعہ پہلے ہو تو ان مذاہب پر بھی محل تعدد جمعہ میں ہر شخص کو تردد ادائے جمعہ او سقوط ظہر میں رہتا ہے اسوجہ سے لوگوں نے ایجاد احتیاط ظہر کا کیا تھا کہ اگر جمعہ ادا نہ ہوئیگا تو ظہر بالیقین ذمہ سے ساقط و ادا ہو جاویگی اور جو جمعہ ادا ہو گیا تو یہ رکعات نفل ہو جاوینگی یہ اصل اسکی ہے مگر احناف یعنی حنفیوں کا یہ عمل پسند نہیں اول تو یہ احتیاط وجوب کے درجہ کو پہونچی اور یہ خود بدعت ہے دوسری یعنے اولی النزاع یعنے آپسمیں جھگڑا اٹھانیوالے ہو گئے اگر فقط احتیاط و استحباب میں رہتے تو خیر سہل بات تھی پھر یہ کہ جن علمار سے شرط وجود امام و نائب دریافت ہوئی انہی علمار یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر امام و نائب سے تعذر ہو تو مسلمین اپنا امام جمعہ مقرر کر کے جمعہ ادا کریں پس حسب اس روایت کے سب جگہ امام موجود ہوتا ہے تو ایسی حالت میں جب مصر میں جمعہ پڑھا گیا ادا ہو گیا اور سقوط ظہر ذمہ سے ہو چکا پس احتیاط ظہر لغو ہے اور جو اُن لوگوں کے نزدیک یہ قول علمار کا معتبر نہیں تو خود شرط جمعہ کی مفقود ہے چاہیے کہ ظہر بجماعت پڑھا کریں یہ کیا بے موقع بات ہے کہ شرط جمعہ کی موجود نہیں اور فقط تردد کی وجہ سے نوافل کو بجماعت ادا کریں اور فرض وقت کو فرادی یعنی تنہا تنہا پڑھیں یہ سخت خرابی ہے پس احناف کا احتیاط الظہر تو بایں وجہ پسند نہیں کرتا ہوں خصوصاً اس صورت وجوب اور نزاع میں اور دیگر اہل مذاہب پر یہ اعتراض ہے کہ اگر تعدد درست نہیں تو دیدہ و دانستہ اس حرکت لایعنی بیفائدہ کو کیوں اختیار کیا واجب ہے کہ سب جمع ہو کر ایک جگہ جمعہ کو ادا کریں۔ الغرض یہ امر نہایت لغو اور فضول اور سستی دین کا باعث ہے اور موجب کمال غفلت اور بے پروائی دین سے ہونیکا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الراجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

الجواب صحیح محمد امیر الدین پٹیالوی۔ واعظ جامع مسجد دہلی [محمد امیر الدین] [رشید احمد]

طلع الحق حق الطلوع وسطع الصدق حق السطوع فما قال ملک العلماء سلطان الاتقیاء زین المفسرین رئیس المحدثین نعمان اوانتا مجدد زماننا نائب رسول اللہ الصمد علیہ الصلوات من اللہ الاحد مولانا العالم العامل الحافظ الحاج رشید احمد مد اللہ ظلال فیوضہ علی رؤس العالمین اللھم آمین فھو حق والحق احق بالاتباع واولی لان الحق یعلو ولا یعلی حررہ اذل تلامذتہ الفقیر محمد حسین الدہلوی عفا اللہ عنہ [فقیر محمد حسین] [قادر علی عفی عنہ ۱۳] مدرس مدرسہ حسین بخش

جواب ہذا صحیح ہے حسبنا اللہ بس حفیظ اللہ محمد ساکن درگاہ حضرت سلطان نظام الدین اولیا ضلع دہلی المجیب مصیب محمد حسین خاں خورجوری بقلم خود اصاب من اجاب محمد حمایت اللہ عفا اللہ عنہ۔

جواب بہت صحیح اور ٹھیک ہے اور خلاف اسکا ضلالت و بدعت سیئہ ہے کیونکہ اس فعل نامقبول کو کسی نے بھی ائمہ اربعہ سے نہیں کیا کما ہو فی البحر و تاتارخانی وغیرہما من کتب الفقہ اور اصل میں یہ یعنی نماز احتیاط الظہر بدعت سیئہ ایک بادشاہ عباسی معتزلی کہ عرب و عجم وغیرہ کا بادشاہ تھا اسکی نکالی ہوئی ہے حنفی مذہب میں ہرگز یہ نماز درست نہیں ہے جواب یہ کہ وہ نہ حنفی ہے نہ شافعی نہ مالکی نہ حنبلی بلکہ معتزلی مذہب ہے اس ظالم نے یہ حکم دیا تھا کہ نماز احتیاط الظہر کل جگہ جاری

کی جاسے جو اسکو نکرے اُسسے تعذیر لگائی جاے جو مولوی اُسوقت میں عبد الدینار والد رہم تہے اُسکو قول کیا اور فتووں میں درج کر گیے اور مذہب حنفی کو بالاے طاق رکھا اس قصہ کو ایک عالم حمید قہ عدوری پنجابی حنفی المذہب نے خوب تحقیق سے لکھا ہے کذافی التفسیر المحمدی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف دو رکعت یا چار رکعت بعد جمعے کے اور پڑہتے تھے ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب حررہ العاجز ابو محمد عبد الوہاب البنجابی نزیل الدہلوی ۱۳۰۵ھ

ابو محمد عبد الوہاب رسول الاداب خادم شریعت	سید محمد عبد السلام غفرلہ	ابو محمد عبد الحق	سید محمد اسمعیل	ہذا جواب صحیح فریدآبادی

جواب صحیح ہے ۔ محمد فقیر اللہ پنجابی ضلع شاہپور ۔ محمد ناظم ملک بنگالہ ضلع فریدپور ہذا جواب صحیح حررہ ثابت علی ضلع اعظم گڈھ ۔ الجواب صحیح محمد طاہر سلہٹی ۔ مسکین عبد الغنی ضلع کرنال ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا ارشاد ہے رہنماے طریق مستقیم کا اس مسئلہ میں کہ گانوں والوں پر جمعہ و عیدین واجب ہے یا نہیں اگر ادا کریں تو ظہر سر سے اُتر جاوے گی یا نہیں یہاں اکثر گاؤں میں جو دو ڈہائی ہزار آدمی کی بھی آبادی نہیں رکھتے بلا تامل جمعہ ہوتا ہے بلکہ بعض قریہ میں دو دو جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے اور بعض قریہ میں عیدین بھی ہوتی ہے بعض لوگ احتیاط الظہر بھی پڑھ لیتے ہیں ان لوگوں کا نماز ظہر یا جماعت ظہر کو ترک کرنا اور بجاے اُسکے نماز جمعہ ادا کرنا اور عیدین پڑہنا کیسا ہے بینوا توجروا فقط

الجواب

جمعہ گانوں والوں پر واجب ہونا اور جمعہ گاؤں میں درست ہونا بین الحنفیہ والشافعیہ مختلف فیہ ہے ۔

حنفیہ فرماتے ہیں کہ گانوں میں جمعہ درست نہیں ہے اور نہ اُنپر واجب ہے اور شافعیہ کے نزدیک گانوں والوں پر جمعہ واجب ہے اور جمعہ گانوں میں ادا بھی ہوجاتا ہے مگر بنظر بر روایات مذہب حنفیہ مرجح اور قوی معلوم ہوتا ہے جسکا مختصر بیان یہ ہے کہ جمعہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر مکہ میں واجب ہوچکا تھا چنانچہ شوکانی امام فرقہ غیر مقلدین نیل الاوطار میں تحریر فرماتے ہیں جسکی عبارت یہ ہے وذاک ان الجمعۃ فرضت علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وہو بمکۃ قبل الہجرۃ کما اخرجہ الطبرانی عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فلم یکن من اقامتہا ہناک من اجل الکفار فلما ہاجر من ہاجر من اصحابہ الی المدینۃ کتب الیہم یامرہم ان یجمعوا فجمعوا الخ پس جمعہ مکہ میں فرض ہوا ۔ اور بوجہ معذوری وہاں ادا نکیا گیا تو پھر جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت فرمائی اور مدینے تشریف لائے تو بنی عمرو بن عوف میں چودہ روز اقامت فرمائی اور وہاں جمعہ نہیں پڑہا پس یہ دلیل ہے اسپر کہ گانوں میں جمعہ نہیں ہوتا اور نہ اُنپر فرض ہے ورنہ آپ اور خود بنی عمرو بن عوف جمعہ ضرور ادا کرتے فی البخاری فلبث

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بنی عمرو بن عوف بضع عشرہ لیلتہ واسس المسجد الذی اسس علی التقوی اور نیز ارشاد واجب الاتقیا ولا جمعتہ ولا تشریق الا فی مصر جامع جو حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے باسانید صحیحہ ثابت ہے اسکو بعض رواۃ نے مرفوع بھی کیا ہے مگر اسکے رفع میں محدثین کو کلام ہے البتہ موقوف کو صحیح مانتے ہیں نقلہ فی التخریج وقال رواہ عبدالرزاق فی مصنفہ وابن ابی شیبتہ والبیہقی عن شعبتہ وسفیان اور یہ خود اصول فقہ میں مسلم ہو چکا ہے کہ مالا یدرک بالقیاس میں موقوف بھی بحکم مرفوع ہوتا ہے پس یہ روایت علی موقوف بحکم مرفوع ہے عدم وجوب جمعہ قری و نیز عدم جواز جمعہ قری پر دلیل واضح ہے باآنکہ خود بخاری اپنی صحیح میں یہ روایت لائے ہیں کہ کان الناس ینتابون وفی روایتہ ینتابون الجمعتہ من منازلہم والعوالی فیاتون فی الغبار فیصیبہم الغبار ویخرج من العرق الحدیث پس اس میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا نماز جمعہ کے واسطے نوبت بہ نوبت آنا ثابت ہوا جس سے صاف ظاہر ہے کہ گانوں والوں پر جمعہ واجب نہیں ہے اور نہ گانوں والوں میں جمعہ ادا ہوتا ہے ورنہ جو لوگ عوالی میں رہتے تھے اُن کو وہیں ادائے جمعہ کا حکم ہوتا یا اُن سب کو مدینے آنا واجب ہوتا حالانکہ عوالی میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کسی جگہ کسی وقت میں کبھی جمعہ ہونا ثابت نہیں ہوتا پس جملہ روایات متعددہ سے ثابت ہوتا ہے کہ صحیح یہی مذہب ہے کہ گانوں میں جمعہ ادا نہیں ہوتا اور نہ گانوں والوں پر جمعہ واجب ہے اگر گانوں میں لوگ جمعہ پڑھیں گے تو معصیت ترک فرض ظہر میں مبتلا ہوں گے نیز ارتکاب جماعتہ نفل کہ بدعت ہے لازم آویگی اور لوگوں کی وہاں جمعہ پڑھنے سے نماز ظہر ان کے ذمہ سے ساقط نہوگی اور اگر اول جمعہ پڑھکر نماز ظہر احتیاطی پڑھے تو اسمیں اگرچہ ترک فریضہ ظہر لازم نہ آوے گا مگر جماعت ظہر جو واجب ہے وہ ترک ہوگی اور جماعتہ نفل جو بدعت ہے نماز جمعہ سے لازم آوے گی پس نماز جمعہ ایسے گانوں میں جہاں ہزار دو ہزار آدمی بستے ہوں جسکو عرف میں قصبہ و شہر نہیں کہتے ادا نہیں ہوتی اور فریضہ ظہر اُنپر لازم رہے گا۔ فقط واللہ اعلم

بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی)

اصاب المجیب العلام　　　　للہ درالفاضل المجیب ثم للہ درہ

محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند　　　بندہ محمود عفی عنہ　　　حامداً ومصلیاً

حضرت مجیب مصیبت نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے عین حق و ثواب ہے ہر چند کہ یہ مسئلہ درمیان حنفیہ و شافعیہ کے مختلف فیہ ہے مگر حنفیہ سے تعجب ہے کہ بلاوجہ اپنے مجتہد کے مخالفت کرتے ہیں بعد غور دو امر اس مخالفت کے باعث معلوم ہوئے بے علم واعظوں کو تو اپنا مجمع بڑھانا ان کو جمع کرکے منافع مالیہ اُن سے حاصل کرنا ہلکا حکم بتلاکر اُن کو اپنا گرویدہ و معتقد کرلینا اور کم علم و کم فہم لوگوں کو بعض فقہا کے اس عبارت میں شبہہ پڑجانا المصر مالا یسع اکبر

مساجد ہ اہلہ نگر فی الواقع یہ حد تام نہیں ہے رسم ناقص ہے حاصل تعریف مذکور کا یہ ہے کہ جہاں بہت سی مساجد ہوں اور انمیں اکبر مساجد اس شان کی ہو اور ظاہر ہے کہ یہ بات غالباً امصار میں ہوا کرتی ہے نہ قری میں اس اعتبار سے بطور اتے پتے کے یہ تعریف کر دی گئی ہے پس اگر کسی مصر میں مسجد نہو یا کسی قریہ میں ایسی مسجد نہو مصر قریہ بنجاویگا اور نہ قریہ مصر ہو جاویگا غرض ہمارے مذہب میں دیہات میں نہ جمعہ درست ہے نہ عیدین بلکہ عیدین میں ایک خرابی جمعہ سے بھی زیادہ سخت ہے وہ یہ کہ یہ تو ثابت ہو چکا کہ یہ جماعت نفل ہوگی اور جماعت نفل کی مکروہ ہے اور امر مکروہ کا اہتمام جسقدر زیادہ ہوتا ہے اسیقدر اسمیں کراہت شدید ہوتی جاتی ہے کیونکہ اسمیں شارع علیہ السلام کی زیادہ مخالفت ہے کہ شارع جس امر کے اماتت وانمحا چاہے یہ شخص اسکا احیا کرے اور ظاہر ہے کہ بہ نسبت جمعہ کے عوام عید کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں جو لوگ کبھی جماعت وجمعہ سے علاقہ نہیں رکھتے عید میں ضرور شریک ہوتے ہیں اس اعتبار سے دیہات میں عیدین پڑھنا جمعہ پڑھنے سے بھی زیادہ موجب کراہت ہوگا واللہ اعلم علمہ اتم واحکم فقط

ہذا ہو الحق والحق احق ان یتبع	لقد اصاب من اجاب	للہ در المجیب فلقد اصاب واجاد	ہذا الجواب ہو الحق
عزیز الرحمن دیوبندی عفی عنہ	محمد منفعت علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	فیما اجاب خلیل احمد عفی عنہ مدرس سہارنپور	غلام رسول عفی عنہ
الجواب صحیح وحق ان یتبع	ہذا جواب ینطق بالصواب	الجواب صحیح	المجیب مصیب بحق رقیب
عنایت الٰہی عفا اللہ عنہ	عبد القادر عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر علوم	محمد یحییٰ عفی عنہ کاندہلوی	محمد احکم عفی عنہ مدرس عربی مظاہر علوم سہارنپور
صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	قری میں نماز جمعہ درست نہیں ہے اور ادائے صلوٰۃ جمعہ اور ترک جماعت ظہر فی القری موجب عصیان اور کسی ہوائے نفسی پر مبنی ہے اس سے ہر مسلم کو اجتناب چاہیئے واللہ اعلم حررہ محمد اسعد عوابعا بدحسین غفر اللہ کہ دشنبہ یوم پنجشنبہ ۳ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ
ثابت علی عفی عنہ	حبیب الرحمن دیوبندی عفی عنہ	صدیق احمد کاندہلوی عفی عنہ	
الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح	
احمد علی عفی عنہ مفتی مدرسہ جامع العلوم کانپور	محمد رشید عفی عنہ مدرس دوم مدرسہ جامع العلوم کانپور	اسحاق علی عفی عنہ مدرس سوم مدرسہ جامع العلوم کانپور	

تمام شد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷ - سطر ۳) اور آپ کا وہ فقرہ جو اس طویل تحریر کے آخر میں ہے کہ "میری اجازت کے بغیر اس جواب کو چھپوانے کا کسی کو حق نہیں ہے" اس مضمون کو کھلّم کھلّا ثابت کئے دیتا ہے ۱۲

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ - سطر ۱) تمہیدی بیان وجواب الجواب اور ضمیمہ میں مذکور ہے اور یہاں بھی تھوڑا سا غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ مولانا ظاہر میں جو بات جمعہ نہ پڑھنے والوں پر ڈالنا چاہتے ہیں وہ اُن پر نہیں آتی - بلکہ جمعہ پڑھنے والوں ہی پر آتی ہے کیونکہ ان کو تو یقین ہے کہ مہدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح نماز جمعہ کے ادا فرمانے میں ہمیشہ شرطوں کا خیال رکھا ہے - بخلاف جمعہ پڑھنے والوں کے کہ ان کو اس امر میں شک وشبہہ ہے اور کہتے ہیں کہ سیدنا مہدی موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شرطوں کا خیال رکھے بغیر ہمیشہ نماز جمعہ ادا فرمائی ہے - اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے خلاف اور باطل ہے - جیسا کہ اسکے مقام پر مذکور ہے ۱۲

(۵۱ حاشیہ صفحہ ۱۰۴) کیونکہ صحابی اُس شخص کو کہتے ہیں جس نے صاحب دین کو دیکھا ہو اور اُسپر ایمان لایا ہو اور مرتے دم تک ایمان پر قائم رہا ہو اور یہ تعریف حضرت بندگی ملک الہداد خلیفۂ گروہ رضہ پر باحسن وجوہ صادق آتی ہے اس لئے کہ آپ نے سیدنا مہدی موعود کی ذات سے تصدیق وتلقین کا شرف حاصل کیا ہے اور جب تک سیدنا پٹن میں رہے تب تک آپ ہر روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے اور حضرت مہدی موعود نے آپ کو خلافت کا پٹکا بھی عنایت فرمایا ہے پس جب صحابی ہونیکے لئے ایمان کیساتھ فقط صاحب دین کو دیکھنا ہی کافی ہے تو وہ شخص صحابی کیوں نہوگا جو صاحب دین کا مرید ہوا اور ایک عرصے تک اسکی صحبت میں رہکر اور اس کا منظور نظر ہوکر خلافت کا پٹکا بھی حاصل کر چکا ہو - ہوگا اور ضرور ہوگا - رہی یہ بات کہ آپ کو حسن خدمت کی وجہ سے دیگر صحابۂ عظام رضہ سے بھی ایک ایک سند ملی ہے تو یہ کوئی آپ کے صحابی ہونے کے منافی نہیں ہے بلکہ اس سے تو آپ کا مرتبہ اور بھی بڑھ جاتا ہے یعنی آپ کی خلافت اور بھی مستحکم ہوجاتی ہے - اور یہ کھلی ہوئی بات ہے جسپر دلیل لانے کی حاجت نہیں ہے دیکھو سوانح مہدی موعود حصۂ دوم باب ۲۲ چہارم صفحہ ۳۱۷ و ۳۱۵ - وغیرہ کتب معتبرہ ۱۲ امیر الدین غفرلہ

غلطنامہ کتاب التنقید المفید

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۲۳	سنہ ۱۲۳۴ھ	سنہ ۱۳۳۴ھ	۹	۱۹	علیٰ مَیِّتٍ	علیٰ مَیِّتٍ
۳	۱۷	سنہ ۱۲۳۹ھ	سنہ ۱۳۳۹ھ	۱۰	۲	صنفیہ	حنفیہ
۳	۱۹	ابجی میانصاحب	ابجی میانصاحب	"	۴	مُدَلّل	مُدَلَّل
۴	۸	بذریعہ رجسٹری	بذریعۂ رجسٹری	"	۵	استفتاۓ کی	استفتے کی
"	۲۴	ایا	آیا	"	۷	چٹھی کے	چٹھی کی
۵	۱۲	مندرجہ ذیل	مندرجۂ ذیل	"	۱۰	صنیفہ	حنفیہ
"	۱۵	ماداجب	ماوجب	"	۱۱	فضیہ	فقہیہ
"	۱۷	اوراِس کے	اوراس کے	"	۲۰	اِس فتوے کی	اُس فتوے کی
"	۲۳	توم کی	قوم کی	۱۳	۱	بِقَوالِمِهَا الاَرْبَعِ	بِقَوائِمِهَا الاَرْبَعِ
۶	۱	تازہ قلم۔ امیرالدین	امیرالدین	"	"	حتماً	حتماً
"	۳	استفتاۓ کی	استفتے کی	"	۲	سَیِّدِ المُرسلِیْنَ	سَیِّدُ المُرسَلِیْنَ
"	۹	الاُستفتاءُ	الاِستفتاءُ	"	۳	ابْنَ معاذٍ رض	ابْنِ مَعَاذٍ رض
"	۱۰	العَالِي	العَالِيَ	"	"	وَنَعُوذُ	وَنَعُوْذُ
"	۱۰	المُتعَالِي	المُتَعَالِيَ	۱۴	۱	مفتی یہ	مفتیٰ بہ
"	۱۵	زبانی بہی حکم	زبانی حکم بہی	"	۲	مذہب صنفیہ	مذہب حنفیہ
۷	۳	اُس کے دہ پڑہنے	اِس کے نہ پڑہنے	"	۵	کتب فقیہہ	کتب فقہیہ
"	۹	تحقیق	تحقق	۱۴	۴ حاشیہ	مسئلہ جمعہ	مسئلۂ جمعہ
"	۲۰	اُس کے ادامیں	اُس کی ادامیں	۱۵	۱۰	داستادنا	واستاذنا
۸	۹	استفتاۓ کی	استفتے کی	"	۱۵	پتھوڑہ	پنتھوڑہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵ حاشیہ[۹۱]	۲۲	مذہب حنفیہ	مذہب حنفیہ
	۱	اورمسئلہ جمعہ	اور مسئلۂ جمعہ
۱۶	۱۰	کعبہ ارباب	کعبۂ ارباب
۱۹	۴	جوکچھ تحریر کیا ہے	جوکچھ ذکر کیا ہے
″	۱۲	برادرزادہ	برادر زادۂ
″	۲۴	اِن کے ہمراہی	اُن کے ہمراہی
″	۶	روز پنجشنبہ	روزِ پنجشنبہ[۹۱]
۲۱	۷	(۱) جمادی الآخر	(۱) یکم جمادی الآخر
″	۱۱	اِس کے متعلق	اُس کے متعلق
″	۱۳	مندرجہ ذیل	مندرجۂ ذیل
۲۲	۱	اِس کے مطابق	اُس کے مطابق
″	۴	تیچ کی نوٹس	بینچ کی نوٹس
″	۲۵	آذ آسمان	از آسمان
۲۳	۱۶	تقاضًا	تقاضا
۲۴	۴	کی تھی	پڑھی تھی
″	۱۳	مصداق	مصدق
″	″	گستاخ بےدین	گستاخ بے دین
″	۱۴	شک شبہہ پیدا کرنا	شک و شبہہ پیدا کرنا
۲۵	۸	اجمعین	علیہم اجمعین
″	″	قسمیں کھانےوالے	قسمیں کھانے والے
″	۱۲	استفتے کاجواب	استفتے کا جواب
″	۲۱	اورنیز اُس مضمون سے	اور نیز اُس مضمون سے
۲۶	۵	مراسلہ مذکورہ	مراسلۂ مذکورہ
″	″	مراسلہ مذکورہ میں	مراسلۂ مذکورہ میں
۲۶	۱۹	بہ تحریر	یہ تحریر
۲۷	۱۳	ہنیں دے	نہیں دے
″	۱۶	خلاف سے	خلاف ہے
۲۸	۱۸	الوالامثال	ابوالامثال
۲۹	۱۳	لکھا ہوا	لکھا ہوا ہو
″	۸	اِن کے مطیع	ان کے مطیع
″	۱۹	اِس وقت	اس وقت
۳۰	۱۲	آپنے اُن احباب	اپنے اُن احباب
″	۱۳	مسائل کے	سائل کے
″	۲۲	مستفتی کے	مستفتی (سائل) کے
۳۱	۵	ایسے وجود سے	ایسے وجوہ سے
″	۱۷	لو یقیناً	تو یقیناً
۳۲	۶	مہدویہ ے علما	مہدویہ کے علما
۳۳	۵	قلمبند کرویا ہے	قلمبند کردیا ہے
″	۱۴	مندرجہ ذیل	مندرجۂ ذیل
″	۲۳	اورنگل چشمہ خور	اور[۹۱] بگل چشمہ خور
۳۵	۲	انہوں لنے اپنے اپنے	انہوں نے اپنے اپنے
۳۶	۳	عقیدہ شریفہ	عقیدۂ شریفہ
″	۴	مہدی سے	مہدیؑ سے
۳۷	۲۴	پر ہرگز	یہ ہرگز
۳۸	۳	گذرا۔	گذرا۔ امیرالدین عفی عنہ
″	۷	اِس کے تصفیہ	پھر اُس کے تصفیہ
″	۸	لچھ شبہات	کچھ شبہات
″	۱۲	اِن مراسم کو	اُن مراسم کو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۸	حاشیہ ۱	اصل تحریر	اصل اُردو تحریر
۳۹	۴	عادت	عادات
۴۳	۷	استفتے اکی صورت	استفتے کی صورت
۴۴	۱۰	گوایا یہ سوال	گویا یہ سوال
"	۱۳	اکثر حنفیہ	اکثر حنفیہ
"	۲۱	توان کے	توان کے
۴۵	۱	دوحرفی لفظ	دوحرفی لفظ
"	۱۱	عقیدہ شریفہ	عقیدۂ شریفہ
"	۱۶	کسوٹیاں	کسوٹیاں
"	۲۰	اُتْرِيْ وَلَا يَخْطِيْ	اُتْرِيْ وَلَا يَخْطِيْ
۴۶	۱۱	ملکر دیکھے	ملاکر دیکھلے
"	۱۱	اِس کا قول	اُس کا قول
۴۸	۵	کسی کے ذکر کی	کسی روایت کے ذکر کی
۴۹	۲	دوگانہ تحیتہ الوضو	دوگانۂ تحیتہ الوضو
"	۶	نقل کیونکر ہوگی	نقل کیونکر ہوگی
"	۱۱	قاعدہ نحویہ	قاعدۂ نحویہ
۵۰	۳	وہ بہی واجب فرض ہے	وہ بہی واجب فرض
"	۷	وَتَدَابَرُوْا	وَتَدَبَّرُوْا
۵۱	۱۹	نماز جمعہ	نماز جمعہ
"	"	نماز جمعہ	نماز جمعہ
۵۲	۱۴	مجتہد کی	مجتہد کے
"	"	اِن کا	ان کا
۵۵	۱۱	حاشیہ انصاف نامہ	حاشیۂ انصاف نامہ
"	۲۲	مولانا عبد الملک	مولانا عبد الملک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۶	۱۰	رحمہم اللہ	رحمہ اللہ
۵۷	۱۲	یعیے	یعنے
۵۸	۵	لوچھی گئی ہیں	پوچھی گئی ہیں
۵۹	۶	بہنچ جارتے	پہنچ جاتے
۶۰	۱۹	جوشے	جوشئے
"	۲۳	اجتماع صندین	اجتماع ضدین
"	۲۵	مؤمن	مومن
۶۱	۱۵	نماز ادا کردہ اند	نماز ادا کردہ اند
۶۲	۶	اِس کے لئے	اس کے لئے
۶۳	۲۳	اہم دمؤکلر ہے	اہم و مؤکد ہے
۶۴	۱۵	نماز مکتوبہ کو	نماز مکتوبہ کو
۶۵	۹	اِذَا نُوْدِيَ	اِذَا نُوْدِيَ
"	۱۲	وَلَيْسَتْ يَدًا	وَلَيْسَتْ بَدًا
"	۱۸	جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہ	جَابِرِبْنِ عَبْدِ اللّٰہ
۶۶	۱۸	خدا تعالےٰ	خدا تعالےٰ
۶۷	۲	اے ساکت	اے ساکت
۶۸	۲	مہدی موجود	مہدی موعود
"	۱۲	جواب کا	جس کے جواب کا
۷۰	۲۳	اَفتو	اَفْتَوْا
۷۳	۹	مسئلۂ نسویت	مسئلۂ تسویت
"	۱۳	اِس کی تردید	اس کی تردید
۷۴	۱	مولوی سد ولی صاحب	مولوی سید ولی صاحب
۷۶	۶	مشہور و معروف ہے	مشہور و معروف ہی ہے
"	۸	وَمَنْ لَّقِنْتُ	وَمَنْ يَّقْنُتْ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۶	۹	اِس کے متبوع سے	اس کے متبوع سے
"	۲۵	اِن شرائط	ان شرائط
۷۷	۴	اِس کے معنے ہیں	اس کے معنے ہیں
"	۸	گنتی ہیں	کتنی ہیں
"	۲۱	شعارُ الاسلام	شِعارُ الاِسلام
۷۸	۱	مولانا کی حسب تحریر	مولانا کے حسب تحریر
"	۹	اِس سے	اس سے
۷۹	۲۳	اُس بنا پر	اس بنا پر
۸۰	۱۴	حنفیہ کے پاس	حنفیہ کے پاس
"	"	اِن میں سے	ان میں سے
"	۱۸	یاظالم	یاظالم
"	۲۰	صحابہ تابعین	صحابہ و تابعین
"	۲۲	لَمْ یَاتُوا الْجُمُعَۃ	لَمْ یَاتُوا الْجُمُعَۃَ
"	۲۴	حنیفوں کو	حنفیوں کو
۸۴	۱۲	مستقل مشرط ہے	مستقل شرط ہے
"	۱۵	اِن میں سے	ان میں سے
"	۲۰	وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ	وَنَکْفُرُ بِبَعْضٍ
"	۲۲	اب رعا اذن عام	اب رہا اذن عام
۸۵	۲۳	اِس کے خلاف میں	اس کے خلاف میں
۸۶	۵	مِنْ میاں لاڑشہ	مِنْ مّیاںات لاڑشہ
"	۷	بتمامہ	بتماہا
"	"	بفوأت	بِفُوأتِ
"	۸	مَا تَنْتِی	مِا تَنْتِیْ
"	۱۱	اِس کے مقابلہ میں	اس کے مقابلے میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۸۹	۸	یہ ہر روز جمعہ و بقولے در ہفتہ اجماع حاضر کردندے	یہ ہر روز جمعہ و بقولے در ہفتہ اجماع حاضر کردندے
"	۱۳	میراں سید محمود	میراں سید محمود رض
"	۱۷	شواہد الولایۃ	شواہد الولایۃ
۹۰	۹	اِس کو	اس کو
۹۹	۲۲	واسپ	واسپ
"	۲۳	اور گھوڑے کے)	اور گھوڑے کے)
"	۲۵	یہ پانچ وقت کی فرض نماز اور جمعہ اور دونوں عیدوں کی نماز کے سوائے سب نفلیں منع فرمادی ہیں	دونوں طرف کومے نہیں ہونے چاہییں
۱۰۰	۴	دوگانہ تحیۃ الوضو	دوگانہ تحیۃ الوضو
"	۲۳	نہ پائیجانے سے	نہ پائیجانے سے
۱۰۵	۱	مِنْ ھٰذَا الاتفاقِ	مِنْ ھٰذَا الْاِتِّفَاقِ
۱۰۶	۶	دلائل قاطعہ	دلائل قاطعہ
"	۱۷	بالصّواب	بالصّوابِ
۱۰۷	۱۹	واحکمُ	وَاَحْکَمُ
۱۱۲	۲	اَجلبتَ	اَحْبَبْتَ
"	۲۲	اور مہدی موعود	اور مہدی موعود
۱۱۴	۱۳	اِلنکارۃ	اَلنَّکارۃ
۱۲۴	۷	صفحہ ۱۹	صفحہ ۱۹
"	۹	اذا	اِذَا
"	۱۰	صفحہ ۲۳	صفحہ ۲۳

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۲۴	۲۳	صَلٰوۃُ العِیدِ	صَلٰوۃَ العِیدِ
〃	۲۵	گذردن جمعہ	گذاردن جمعہ
۱۲۵	۴	جمہ کا	جمعہ کا
〃	..	پانچائیں	پائیجائیں
〃	۶	کم پانجاتی ہیں	کم پائیجاتی ہیں
〃	۸	ارکان اسلام کی	ارکان اسلام کے
〃	۱۸	صفحہ ۲۴	صفحہ ۲۴
۱۲۶	۲۵	وَذرُوا البیعَ	وَذَرُوا البَیعَ
فائدہ ۱۲۷	۰	تابع ہوجاتا	تابع ہوجاتا
۱۲۷	۱۵	مرد آزاد	مرد۔ آزاد
فائدہ ۱۲۸	۰	ہرج نہین ہے	حرج نہیں ہے
۱۲۸	۱۶	ماآپؑ کے	یاآپؑ کے
۱۲۹	۵	شہرت واقامت	شہرت واقامت
۱۳۰	۱	پانجانے	پائیجانے
〃	۴	نہ پانجائیں	نہ پائیجائیں
〃	۱۱	بغیر اِس کے	بغیر اس کے
〃	۱۲	اس کے سوا	اس کے سوا
〃	۱۹	مِن یَوم	مِنْ یَوْم
〃	۲۰	فَاسعَوا	فَاسْعَوْا
۱۳۱	۱۱	طارق اِبن	طارِقِ ابن
〃	۲۳	وَقَدَ اِندَفعَ	وَقَدِ اندَفعَ
۱۳۲	۱۲	صفحہ ۲۱	صفحہ ۲۱
〃	۱۵	نَبِی سالِم ابن	بَنِی سالِم ابن
〃	۱۲	وہاں سے (قبا)	وہاں (قبا) سے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۲	۱۶	اَلوَادِی	اَلوَادِی
۱۳۳	〃	بَعدَ اَداءِ الظُّهرِ	بَعدَ اَدَاءِ الظُّهرِ
〃	〃	اَوَلَم	اَوَلَم
۱۳۴	۱۰	اب رہی	اب رہیں
〃	〃	بھلی چار	پچھلی چار
〃	۱۳	اقوال آئمہ	اقوال ائمہ
〃	۱۸	جنمیں	جن میں
〃	۲۰	فَاسعَوا	فَاسعَوا
〃	۲۱	مفید کردیا ہے	مقید کردیا ہے
〃	۲۲	گاؤں کوبھی	گاؤں کوبھی
۱۳۵	۴	ہیں اوراس سے	ہیں۔ اوراس سے
〃	〃	لَاجُمُعَۃَ	لَاجُمُعَۃَ
۱۳۶	۵	لَاجُمُعَۃَ	لَاجُمُعَۃَ
〃	۸	صفحہ ۲۶۴	صفحہ ۲۶۴
〃	۱۸	تقلید پالینے	تقیید پالینے
۱۳۷	۱	لَایَجُوزُ	لَایَجُوزُ
〃	۲	بِغَیرِ الوَاحِدِ	بِخَبَرِ الوَاحِدِ
〃	۵	فحلمہ	فَحُکمُہٗ
〃	۱۹	ادائے جمع	ادائے جمعہ
۱۳۸	۴	فَاسعَوا	فَاسعَوا
〃	۷	المصر	المِصرَ
〃	۱۹	فَاسعَو	فَاسعَوا
〃	۲۰	وَبَطنی	بَطنِي
۱۳۹	۱۹	لَم یَقُل	لَم یَقُل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۳۹	۲۰	فِی الْاِسْرَارَ	فِی الْاِسْرَارِ
۱۴۰	۶	وَاَبُوْ یُوْسُفَ	وَ اَبُوْ یُوْسُفَ
〃	۱۹	لِلْاِجْتِجَاجِ	لِلْاِحْتِجَاجِ
۱۴۱	۶	مَوْقُوْفًا الْمَوْقُوْفُ	مَوْقُوْفًا وَالْمَوْقُوْفُ
〃	۷	اور اس مذہب	اس مذہب
〃	۱۱	باز نہیں ہے	باز نہیں ہیں
〃	۱۶	ہے اور	ہیں اور
۱۴۲	۳	مِنْ اَیْنَ	بَابٌ مِنْ اَیْنَ
〃	۶	عطا کہتے ہیں	عطا (رح) کہتے ہیں
〃	۸	اس میں جامعہ	اس میں "جامعہ"
〃	۱۵	عطا سے	عطا سے
〃	۲۵	قریہ جامعہ میں	قریہ جامعہ میں
۱۴۵	۱۰	وَاَبُوْ ھُرَیْرَۃَ	وَ اَبُوْ ھُرَیْرَۃَ
〃	〃	بِالسَّجَرَۃِ	بِالشَّجَرَۃِ
〃	〃	وَقَدْ کَانَ	وَقَدْ کَانَ
〃	۱۳	مقام سحرہ	مقام سجرہ
۱۴۷	۹	وَفِی الصِّحَاحِ	وَفِی الصِّحَاحِ
〃	۹	لِلزَّ	(ایک ہی سطر ہونا چاہئے) اسطرح لِلزَّمَخْشَرِیِّ
۱۴۷	۱۱	روایت کی ہے	حکایت کی ہے
〃	۱۴	مِنَ الْوَاجِہِ	مِنَ الْوَجْہِ
〃	۱۵	قَرِیَۃً	قَرْیَۃً
〃	۲۰	علامہ عینی کا	علامۂ عینی کا
۱۴۸	۱۵	مصعب بن عمیر کے	مصعب بن عمیر رض کے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۱	۶	اِنْتَھیٰ-	اِنْتَھیٰ
〃	۲۵	اعلانیہ	علانیہ
۱۵۲	۱	اِسی طرح	اُسی طرح
〃	۴	وَسَلَّمُ	وَسَلَّمَ
〃	۷	اَنَّ الْجُمُعَۃِ	اَنَّ الْجُمُعَۃَ
〃	۷	عَلَی النَّبِیَّ	عَلَی النَّبِیِّ
〃	۸	قَبْلَ الْھِجْرَۃَ	قَبْلَ الْھِجْرَۃِ
〃	۸	ن فَلَمْ یَتَمَکَّنْ	فَلَمْ یَتَمَکَّنْ
〃	۹	اَلَیْھِمْ یَا	اَلَیْھِمْ
〃	۱۰	مُرْھُمْ ع ہ	یَا مُرْھُمْ ع ہ یعنی ایک ہی سطر ہیں
۱۵۲	۲۱	عَنْ جَابِرِ بْنِ	عَنْ جَابِرِ بْنِ
〃	۲۲	قَدِ فْتَرَضَ	قَدِ افْتَرَضَ
〃	۲۳	فِی حَیٰوتی	فِی حَیٰوتِی
۱۵۳	۳	اِس کی پریشانی	اُس کی پریشانی
〃	۵	سلطان کی	سلطان کے
〃	۱۰	رضی اللہ تعالے کے	رضی اللہ تعالے عنہ کے
۱۵۴	۱۱	سطلق-سلطان	سطلق سلطان
〃	۲۰	اُسے کافر بنانے کی	کافر بنانے کی
〃	۲۱	وَالی اللّٰہِ	وَاِلَی اللّٰہِ
۱۵۵	۱	اَوْ جَائِزٌ	اَوْ جَائِرٌ
〃	۳	اَوْ مُسَافِرً	اَوْ مُسَافِرٍ
〃	〃	اَوِ امْرَاَۃِ	اَوِ امْرَاَۃٍ
〃	۴	گاؤں میں	گاؤوں میں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۵۵	۴	فعل خاتمین	فعل خاتمین
"	۵	وتبع تابعین	وتبع تابعین
"	۶	اِس کے مقام ہیں	اُس کے مقام میں
"	۱۷	بعیت تامہ	تبعیت تامہ
۱۵۶	۸	مفہوم کلام اللہ	مفہوم کلام اللہ
۱۵۸	۱۲	کیساتھہ	کے ساتھ
۱۵۹	۱۹	اِلَی الجُمُعَۃِ	اِلَی الجُمُعَۃِ الخ
۱۶۰	۱	حضرت اہل جمعہ	حضرات اہل جمعہ
۱۶۱	۷	فِی اَوَّلَ وَقتِہٖ	فِی اَوَّلِ وَقتِہٖ
"	۲۵	مسئلہ عالیت	مسئلۂ عالیت
۱۶۲	۹	آئمہ اربع رح	ائمۂ اربعہ رح
"	۱۱	صفحہ ۱۲ و ۴۲	صفحۂ ۱۲ و ۴۲
"	۱۲	دیلور	ویلور
۱۶۳	ف ا	پیشنگوئی	پیشینگوئی
"	۷	صفحہ ۳۰ و ۳۱	صفحۂ ۳۰ و ۳۱
"	۱۵	لکھدیا گیا	لکھدیا گیا ہے
۱۶۴	۲۴	وہ جاہل وہ گمراہ ہے	وہ جاہل و گمراہ ہے
۱۶۷	۶	فَالاَدْلُ	فَالاَوَّلُ
"	۱۱	مُسْبِحُ تَوْسُوقُ	مَسْجِدٌ تُوْسُوْقٌ
"	۱۴	وَالدَّوَرَ	وَالدَّوْرَ
"	"	وَجَدُہٗ	وَجَدُوْہُ
"	۲۳	مصر جامع کے جس کے	مصر جامع کے کہ جس کے
۱۶۸	۲۳	ناحق کہکے بتلا	ناحق کرکے بتلا
"	۲۵	(۳)	(۳) بخط جلی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۷۱	۱۸	نہ رات آتی ہے نہ عشا آتی ہے۔	نہ رات آتی نہ عشا آتی۔
۱۷۲	۲۵	اجماع کے	اِجماع کے
۱۷۳	۷	وَیَتَّبِعْ غَیرَ	وَیَتَّبِعْ غَیْرَ
۱۷۴	۲	ائمہ اربعہ	ائمۂ اربعہ
"	"	وتذکرہ مہدویہ	وتذکرۂ مہدویہ
"	"	ومسدس	وُمسدس
"	۱۵	جی ہاں۔ جی ہاں۔ جی ہاں	(تینوں بخط جلی ہونا چاہئے)
۱۷۵	۴	میرے اوراِن کے	میرے اوران کے
"	۲۱	اِن کے حسب ضابطہ	ان کے حسب ضابطہ
"	۲۲	اِن پر	ان پر
۱۷۸	۱۸	دلائل قوی با یدو معنوی	(بخط جلی ہونا چاہئے)
"	۲۳	خفیۃ	خُفْیَۃً
۱۷۹	۲۰	وتبرأ	وتبرّؤا
"	۲۲	اِس کے	اس کے
۱۸۰	۱۱	اِن کے بڑا	ان کے بڑا
۱۸۲	۱۳	مشابہ اس عمل کی	مشابہت اس عمل کی
۱۸۴	۲۳	یہ دلیل ہے اپر	یہ دلیل ہے اس پر
۱۸۵	۱	عمرو بن بضع	عمرو بن عوف لبضع
"	"	عشرہ لیلۃ	عشرۃ لیلۃ
"	۷	تینالون	تینابون
"	"	تیناذلون	تیناءبون

صفحہ	سطر	غلط	صحیح	صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۸۵	۸	صحابیہ کرام	صحابۂ کرام	۱۸۵	۲۱	مجیبت صیبت	مجیب مصیب
"	۱۴	لوگوں کی وہاں	لوگوں کے وہاں	"	۲۲	اپنی مجتہد کے	اپنے مجتہد کی
"	۱۵	فریضہ ظہر	فریضۂ ظہر	"	۲۴	فقہا کے	فقہا کی
"	۱۷	فریضہ ظہر	فریضۂ ظہر	۱۸۶	۳	ایسی مسجد نہو	ایسی مسجد ہو

تمت

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
ٹائیٹل	۱۰	استفتۓ	استفتے
"	"	بھروچی	بھڑوچی
۱	۵	کارپردازاں	کارپردازوں
۲	۱	درست نہونے	درست ہونے
ک	۱	مسافحت	مسامحت
۱۲	۱۹	عِنْدَ الْبَعْضَ	عِنْدَ الْبَعْضِ
۴۲	۱۷	الْاُرْمِّيَ	الْاُرْمِّيِّ
"	۱۸	عَلٰی اٰلِہِمَا	وَعَلٰی اٰلِہِمَا
"	"	اَصْحَابِہِمَا	وَاَصْحَابِہِمَا
"	۱۹	استفتۓ	استفتے
"	۲۱	حَسْبِيَ	حَسْبِيْ
۵۴	۱	اور اعمال واحوال	در اعمال واحوال
"	۴	تو اول ہی سے	تو وہ اول ہی سے
۷۱	۱۹	اس لئے	اس لئے کہ
۸۱	۵	جواب ایک	جو ایک
۸۸	۲۱	عَھْدَۃِ	عَھْدَۃِ
۹۵	۶	وہ اصحاب	وہ اصحاب و
بقیہ حواشی	۱۱	مہدی موعود کی ذات	مہدی موعودؑ کی ذات
"	"	سیدنا	سیدناؑ
"	۱۲	مہدی موعود نے	مہدی موعودؑ نے
۱۰۷	۲۳	چلتا	چلا۔تا
۱۰۹	۱۲	آئمۂ مجتہدین	ائمۂ مجتہدین

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
استفتے کے ساتھہ	استفتے اکے ساتھ	۱۰	۱۱۰
بہی لکہا ہے	یہی لکہا ہے	۵	۱۲۰
- جو کتاب	و جو کتاب	۱	۱۲۱
تقریر تو اُس	تقریر اُس	۱۷	"
لا شُبْهَةَ	لا شُبْهَةً	۳	۱۲۲
استشہاد	استشہا	۱۲	"
سطر ۲۳	سطر ۱۸	۱۹	۵ غلطنامہ
امام الفقہا	امام الفتہا	۲۳	۱۴۱
كَانَ النَّاسُ	كَانَ النَّاسُ	۷	۱۴۳
وَزِيَادَةً	وَزِيَادَةَ	۴	۱۴۹
عِنْدَ اِعْتِدَ اَسِيَارِہٖ	عِنْدَ اِعْتِدَ اَیرہٖ	۱۰	"
اَلْحُدُوْدِ	اَلْحُدُوْدُ	۱۲	"
يَسْلُكُ	يَسْلُكُ	۱۳	"
اِذِ الْغَالِبُ	اِذَ الْغَالِبُ	۱۹	"
ابو حنیفہ رح سے تصریح کیگئی ہے	ابو حنیفہ رح تصریح کیگئی ہے	۱۵	۱۵۰
ابو حنیفہ رح سے منقول ہے	ابو حنیفہ رح منقول ہے	۲۱	"
محمد رح سے	محمد رض سے	۲۳	۱۵۱
اِلَيْهِمْ	آلَيْهِمْ	۱۰	صہ ۹ غلطنامہ
حضرات اہل جمعہ	حضرت اہل جمعہ	۱	۱۶۰ حاشیہ
اَوْ لَمْ يَخْرُجْ	اَدْ لَمْ يَخْرُجْ	۷	۱۶۱
اُن تمام	اِن تمام	۲۰	۱۷۵